اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

وسطی زمانے کی مجسم یادگار، شریعت و طریقت کا سرچشمہ، حقیقت و معرفت کا منبع، دلوں میں
کیکپی پیدا کر دینے والے، شورانگیز مضامین کا انمول ذخیرہ، ارباب ذوق کے پژمردہ دلوں
میں غیر معمولی جوش پھیلانے والے مطالب و نکات کا لبریز و معمور خزانہ، المعروف

(بہ)

حیاتِ باقیہ

جس میں قطب دوران، مقتدائے زمان، سراج العارفین، رضی الملۃ والدین حضرت
خواجہ محمد الباقی الاویسی النقشبندی المشہور بہ **باقی باللہ** قدس اللہ سرہٗ کی پاک
زندگی کے بالکل سچے تاریخی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی حالات و واقعات سلیس اردو
میں نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہیں

(مع)

کلماتِ طیبات

یعنی بزرگ محترم خواجہ کے پند و نصائح سے بھرے ہوئے ملفوظات جن کو فاضل اجل
جناب مولانا مولوی حافظ محمد رحیم بخش صاحب دہلوی نے حسب استدعائے خاکسار محمد عبد الغفار
مالک افضل المطابع و پروپرائیٹر افضل الاخبار دہلی مرتب کیا اور خاکسار نے اپنے مطبع

افضل المطابع دہلی میں بحسن و خوبی طبع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سراج العارفین رضی الملۃ والدین حضرت خواجہ محمد الباقی

رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات

محترم و بزرگ خواجہ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی قاضی عبد السلام تہا جو ایک عرصہ سے اپنے قبائل سمیت کابل مین سکونت پذیر تھے۔ قاضی عبد السلام رح کے حالاتِ زندگی اسقدر محدود ہین کہ ہم انکی سیرت یا لائف کا پورا تو پورا ادھورا خاکا بھی نہین کھینچ سکتے۔ مختلف تحقیقات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہی کہ آپ حسن سیرت اور اخلاق عامہ کے علاوہ علم و فضل مین خاص امتیاز رکھتے تھے۔ مزاج مین انتہا درجہ کا عجز و انکسار تہا اور عام طرز معاشرت تکلف و بناوٹ سے خالی علوم تصوفیہ اور فقہ و حدیث مین ضرب المثل تھے۔ اور بلحاظ دینی و دنیاوی تعزز کے ارباب فضل و کمال مین ایک نہایت برگزیدہ اور معزز شخص تسلیم کیے جاتے تھے۔ غرض دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس کے لیئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے قاضی عبد السلام رح سے دریغ رکھی ہو اور غالبًا یہی فضل و کمال آپ کو کابل مین کشان کشان لے آیا تھا۔ کیونکہ اس عہد مین زمین کابل کے علاوہ اظہارِ کمالات اور اکتساب فضائل کا کوئی دوسرا موقع اہل علم اور ارباب کمال کے لیئے نہ تہا

محترم خواجہ کی ولادت سنہ ۹۷۱ ہجری یا سنہ ۹۷۲ ہجری کو علی اختلاف القولین ہوئی لیکن اگر ہم یون کہین کہ آپ سنہ ۹۷۱ ہجری کی اخیر تاریخون اور سنہ ۹۷۲ ہجری کے ابتدائی ایام مین پیدا ہوئے تو یہ اختلاف بالکل اُٹھ جاتا ہی جس زمانہ مین یہ نصیبہ ور اور خوش تقدیر لڑکا پیدا ہوا اُسوقت باپ کی

کیا حالت تھی یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے۔ قاضی عبد السلام کے جزئی حالات دریافت ہونیکے بعد
اس قدر اور صرف اسیقدر کہا جا سکتا ہے کہ وہ گو گھر سے خوش حال تھے مگر انکو چنداں تمول بھی نہ تھا
اس لیئے خواجہ کی طفولیت کا زمانہ معمولی حالت مین گزرا ہوگا۔ مگر آگے چلکر یاوری اقبال سے وہ
سامان پیدا ہوگئے جن کی کسیکو خبر بھی نہ تھی۔ اور بہت تھوڑا عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ کا دینی اقتدار
یہان تک پھیلا کہ سلاطینِ وقت کی گردنین آپکے آگے جھکنے لگین۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ خواجہ
اپنی خداداد قابلیت سے اپنی قوم و ملک کے فخر کہلائے جائینگے اور کیا کسی کے خیال مین یہ بات
آئی تھی کہ افغانستان سے لیکر ہندوستان تک مین آپکے علم و فضل کا عَلَم شہرت گڑ جائیگا +

طفولیت کے زمانے مین آپ کی نصیبہ وَر اور فراخ پیشانی سے اطوار بزرگی اور آثارِ احترام
نمایان تھے۔ اور نجابت و شرافت پڑی پھوٹتی تھی۔ ابھی پورے دو سال کے بھی نہ تھے کہ آپ کی
دل آویز طفلانہ حرکات سے قیافہ شناس لوگون نے معلوم کر لیا تھا کہ یہ بچہ ضرور ہونہار ہوگا۔ اور
آیندہ کسی زمانہ مین یہی ہلال بدرِ کامل ہوکر دنیا مین چمکے گا۔ جس کی خنک اور تسکین بخش شعاعون
کے اثر سے ایک عالم کے پژمردہ دل ترو تازہ ہون گے +

جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو متانت و سنجیدگی کے آثار چہرۂ شریف سے عیان
ہونے لگے۔ اس زمانہ مین آپ دن دن بھر تنہا ایک گوشہ مین خاموشی اور سکوت کے ساتھ سر گریبان
بیٹھے رہتے اور کسی شخص سے زیادہ از ضرورت بات نہ کرتے اسی زمانہ مین آپ کی تحصیلِ علوم رسمی
کا آغاز ہوا۔ آپکے والد بزرگوار قاضی عبد السلام بجائے خود ایک بڑے جلیل القدر فاضل تھے اور
اُنھین شروع ہی سے خواجہ کی تعلیم و تربیت کی طرف حد درجہ کا اعتنا تھا ہوش سنبھالتے ہی
خواجہ کو ایک مکتب کے حوالہ کیا اور یون تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ قرآن مجید اور دیگر ابتدائی علوم سے
فارغ ہوئے تو علوم رسمیہ کی سنگلاخ اور دشوار گزار منزلین طے کرنیکے لیئے کمر ہمت باندھی اور
مجمع علوم مولانا صادق حلوائی کی خدمت مین پہنچے جو اُس زمانہ مین اربابِ فضل و کمال کے
حلقون مین یگانۂ روزگار اور علوم رسمیہ مین ضرب المثل تسلیم کیئے جاتے تھے خواجہ کو مولانا
کی خدمت مین تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اُنھین سفر درپیش آیا اور آپ اُن کی رفاقت مین کابل سے
ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ چونکہ بزرگ خواجہ کی قسمت مین روزِ ازل سے مقتدائے مذہب اور

پیشوائے عالم ہونا لکھا تھا۔ اسلیئے اُسکے سامان بھی خود بخود فراہم ہوگئے تھے اِدھر آپ کی سموچی ہوئی فطرت اور عقل سلیم اُدھر مولانا صادق کی آپ کی تعلیم و تدریس کے بارے مین مستعدی و سرگرمی اور سب سے بڑھکر ارادۂ ازلی کے اشارون پر چلنے اور علوم رسمیہ کی دقیق اور مشکل کتابین پانی کی طرح پینے ماوراء النہر مین تشریف لائے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ سلسلۂ درس پورا ہونیکے قریب ہوگیا اور آپکے زور طبع اور عقل رسا اور خداداد قابلیت کے چرچے جستہ جستہ لوگون مین پھیل گئے۔ اِسے خواجہ کی خوش قسمتی کہنا چاہیئے کہ مولانا صادق کو آپ کی تعلیم کے بارے مین خاص طرح کا اعتنا تھا اور غالباً وہ سمجھتے تھے کہ عنقریب ایک نیا مادہ آنیوالا ہو جس مین اُس شخص کی بدولت دینی علوم کے شیرین اور خنک چشمے ولایتِ افغانستان اور تمام ہندوستان مین نہایت پیاری اور دلربا بہتے بہین گے۔ جنسے آیندہ نسلون کے ہونہار پودے نہایت سرسبز و شاداب ہوکر اپنی خوبی و دلربائی کی طرف لوگون کو متوجہ کرین گے ❊

الغرض محترم خواجہ نے اکتسابِ علوم مین وہ ترقی کی کہ تھوڑے ہی زمانہ مین اپنے معاصرین مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جانے لگے۔ اور آپ کی ذہانت و طباعی کی شہرت حدود ماوراء النہر سے نکل کر دور دور پھیل گئی۔ علوم رسمیہ کی تحصیل مین قدرے قلیل حصہ باقی رہ گیا تھا کہ آپنے راہِ تصوف مین قدم ڈالا لیکن یہ آپ کی ذکائے فطرت اور صفائی نسبت کا بدیہی نتیجہ تہا کہ جو علوم تحصیل سے باقی رہ گئے تھے اُن مین بہی آپ کو کمال وسجے کا درک حاصل تھا۔ جیسا کہ ایک واقعہ سے اس کا ثبوت اچھی طرح ہو سکتا ہی ❊

ماوراء النہر مین ایک علمی مجلس قائم تہی اور اُسکا رکن اعظم ایک بڑا جلیل القدر فاضل تھا یہ مجلس ہفتہ مین ایک روز مرتب ہوتی اور شہر کے اکثر علما کی تشریف آوری اِسکو رونق و زینت دیتی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجلس مین بہت سے علما موجود تھے اور اِدھر اُدھر کی باتین ہو رہی تہین شدہ شدہ یہان تک نوبت پہنچی کہ محترم خواجہ کی تحصیلِ علوم کا ذکر چھڑ گیا۔ لوگون نے بیان کیا کہ اُنھون نے جذبات الٰہیہ کے ہجوم کی وجہ سے علوم رسمیہ کی تحصیل کو ترک کر دیا۔ فاضل نے قدرے اظہار افسوس کیے ہوا کہ اگر خواجہ چند روز اور مطالعہ کتب مین سرگرم رہتے حتیٰ کہ اُنکی مولویت کمال و اکمال کے درجے کو پہنچ جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ محترم خواجہ نے فاضل کی یہ تقریر سُنی تو فرمایا۔ کمال مولویت کا مفہوم

صرف اتنا عرض ہے کہ کتب متداولہ کے سلسلہ مین جو کتاب سب سے مشکل اور ادق اور ما لاینحل ہو آدمی اُسکا کما حقہ مطالعہ کر سکے اور نہ صرف خود مطالعہ کر سکے بلکہ دوسرے کو اچھی طرح سمجھا سکے۔ مین بلا مبالغہ دعوے کے ساتھ کہتا ہون کہ جس کتاب کو وہ نہایت دقیق اور حد درجہ صعب سمجھتے ہون میرے سامنے پیش کرین اگر کسی مسئلہ مین مجھسے اُنکی تشفی نہو سکے تو بیشک وہ سچے ہین اور مین جھوٹا ۔

مولانا صادق کے سلسلۂ تلامذہ مین ایک بڑا فاضل تھا اُسکا بیان ہے کہ جب ہم لوگون کے کان مین یہ بات پہنچی کہ خواجہ نے تحصیل علوم کو خدا حافظ کہکر راہ درویشی مین قدم رکھا ہے تو ہم لوگون نے متفقہ الفاظ مین کہا کہ ہمپر اِس نوجوان کی فطرت وہمت کے وہ گرانبہا جوہر نمایان ہوئے ہین کہ اُن سے بڑھکر کسی دوسرے شخص مین پائے جانے کی امید بہت کم ہے۔ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہین کہ یہ شخص جس راہ مین قدم رکھیگا اُسے بسہولت ضرور طے کریگا۔ اور جس کام مین ہاتھ ڈالے گا اُسے انجام کو پہنچائے گا اور انجام کار ایسا ہی ہوا بھی ۔

غرضکہ حضرت خواجہ کو تحصیل علوم کے زمانہ مین جو آپکے شباب کا زمانہ تھا راہ درویشی کا شوق دامنگیر ہوا اور باریافتگان محفل لی مع اللہ کی صحبت کا مبارک ولولہ اور جوش پیدا ہوا یہان تک کہ آپنے تحصیل علوم کی راہ چھوڑکر دوسری راہ اختیار کی اور بلاد ماوراء النہر مین جو اُن دنون کبار مشائخ کا مرکز تھا اولیاء اللہ کی تلاش مین سرگرمی کے ساتھ گشت لگاتے پھرے بعضون سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ اور بعضون کے ہاتھون پر توبہ وانابت کی تجدید کی ۔

ماوراء النہر سے جب آپ کی طبیعت اُچاٹ ہوگئی تو ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہان آپکے معاصرین مین سے بعض لوگون نے جو وجاہت اور ثروت اور شاہی مناصب سے ممتاز تھے بہتیرا چاہا کہ آپ بھی کسی معزز منصب پر مامور ہوکر دنیاوی مال سے متمول و توانگری حاصل کرین مگر چونکہ آپ کی قسمت مین روز ازل سے دینی دولت کا کافی حصہ لینا لکھا تھا۔ اِس لیئے اُن کی تمام کوششین رائگان گئین اور جذبات الٰہیہ کے سلطان نے آپ کو اپنی طرف کھینچ لیا اب آپ کو ارباب محبت و معرفت کی کتابون کے پڑھنے کا شوق دامنگیر ہوا اور اُنکے اشتیاق ملاقات کی آگ اور بھی بھڑک اُٹھی۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ محترم خواجہ نے اپنی زبان درفشان سے فرمایا کہ مین ایک روز ایک کتاب کے مطالعہ مین مشغول تھا دفعتاً ایک ایسی تجلی نمایان ہوئی کہ مین آپے سے بے آپے ہوگیا اور تمام ہوش وحواس ایک ایک کرکے غائب ہوگئے

مین اسوقت محوِ حیرت تہا اور ساری دنیا حیرتکدہ نظر آتی تھی۔ آخر کار حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ کی روحانی کششون نے میری دستگیری کی اور مین نے تمام تعلقات کو بالائے طاق رکھکر ایاب معرفت کی طلب و سراغ مین نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کی۔ ایک اور درویش کا بیان ہے جو ہمہ وقت آپ کی خدمت مین حاضر رہتا تھا کہ بزرگ خواجہ نے سالکون اور مجذوبون کی جستجو مین اسقدر کوشش کی کہ اس سے بڑھکر خیال مین بہی نہین آسکتی۔ برسات کا موسم تہا اور کیچڑ و گارے کی کثرت سے آدمیون کو تھوڑی دور بھی چلنا سخت دشوار اور مشکل تہا۔ مگر آپ باوجود نازک تنی کے لاہور کے جنگلون اور قبرستانون اور پہاڑون کو کسی صاحب دل کے اشتیاق ملاقات مین ڈھونڈتے پہرتے تھے۔ ایک روز میرے دلمین یہ ولولہ پیدا ہوا کہ آج مین بھی خواجہ کے ساتھ چلون اور جنگل و صحرا کی بہار سے دلِ پژمردہ کو تازہ کرون ہرچند آپنے منع کیا مگر مین اپنے ارادہ سے باز نہین آیا۔ تہوڑی دور چلا ہون گا کہ کیچڑ کی کثرت سے پاؤن سن پڑ گئے اور پنڈلیون مین درد ہونے لگا۔ مین چاہتا تہا کہ نہایت بے صبری کے ساتھ اپنا حال ظاہر کرون مگر ادب اور حیا دونون عرض حال کی اجازت نہین دیتے تھے۔ حتےٰ کہ خواجہ خود آگاہ ہوئے اور مجھے رستہ مین سے واپس کردیا مجھے اسوقت اس امر کا یقین کامل ہوگیا کہ آپ ان ظاہری قدمون کی قوت سے نہین بلکہ دوسرے قدمون کی قوت سے اس قسم کی دشوار گزار اور سنگلاخ راہین طے کرتے ہین ع قطع این راہ بجز پائے جنون نتوان کرد۔

خواجہ کا ایک رفیقِ خاص مُظہر ہے کہ لاہور کے قبرستان اور باغات کے حوالی مین ایک مجذوب رہا کرتا تھا صاحبِ حال۔ خواجہ کو اسکی کیفیت معلوم ہوئی تو مدتون اُسکے پیچھے پیچھے پہرا کیئے اور اُسکا حال یہ تہا کہ جب آپ کو اپنے پاس آتا دیکھتا بجز دشنام دہی کے اور کوئی بات ہی نہ کہتا۔ اور کبھی پتھرون کا مینہ برساتا اور گاہے آپسے پیچھا چھڑانے کے لیئے دوسری جگہ چلا جاتا۔ لیکن خواجہ طلب مین اسقدر ثابت قدم اور راسخ دم تھے کہ باوجود اس تنفر اور توحش کے اُسکا پیچھا نہ چھوڑتے تھے یہانتک کہ ایک روز اُس دیوانے کی مہربانی کی رگ جو حقیقت مین سو دانشمندون کا ایک دانشمند اور ہزار عقلمندون کا ایک عقلمند تہا حرکت مین آئی۔ آپ کو اپنے پاس بلایا اور خاص نظر مین ڈالکر حصول مراد اور کامیابی کے ساتھ مقصود دلی کے پہنچنے پر دعائین دین۔ یہ اُن ہی دعاؤن کا اثر تہا کہ خواجہ کو بے انتہا دینی و دنیاوی مواہب نصیب ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ محترم خواجہ نے سالکون اور مجذوبون کی تلاش و جستجو مین انتہا درجہ کی کوشش کی اور بہت سے پاک دلون کی صحبت مین رہکر فوائد عظیم حاصل کیئے جن ارباب معرفت کے ہاتھون پر آپنے بیعت کی اور اجازت طریقہ و خرقہ حاصل کی اُن مین سے چند حضرات کے اسم گرامی ذیل مین مین درج ہوتے ہین ٭

حضرت خواجہ عبید رحمہ اللہ۔ یہ اپنے زمانہ کے بڑے مشہور علامہ اور نہایت جلیل القدر فاضل تھے۔ علم و فضل کے علاوہ صاحب کرامات و خوارق بھی تھے۔ اور ارباب معرفت و محبت کے حلقون مین بہت بڑے اقتدارات رکھتے تھے آپ خلیفہ تھے مولانا لطف اللہ رحمہ اللہ کے اور مولانا لطف اللہ خلیفہ تھے مولانا خواجگی دہبیدی علیہ الرحمۃ کے ٭

حضرت امیر عبید اللہ بلخی رحمہ اللہ۔ یہ بزرگوار بڑے پایہ کے آدمی تھے اِن کی تمام عادات و اوصاف کو چھوڑکر اگر صرف علمی کمال پر نظر کیجاتی ہے تو پھر اُس عہد کا کوئی عالم و فاضل ایسا نظر نہین آتا جو آپ کی برابری کا دعوے دار ہوسکے۔ جامع علوم ہونیکے علاوہ فراست و درایت مین اعلے درجہ کا کمال تھا فن ادب علم الرجال والانساب فقہ حدیث اور ان کے سوا تمام علوم مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ اپنے ہمعصرون مین باعتبار شہرت مقبولیت عام رکھتے تھے اور بڑے بڑے فضلا اپنے تئین آپکے سامنے طفل مکتب سمجھتے اور زانوے شاگردی تہ کرتے تھے ٭

شیخ سمرقندی رحمہ اللہ۔ یہ بزرگوار حضرت خواجہ احمد یسوی رحمہ اللہ کے بڑے معزز اور جلیل القدر خانوادہ سے تھے۔ محترم خواجہ نے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر تجدید توبہ کی اور تھوڑے روز خدمت اقدس مین رہکر ماوراء النہر واپس آنے کی اجازت چاہی مگر شیخ نے اجازت نہین دی اور فرمایا تم ابھی نوجوان ہو چند روز یہان اور رہو لیکن آخرکار خواجہ کے اصرار سے رخصت دی۔ اور آپکے حق مین دعاے خیر کی کہ خداے تعالی دولت استقامت سے مالامال کرے ٭

حضرت شیخ بابامی والی قدس اللہ سرہ العالی۔ آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مین ایک بڑے ممتاز پیر تھے اور کشمیر مین سکونت رکھتے تھے۔ دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اس سے بڑھکر اور کیا درجہ ہوسکتا ہے کہ باشندگان کشمیر کے واجب الاحترام متفق التسلیم کیئے جاتے تھے۔ وہان کے بڑے بڑے روسا اور خود حاکم وقت کی گردن تسلیم آپکے سامنے خم تھین اور تمام ملک و قوم مین آپکا نام

نہایت اعزاز و اقتدار کے ساتھ لیا جاتا تھا۔

حضرت مولانائے اعظم خواجہ امکنگی رحمہ اللہ۔ آپ اپنے وقت کے مشہور و معروف مشائخ میں سے تھے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی بہتی جاگتی چلتی پھرتی یادگار تھے موجودہ مشائخ نقشبندیہ میں ایک آپ ہی ایسے شخص تھے جو خاص خواجۂ بزرگ کے طریقہ پر پہاڑ کی طرح مستقیم و ثابت قدم تھے آپ معمر و سن ہونے کی وجہ سے بھی واجب الاحترام اور شایان بزرگی تھے۔ آپ کا نسب صرف دو واسطوں سے خواجہ احرار رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے۔ یعنی آپ کو اپنے والد بزرگوار مولانا درویش محمد امکنگی رحمہ اللہ سے ارادت حاصل تھی اور مولانا درویش محمد اپنے محترم ماموں مولانا زاہد وخشواری کے مرید تھے اور مولانا زاہد حضرت قطب الاخیار خواجہ احرار قدس سرہٗ کے۔ جن دنوں میں بزرگ خواجہ ماوراء النہر کے شہروں اور قصبوں میں مشائخ کبار کی تلاش و جستجو میں پھر رہے تھے حضرت مولانائے اعظم خواجہ امکنگی واقعے میں آپ پر ظاہر ہو کر فرمانے لگے کہ اے فرزند ہم تمہارے منتظر ہیں جلد آؤ۔ اور ہمارے انتظار کی تشویش کو دور کرو۔ خواجہ اس سے بہت خوش ہوئے اور ذیل کی ایک بیت بیساختہ زبان مبارک پر جاری ہوئی ؎

میگز شتم ز غم آسودہ کہ ناگہ ز کمین عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

محترم خواجہ کے مشائخ کی فہرست میں ہمیں صرف یہی چند حضرات دستیاب ہوئے ہیں جنکے اسمائے گرامی سے ہم نے اپنے ان چند اوراق کو رونق و زینت دی ہے قطع نظر اسکے جب ہم تھوڑی دیر کے لیئے آپکے حالاتِ زندگی اور واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اویسی تھے یعنے حضرت خواجہ بزرگ بہاء الحق والدین اور آپکے ممتاز خلفا بلکہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مبارکہ سے تربیت پائی تھی اور ان بزرگواروں کی نظر عنایات سے اس خدمت کو انجام پہنچایا تھا۔ جیسا کہ خود آپکے ایک مضمون سے ترشح ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں

ابیات

شنیدم کاشف رازِ نہانی ابو القاسم چراغ کبر کانی

کہ بودست در جہان نام اویسی کہ باشد شربے از نام اویسی

کیم من کین ہوس گیرد دماغم نیابد نور این سودا چراغم

زبانم زین تلفظ گرچہ بند است سرم پیچواست صید این کمند است

اگرچہ یہ کمال آپ کو پہلے ہی سے حاصل تھا مگر چونکہ بدون پیر ظاہر کے اس کا اظہار مشکل اور سخت دشوار تھا

اِس لیئے آپ ماوراءالنہر تشریف لیگئے اور مولانا خواجگی کے ہاتھ پر بیعت کرکے طریقۂ نقشبندیہ کی اجازت حاصل کی۔ اِس دعوے کے ثابت کرنیکے لیئے کہ محترم خواجہ اویسی تھے ہمارے پاس دو شاہد عادل موجود ہین صاحبِ **زبدۃ المقامات** لکھتے ہین کہ ایک صاحب دل صادق القول نے جو اکثر اوقات خواجہ کی خدمت مین حاضر رہتا تھا مجھسے بیان کیا کہ بزرگ خواجہ لاہور کی ایک مسجد مین فرض نماز ادا کرنیکے لیئے تشریف لائے اور یہ اسوقت کا واقعہ ہے کہ ابھی تک آپ ہندوستان سے ماوراءالنہر تشریف نہین لے گئے تھے ہم لوگ مصروفِ نماز تھے کہ دفعۃً آپکے سینے سے ایک نہایت ہیبتناک آواز پیدا ہوئی جس نے تمام نمازیون کو حیرت مین ڈالدیا۔ امام کے سلام پھیرتے ہی حضرت خواجہ نہایت سرعت کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ اور اُسدن کے بعد سے پھر مسجد مین رونق افروز نہین ہوئے۔ بلکہ اپنے دو تین ساتھیون کو جمع کرکے مکان ہی پر جماعت سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک اور عزیز کا بیان ہو کہ جو لوگ بزرگ خواجہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اُن مین ایک مین بھی تھا جو بلاناغہ اِس مقتدائے عالم کی اقتدا سے فیض و برکت حاصل کرتا رہتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ خواجہ نماز مین مشغول تھے اور ہم تین چار آدمی آپکے پیچھے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اثنائے نماز مین دیکھتا کیا ہون کہ حضرت خواجہ قبلہ رُخ کھڑے مجھے دیکھ رہے ہین یعنے آپکا رُخ مبارک قبلہ کی طرف بھی ہو اور میری طرف بھی اور جس طرح آپ سامنے کی چیزون کو ملاحظہ فرما رہے ہین اسیطرح پیچھے کی چیزون کو بھی دیکھ رہے ہین۔ اِس عجیب و غریب اور حیرتناک واقعہ سے میرے جسم پر ایک غیر معمولی لرزہ پڑا اور مین سر سے پاؤن تک تھرتھر کانپنے لگا۔ ہزار دشواریون کے ساتھ جون تون کرکے نماز پوری کی اور جو کچھ دیکھا تھا حضرت کی خدمت مین عرض کیا آپنے میری سرگزشت سنکر ایک نہایت خوش آیندہ مسکراہٹ کے بعد فرمایا کہ اِس واقعہ کا کسی سے ذکر مت کرنا۔

یہ دو خاص معاملے اِس بات کی صاف گواہی دیتے ہین کہ بزرگ خواجہ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال مناسبت اور تبعیت حاصل تھی کیونکہ پیغمبر صاحب کی سیرت پر نظر کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ نماز مین مشغول ہوتے تھے تو سینۂ مبارک مین ایک ایسا جوش اُٹھتا تھا جس کی آواز قریبًا ایک میل تک پہنچتی تھی اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اسیطرح پیچھے سے بھی آپ کو ہر چیز نظر پڑتی تھی چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت مین آیا ہے کہ

پیغمبر صاحب نے صفوف جماعت کو ہموار و برابر کرنے وقت فرمایا کہ صفون کو سیدھا کرو اور باہم ملکر کھڑے ہو کیونکہ مین تم کو عقب سے دیکھتا رہتا ہون جس طرح سامنے سے دیکھتا ہون محدثین کرام نے اگرچہ اس بیان کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات مین شمار کیا ہی اور کہا ہے کہ آپ کو یہ کیفیت ہر وقت حاصل تھی لیکن عجب نہین کہ کسی بزرگ امت کو جو آپکے اتباع مین منہمک و مستغرق ہو کسی وقت یہ دولت حاصل ہو جائے۔ بالخصوص نماز کے وقت جسے معراج مومن کہا گیا کیونکہ بزرگون کا قول ہی کہ تابع کامل کو متبوع کی تمام اوصاف و کمالات مین سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پہنچتا ہے ۔

الغرض اِن کمالات و حالات حاصل ہونیکے بعد بھی محترم خواجہ کوشش سے نہین تھکے اور مشائخ کاملین کی تلاش جستجو مین اسیطرح سرگرم رہی جسطرح پہلے تھے۔ باوجودیکہ اِس زمانہ مین طلاب کا رجوع آپکے آستان مبارک پر کثرت سے تھا اور لوگ جوق جوق اکتساب کمالات کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ مگر آپ کی ہمت عالی مشیخت اور تعلیم طریقت پر مائل نہین ہوئی بلکہ ماوراالنہر اور بلخ اور بدخشان کی طرف کشان کشان لے گئی۔ تاکہ سلسلہ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل کے اُن بزرگون کی صحبت مین پہنچکر جو مسند ارشاد پر جلوہ گر ہین فوائد حاصل کرین اور احوال حاصلہ کی تصحیح فرمائین چنانچہ آپ شہر بشہر اور قصبہ بقصبہ ہوتے ہوئے حضرت خواجہ امکنگی کی خدمت مین پہنچے۔ اُنھون نے آپ پر انتہا سے زیادہ عنایت و رعایت مبذول فرمائی اور تین شبانہ روز متصل خلوت مین صحبت رکھی۔ اور بعض مزید فوائد کی اطلاع دیکر فرمایا برخوردار من! بفضل خدا تمہارا کام اِس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی روحانی تربیت سے نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچ گیا ہی۔ اب تم پھر ہندوستان مین جاؤ کیونکہ وہان اس سلسلہ عالیہ کے نازک پودے تمہاری آبیاری کے ذریعے سے نشو و نما پائین اور سرسبز و شاداب ہون گے۔ ہند کے عالیمقدار مستفید تمہاری تربیت کی برکت سے کمال کو پہنچین گے۔ اور ہونہار طلاب تمہاری نظر فیض اثر سے پھلے پھولین گے۔ بزرگ خواجہ نے ازراہ انکسار عذر کیا کہ مین ابھی آپ کی تعلیم و تلقین کا محتاج ہون اور چاہتا ہون کہ چند روز خدمت اقدس مین ٹھیر کر کچھ اور فوائد حاصل کرون۔ مگر مولانا نے آپکا کوئی عذر نہین سُنا استخارہ کیا تو اُس سے بھی مولانا ہی کی تائید ہوئی۔ ناچار خواجہ کو مولانا کی بہت

سے مفارقت کرکے ہندوستان آنا پڑا۔

حضرت مولانا کے بعض قدیم الخدمت اور صاحب النسب یارون نے جب سنا کہ مولانا نے خواجہ کو صرف چند روزہ صحبت مین خلافت کاملہ اور اجازت نامہ عنایت فرماکر ہندوستان کیطرف جانے کی اجازت دی ہی۔ اور آپ کو وہان کا مقتدا و امام بنایا ہی تو اُن کی غیرت کی لگی حرکت مین آئی اور شورش کا نعرہ بلند ہوا۔ مولانا کو انکی اس شورش اور برہمی کی اطلاع ہوئی تو آپنے اُن لوگون جمع کرکے فرمایا تمہین معلوم نہین ہی کہ یہ جوان کس رتبہ کا آدمی ہی حقیقت یہ ہی کہ یہ شخص ہمارے پاس تحصیل تعلیم و تلقین کے لیئے نہین بلکہ احوال حاصلہ کی تصحیح کے لیئے آیا تھا۔ اسکی تحصیل تعلیم و تلقین تو ایک اور ہی ذریعہ سے ہوئی تھی اور کامل و مکمل کرکے تمہارے پاس بھیجا گیا تھا۔ اور جب یہ ہی تو ضرور ہی کہ جو شخص جیسا آئیگا ویسا جائے گا۔ غرضکہ بزرگ خواجہ بیابان ہندوستان کے تشنہ لبون کیلئے ابر رحمت بنکر اس طرف متوجہ ہوئے اور زبان حال یہ شعر پڑھا ؎ شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند۔ زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود۔ ہندوستان کی سرزمین مین قدم رکھا تو کامل ایک سال تک لاہور مین جلوہ فرمار ہے۔ اور یہان کے بہت سے علما و فضلا آپ کی محبت کے شیفتہ اور دلدادہ ہوگئے۔ لیکن چونکہ سارے ہندوستان مین صرف دہلی ہی ایک ایسی جگہ تھی اور اب بھی ہی جسے دارالاولیا اور بیت الفقرا کا فخر حاصل ہی۔ لہذا آپ یہان تشریف لائے اور قلعہ فیروز آباد مین جو ایک نہایت دلکشا مقام تھا اور ساحل دریا پر بڑی خوبصورتی اور دلکشی کے ساتھ واقع تھا رونق افروز ہوئے۔ خاص قلعہ مین ایک مسجد بھی نہایت عظیم الشان جس کی کچھ نمود اب بھی موجود ہی اور سابق کی رونق اور چہل پہل کی شہادت دے رہی ہی حضرت خواجہ خاص اس مسجد مین سکونت پذیر ہوئے اور زمان وفات تک یہین سکونت پذیر رہے۔

خواجہ کے عام اخلاق و عادات

محترم خواجہ کے عام اخلاق و عادات پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ کہنا شاید بیجا نہوگا کہ ہندوستان کے طبقۂ مشائخ نقشبندیہ بالخصوص طبقۂ مشائخ متاخرین نقشبندیہ مین کوئی شخص ایسا نہین گزرا جو اخلاقی فضائل مین خواجہ کا دعویدار ہو اور اگر بفرض محال کسی صفت مین کوئی شریک ہو بھی تو یہ دعوے

نہیں کیا جا سکتا کہ تواضع اور بےنفسی اور خشوع وخضوع اور عجز وانکسار میں بھی خواجہ سے فضل ثابت
ہوا ہو۔ آپ ہمیشہ عزلت اور گوشہ نشینی مین زندگی بسر کرتے تھے مگر آپ کی عزلت اور گوشہ نشینی تارکان نیا
فقرا اور راہبون جیسی نہ تھی بلکہ متشرع اولیا اور صلحا کی سی تھی کہ دل بیار اور دست بکار۔ کبھی آپ درویشو
اور معمولی آدمیون سے باتین کرتے دکھائی دیتے تھے اور کبھی حاجتمندون کی حاجت روائی مین سرگرم
مستعد پائے جاتے تھے۔ گاہے بازارون اور جنگلون مین پھرتے چلتے نظر پڑتے تھے اور گاہے مسجدو
معبد مین خداے خلاق وعلام کی عبادت گزاری مین مشغول پائے جاتے تھے۔

خاموشی خاموشی اور کم گوئی آپ کا عام شیوہ اور خاص عادت تھی۔ پہردن عالم سکوت مین گردن
جھکائے بیٹھے رہتے اور کسی شخص کی طرف آنکھ اٹھاکر بھی نہین دیکھتے تھے۔ اگر کسی نے کچھ پوچھا تو بقدر ضرورت
اور وہ بھی نہایت مختصر لفظون مین جواب دیدیا۔ لیکن جب تصوف کا علمی مسئلہ جو نہایت دقیق وغامض
ہوتا تو اسکی تفصیل وتنقیح مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھتے اور نہایت وضاحت اور بسط کے ساتھ بیان
کرتے۔ یہان تک کہ سائل کو باحسن الوجوہ تشفی حاصل ہوجاتی۔ اور اُس سے آپ کی صرف یہ غرض ہوتی کہ مبادا
مسئلہ کا مجمل طالب کے ذہن نشین نہو یا ذہن نشین ہو تو اُلٹا ہو اور اس سے اُس کے دینی عقائد مین خبط پڑے

عجز وانکسار باوجود استغنا اور مرجعیت عام کے آپ کے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز وانکسار تہا۔ سادات
وعلما کی تعظیم مین حد سے زیادہ مبالغہ کرتے۔ درویشون اور عالمون سے اُن کے مکان پر جاکر ملاقات
کرتے بلکہ کسی عالم کو پا پیادہ دیکھتے اور خود گھوڑے پر سوار ہوتے تو فوراً گھوڑے پر سے اُتر پڑتے اور سلام
ومصافحہ مین پیشقدمی فرماتے۔ مسلمانون کی حاجت روائی مین نہایت مستعدی وسرگرمی کے ساتھ کوشش
کرتے اور اُنکی امداد سے کبھی پہلوتہی اور دریغ جائز نہ رکھتے۔ جزئی اور کلی امور مین فقہاء متورعین کی طرف
رجوع فرماتے۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ غایت انکسار کی وجہ سے کسی پر اپنے مرتبہ اور کمال کا اظہار نہ
کرتے بلکہ حتی الامکان مخفی کرتے اور اپنے تئین احقر من الناس خیال کرتے۔ چنانچہ آپ کے ملفوظات
سے اس امر کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی طالب خدمت اقدس مین پہنچتا تو آپ انتہا درجہ کے عجز وانکسار
کی وجہ سے اپنے تئین اس عظیم الشان کام کے لائق نہ سمجھکر معذرت کرتے لیکن اگر طالب صادق اور
ثابت قدم ہوتا تو آپ کے اس انکسار کو علو منزلت کی دلیل سمجھتا اور اپنے تئین آپ کی خدمت مین سپرد کرکے زبان
حال سے کہتا **قطعہ**

ازین در نداریم روے گریز — اگرچہ از دو عالم گرز کردہ ایم
بیان نمکہاے این میگسار — حوالہ بریشن جگر کردہ ایم

کہتے ہین ایک خراسانی نوجوان مدت تک خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ کے مزار فائض الانوار کا مجاور رہا۔ اور حضرت خواجہ کی روحانیت سے ایک کامل مکمل پیر کی درخواست کرتا رہا۔ اسے واقعہ مین دکھایا گیا کہ طریقۂ نقشبندیہ کا ایک بزرگ ابھی شہر مین آیا ہے۔ اُسکی خدمت مین حاضر ہو۔ خراسانی نوجوان حسب الارشاد محترم خواجہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔ زبان درفشان پر جاری ہوا کہ یہ مسکین تو اپنے تئین اس لائق نہین دیکھتا واقعہ مین جس بزرگ کا تمہین حوالہ دیا گیا ہے وہ کوئی اور شخص ہوگا۔ غرض جب آپ نے کثرت انکسار سے بہت کچھ معذرت کی تو خراسانی نوجوان پھر اپنی جگہ آبیٹھا۔ دوسری رات کو اُس سے کہا گیا کہ جس بزرگ کا ہمنے تجھے پتا دیا تھا وہ یہی بزرگ ہے جس کی خدمت مین تو کل پہنچا اور اُسکا عجز و انکسار دیکھا تھا۔ صبح کی پَو پھٹتے ہی خراسانی خدمت اقدس مین حاضر ہوا اور قبولیت کی عزت حاصل کر کے مرتے دم تک آپسے جدا نہین ہوا۔۔

اکثر ایسا ہوتا کہ بزرگ خواجہ اپنی جبلی انکسار کی وجہ سے بعض صادق العقیدت طلبہ سے جو سالہا سال سے آپکی صحبت و خدمت مین تھے فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری یہ ساری کوششین محض بیحاصل اور رائگان ہین تم نے جو گمان میرے ساتھ کر رکھا ہے سراسر بے نتیجہ ہے مین تمہارے حق مین مناسب خیال کرتا ہون کہ کسی جگہ جا کر کوشش کرو اور مطلوب کی تلاش و جستجو مین تردد کرو۔ اور اگر کوئی رہنما پاؤ تو اس حقیر کو بھی اطلاع دو تاکہ مین بھی اُسکی خدمت مین حاضر ہون اور زخم دل کا مرہم پاؤن۔ خواجہ حسام الدین احمد جو خواجہؒ کے ممتاز خلیفہ اور نہایت خدمت گزار تھے بیان کرتے ہین کہ مجھے بھی محترم خواجہ نے ایسا ہی ارشاد کیا اور جب مینے آپ کی طرف سے انتہا درجہ کا اصرار دیکھا تو عدم تعمیل حکم اور توقف کو دور از ادب خیال کر کے متوجہ ہوا آگرہ شہر مین پہنچا تو حیران و پریشان تھا کہ کیا کرون اور کہان جاؤن۔ کبھی دل مین کہتا تھا کہ کسی شخص سے دریافت کرون شاید کسی صاحب معرفت کا پتا ملجائے۔ کبھی کہتا تھا کہ نہین بس اپنے پلی ہی واپس چلون انجام کار مین نے اپنے دل مین یہ فیصلہ کر لیا اور قطعی فیصلہ کر لیا کہ حضور خواجہ کے آستان مبارک پر حاضر ہو کر عرض کرون کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل مین تا بمقدور کوشش کی مگر مین نے تو کوئی ایسا شخص پایا نہین جس کی بابت آپنے ارشاد کیا تھا۔ مین ان ہی مسلسل خیالات مین محو تھا کہ ایک نہایت دلکش اور دلربا آواز

نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ مین چونک کر اِدہر اُدہر دیکھنے لگا تو ایک عالیشان مکان کی اونچی دیوار سے
گانے کی آواز میرے کان مین پہنچی۔ غور سے سُنا تو قوال شیخ سعدی رح کی یہ بیت بار بار گا رہے تھے بیت

توخواہی آستین افشانی خواہی و من اندر کش ۔۔۔ مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

اس بیت نے میرے آخری خیال کی چنگاری کو مشتعل کر دیا اور مین نہایت عجلت و سرعت کے ساتھ خدمت
اقدس مین حاضر ہوا اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا حرف بحرف عرض کر دیا +

شفقت اور ترحم کی مثالین

یہ ہم اول ہی لکھ چکے ہین کہ تواضع اور بے نفسی مین محترم خواجہ رح پایہ رکھتے تھے جس کی نظیر متاخرین مشائخ نقشبندیہ مین کم مشکل سے ملے گی۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اس صفت خاص مین کوئی شخص آپ کی برابری کا دعوے نہین کر سکتا اور اس کے
ساتھ ہی عفو و ترحم آپ کی جبلت مین گویا کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا کثرت شفقت نے ملک مین شہرت عام
پیدا کر دی تھی اور غریب حاجتمندون کا مجمع صبح اور شام کو خواجہ کے عام رہگزر پر ہوتا تھا۔ اور سب بامراد و دعا
دیتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لاہور مین خشک سالی کے آثار نمایان ہوئے اور سارے ملک پر قحط
و غربت کی گھٹا چھا گئی۔ اُس زمانہ مین محترم خواجہ لاہور مین تشریف رکھتے تھے۔ آپنے جب قحط زدون کی
مصیبت کا خیال کیا تو خود بھی کھانا پینا چھوڑ دیا اور چند روز کے بعد خدام نے کھانا پیش کیا تو حضور نے
پُر نم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہا کر فرمایا کہ یہ انصاف سے بہت دور ہے کہ ایک شخص تو پڑوس
مین بھوک کی وجہ سے رات بھر تڑپ تڑپ کر گزارے اور ہم سیر ہو کر کھانا کھائین۔ یہ فرمایا اور جسقدر کھانا
پیش کیا گیا تھا سب بھوکون کو تقسیم کرا دیا +

جب آپ لاہور سے دہلی تشریف لائے ہین تو راہ مین اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ابھی آپنے ایک فرسخ
بلکہ ایک میل بھی طے نہین کیا کہ کوئی عاجز پا پیادہ رستہ چلتا نظر پڑ گیا خود گھوڑے پر سے اُتر پڑے اور
اُسے سوار کر دیا۔ وہ منزل تک گھوڑے پر اور آپ پا پیادہ چلے آئے۔ اور اس غرض سے کہ کوئی آپ کو جانے
پہچانے نہین سر مبارک پر لنگی ڈال لیتے تھے۔ مگر جب منزل قریب ہی رہ جاتی تو آپ بہ نیت اخفا گھوڑے
پر سوار ہو لیتے۔ ان دونون واقعون سے بزرگ خواجہ کے شفقت و ترحم کی صفت خاص ظاہر ہوتی ہے
اور ساتھ ہی خلوص کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ آپ اپنے عمل خیر پر کسی کا مطلع ہونا پسند نہین کرتے تھے۔ پھر
آپ کا یہ شفقت و ترحم صرف گروہ بنی آدم ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ حیوانات کے بھی شامل حال تھا

چنانچہ آپکے ملفوظات سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک رات تہجد کے لیئے اُٹھے بلی لحاف پر سوگئی آپ نماز سے فارغ ہو کر بستر پر تشریف لائے تو بلی کو لحاف پر سوتے دیکھا شفقت و ترحم نے اتنی اجازت نہیں دی کہ آپ بلی کو جگا کر لحاف اوڑہیں۔ چنانچہ صبح تک یون ہی بیٹھے جاڑے کی سخت تکلیف جھیلتے رہے اور بلی کے جاگنے اور تکلیف پانے کے روادار نہوئے۔

رقت طبع آپکے ہمسایہ مین ایک نوجوان سکونت پذیر تھا ظالم اور شریر الطبع ممنوعات شرعیہ مین کوئی چیز ایسی نہ تھی جسکا وہ مرتکب تھا۔ طرح طرح کی بیجا شرارتین اُس سے ظہور مین آتی تھین۔ اور اُسکی یہ شرارتین متعدی و متجاوز تھین۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ خواجہ حسام الدین نے شہر کے کوتوال سے اُسکی ساری شرارتون کا ذکر کیا۔ اور اُس نے اُسے گرفتار کرکے حوالات مین بند کردیا۔ محترم خواجہ کو خبر ہوئی تو آپ نے خواجہ حسام الدین کو بلاکر عتاب کیا۔ اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ شخص پلے درجہ کا فاسق و شریر ہو اور اُسکی شرارت نہ صرف اُسکی ذات کے ساتھ محدود ہو بلکہ متعدی و متجاوز ہے۔ خواجہ یہ سُنکر اور بھی متاثر ہوئے اور دل پُردرد سے ایک سرد آہ کھینچکر فرمایا۔ ہان بھائی سچ ہے چونکہ تم اپنے تئین صالح باصفا اور گناہون سے پاک دیکھتے ہو اس لیئے وہ تمہاری نظرون مین فاسق و شریر ہے۔ ہم تو اپنے تئین کسی بات مین بھی اُس سے ممتاز نہین پاتے۔ اور جب یہ ہو تو کس بنا پر اُسے بُرا کہہ سکتے ہین۔ ازان بعد آپنے شہر کے کوتوال کو اُس کی سفارش کی۔ اور اُس نے فوراً نوجوان کو چھوڑدیا۔ آپ کی شفقت کی برکت سے خدا نے اُسے نیک ہدایت دی اور وہ گروہ صلحا مین ایک ممتاز صالح شمار کیا جانے لگا

تحمل و بُردباری تحمل و بردباری و بےنفسی کے لحاظ سے خواجہ جس رتبے کے آدمی تھے اُن کی نظیر بمشکل ملسکتی ہو۔ صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ مین ایک دن ایک مسجد کے گوشہ مین تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ مجھسے کچھ فاصلے پر دو فقیر اور بیٹھے ہوئے باہم باتین کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ کچھ شیوۂ اولیاء اللہ کا تذکرہ کرو۔ دوسرے نے متقدمین صلحاء امت کی دو چار حکایتین اور اُن کے عادات و اخلاق بیان کیئے۔ اور اسی ضمن مین یہ بھی بیان کیا کہ مین نے عمر بھر مین صرف ایک شخص کو دیکھا ہے جسکی نسبت مین یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ بےنفسی اور بردباری مین کوئی شخص اُسکا سہیم نہین ہوسکتا اور اُس مقام پر پہنچکر اُس نے ہمارے محترم خواجہ کا نام مبارک لیا اور کہا ایک دن کا ذکر ہے کہ مین خواجہ قطب الدین بختیار رحمہ اللہ کے مزار پر موجود تھا دفعتہً خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہ

تشریف لاتے ہین۔ خدامِ مزار نے جو مزار کے قرب جوار مین رہتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر
ایک تخت بچھایا۔ اور اُسپر فرش و تکیہ لگا کر استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اتنے مین ایک بے قید آزاد فقیر
آیا۔ اور تخت و بچھونے کو دیکھکر خادمِ مزار کیطرف روئے سخن کر کے کہا۔ یہ کیا ہی اور کس کے لیئے ہی خدام نے
کہا کہ خواجہ بزرگ جناب خواجہ محمد باقی تشریف لاتے ہین یہ تخت اُن کے جلوہ آرا ہونیکے لیئے بچھایا گیا ہے
اِن لفظون کے سنتے ہی بے قید و آزاد لوبیدبان فقیر پر بجلیان گر پڑین۔ اور نہایت غضبناک لہجہ مین خواجہ
کو سخت سست کہنے لگا۔ اسی اثنا مین خواجہ بھی تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھکر وہ اَور بھی برافروختہ ہوا
اور مُنہ در مُنہ ہرزہ گوئی اور دشنام دہی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا اور کہا اے شخص تو ایسی کون سی
لیاقت اور رتبہ رکھتا ہی کہ لوگ تیرے لیئے یہان فرش فروش کرین۔ محترم خواجہ کے ہمراہ جو درویشون کی
جماعت تھی وہ اِس بے لگام فقیر کی یہ دل آزار اور تکلیف دہ باتین سنکر بیچین تھی اور چاہتی تھی کہ بہت
جلد اسکی بدزبانی اور دشنام دہی کا مزہ اِسے چکھا دیا جائے۔ مگر فوراً خواجہ نے اُن کی طرف خشم آلود نگاہ
سے دیکھا اور اشارہ کیا کہ خبردار اِسپر ہاتھ نہ ڈالنا۔ اِس اشارہ کو پاتے ہی سب لوگ صم بکم کھڑے کے کھڑے
رہ گئے۔ اور فقیر کی سخت و درشت باتین جو اُن کے دلون مین زہر آلود تیرون سے زیادہ اثر کر رہی
تھین نہایت سکوت و خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ بے لگام فقیر جب سب کچھ کہہ چکا تو بزرگ خواجہ
اُسکے پاس گئے اور نہایت نرمی و عاجزی کے لہجے مین فرمایا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہین بالکل ٹھیک اور بجا فرماتے
ہین حقیقت مین مَین ویسا ہی ہون جن لفظون کے ساتھ آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ خدامِ مزار کا یہ فعل جسکی بابت
آپ کو رنج اور ناگواری پیدا ہوئی سچ بات یہ ہے کہ میرے بے اشارے اور بے علم ظہور مین آیا یعنے مجھے اِسکا
بالکل علم نہ تھا کہ خدام نے میرے لیئے اسقدر تکلف کیا ہے آپ برائے خدا معاف کیجئے اور مجھ بدنصیب کے
پیچھے اپنا مغز خالی نہ فرمایئے۔ الغرض آپ زبانِ مبارک سے یہ فرماتے جاتے اور اپنی آستین سے اُسکی پیشانی
کا پسینہ پونچھتے جاتے تھے۔ اور طرح طرح کی تواضع و انکسار کا اظہار کرتے تھے۔ اِس پر بے قید فقیر کا غصہ کچھ
دھیما پڑا اور اُس نے آپ سے چند درہم مانگے آپ نے فوراً جیب مین سے نکالکر حوالے کیئے فقیر ان درہمون
کو لیکر چلتا بنا۔ مَین اُس وقت ایک گوشہ مین کھڑا ہوا یہ تمام واقعات دیکھ رہا تھا۔ اور مجھے سب سے زیادہ خیال
اِس بات کا تھا کہ دیکھون خواجہ ان باتون سے کہانتک متاثر ہوتے ہین مگر مین سچ کہتا ہون کہ مَین نے کسی طرح کا تغیر و
تذبذب آپکے حال و قال مین نہین پایا اُس وقت مجھے یقین کامل ہو گیا کہ جسے نفس ملکی کہتے ہین وہ حقیقت مین یہی شخص ہے

فیاضی محترم خواجہ مین فیاضی کا نیچرل مادہ تھا کیونکہ کسی موقع پر آپکا ہاتھ فیاضی سے نہ رکتا تھا۔ جس طرح آپ اپنے مخلص طالبون کو فیاضی کی نصیحت کیا کرتے تھے اسی طرح ہر موقع پر آپ اپنی فیاضی کے اعلیٰ پیمانے پر نمونے دکھایا کرتے تھے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ مخلص امرا آپ کی خدمت مین سیم و زر اس غرض سے بھیجتے تھے کہ آپکی صوابدید اور رائے سے فقرا مین تقسیم کیا جائے۔ آپ اس رقم مین اپنی طرف سے کچھ اور اضافہ کرکے مستحقون کو تقسیم کر دیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شاہی امیر نے جو بزرگ خواجہ سے انتہا درجہ کی عقیدت رکھتا تھا بہت سا روپیہ خدمت مین بھیجا اور عرض کیا کہ اسے حضور اپنی رائے سے مستحقین پر صرف کردین۔ آپنے اپنے خادم سے فرمایا کہ جو کچھ ہمارے خزانے مین موجود ہو سب لے آؤ اور اس رقم مین شامل کردو۔ خادم نے اس واجب الاذعان فرمان کی فوراً تعمیل کی اور آپنے سارا روپیہ اسی وقت ان لوگون کو تقسیم کردیا جو استحقاق رکھتے تھے۔ اس موقع پر بعض جاہل محتاجون نے زبان طعن دراز کی اور کہا کہ ہمین اسقدر نہین ملا جتنے کا ہمین استحقاق حاصل تھا۔ آپکے اصحاب نے ان کے منہ بند کرنے اور زبان درازی سے روکنے کی کوشش کی تو آپنے منع فرمایا اور نہایت نرمی و آہستگی کے لہجہ مین ارشاد کیا کہ بھائیو! جسقدر مین نے اسوقت تمکو دیا ہے اتنا ہی تمہارے حق مین بہتر ہے۔ تم رنج نہ کرو آیندہ تمہین زیادہ دیا جائے گا۔

زہد و استغنا آپ مین زہد و استغنا اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ مجلس شریف مین امور دنیاوی کے متعلق کبھی کوئی بات مذکور ہی نہین ہوتی تھی۔ مگر ہان جب کوئی حاجتمند حاضر ہوتا تھا تو اسکی سفارش مین دو چار مختصر کلمے فرما دیتے تھے۔ آپ نے اپنے اور اپنے مخلص درویشون کے لیئے کبھی کسی سے کچھ طلب نہین کیا۔ بلکہ جب جب کسی عقیدتمند امیر نے آپکے یا آپ کے مخلص درویشون کے نام سے کوئی ہدیہ بھیجا تو اسے فوراً رد کردیا۔ چنانچہ جسوقت آپنے سفر حجاز کا عزم کیا تو اسکی خبر ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ کے وزیر اعظم عبد الرحیم خان المخاطب بہ **خانخانان** کو پہنچی جو فقرا سے عموماً اور بزرگ خواجہ سے خصوصاً کمال عقیدت رکھتا تھا اس نے ایک لاکھ روپیہ نقد آپکے اور آپکے ہمراہیون کے زاد و راحلہ کے لیئے بھیجا۔ اور ایک رقعہ مین نہایت عجز و انکسار سے لکھا کہ مجھے امید ہے کہ حضور اس ناچیز رقم کو قبول فرماکر میری عزت افزائی فرمائین گے۔ محترم خواجہ کے پاس جب یہ رقعہ اور رقعہ کے ساتھ روپے کی تھیلیان پہنچین تو آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی غضبناکی کی حالت مین نہایت برہمی کے ساتھ فرمایا کہ

ہم لوگون کو یہ مناسب نہین ہے کہ مسلمانون کا سیم وزر صرف کرکے اور اُن کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا مال ضائع کرکے حج کو جائین غرضکہ آپنے وہ روپیہ قبول نہین کیا اور خادمون سے کہکر فوراً واپس کرا دیا۔

آپ ہمیشہ مَسکنت و فقر مین زندگی بسر کرتے تھے اور اسی مین خوش بھی تھے عموماً تمام اوقات مین بالخصوص نماز پنج وقتہ کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ پھر جس طرح فقر و مسکنت اپنے لیے پسند کرتے تھے اسی طرح رشید مُریدون کے حق مین بھی پسند کرتے تھے۔ اور جسے فقر و فاقے اور قناعت و توکل کے اوصاف کے ساتھ متصف پاتے اُسے دل سے محبوب رکھتے تھے۔ بلکہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو ہماری سرکار سے مالی امداد پہنچے وہ یقین کرلے کہ ہمین اُس سے دینی محبت بہت کم ہے۔ آپکے عقیدتمندون مین کچھ لوگ متمول اور مالدار بھی تھے اور وہ ہمیشہ التماس کرتے تھے کہ اگر حکم ہو تو آستان شریف کے فقرا کیلیے کچھ روزینہ مقرر کردیا جائے۔ مگر آپ اُن لوگون کے بارے مین اجازت نہین دیتے تھے جنھون نے آپ سے نسبت معنوی کو صحیح اور درست کرلیا تھا البتہ نووارد و مسافرون کے حق مین منظور فرماتے اور اُن کے وظائف مقرر کرا دیتے تھے۔

سادہ مزاجی کھانے پہننے اور مسکن مین آپ کی بے تقیدی اور سادہ مزاجی کی یہانتک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اگر متواتر چند روز تک ایک ایسا کھانا آپ کے سامنے لایا جاتا جو آپ کو مرغوب و مطبوع نہوتا تو کبھی آپ یہ کبھی نہین فرماتے تھے کہ دوسری طرح کا کھانا لاؤ۔ علیٰ ہذا القیاس اگر بدن مبارک کے کپڑے میلے اور نہایت میلے ہوجاتے تب بھی یہ نہ کہتے کہ دوسرے سفید و صاف کپڑے حاضر کرو۔ یہی حال آپکے مکان کا تھا کہ ٹوٹا پھوٹا ہے تو کچھ پروا نہین تنگ و تاریک ہے تو کچھ شکایت نہین کوڑی کرکٹ سے پٹا ہوا ہے تو کچھ گلا نہین غرضکہ آپ تسلیم و رضا کے دریا مین اسقدر غرق تھے کہ اِن باتون کی طرف کبھی میل ہی نہین کرتے تھے اور نہایت سادگی اور آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

احتیاط آپ کھانے پینے مین انتہا سے زیادہ احتیاط کرتے جب کہین سے ہدیہ پہنچتا تو اگرچہ بحکم حدیث صحیح مَنْ لَا تَرُدُّ الْھَدِیَّۃَ اُسے رد نہ کرتے لیکن بجنسہ اپنے مصارف مین لانے سے مضایقہ کرتے بلکہ کسی ایسی جگہ سے قرض منگا لیکر اُس کی عوض اسے دیدیتے جس کی کسب و کمائی مین ذرا بھی شبہ نہوتا تھا۔ آپ خدام کو نہایت مبالغے اور تاکید کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ کھانا پکانے والا کھانا پکانے اور

تیار کرنے کے وقت وضو سے رہیں۔ بلکہ اگر ارباب حضور وصفا کے گروہ میں سے ہو تو بہت بہتر ہے تاکہ کھانا تیار کرتے وقت دنیاوی اُمور کے متعلق ایک حرف تک زبان سے نہ نکالے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو لقمہ بے حضور و بے احتیاط کھایا جاتا ہے اُس سے ایک ایسا دھواں پیدا ہوتا ہے جس سے مجاری فیض بند ہو جاتے اور ارواحِ طیبہ جو وسائل فیض ہیں دل کے مقابل نہیں ہونے پاتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک صاحب حال وکشف درویش خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنے کام میں بستگی اور باطن میں کدورت پاتا ہوں نہیں معلوم کہ یہ بات کس وجہ سے پیدا ہوئی۔ کیا مجھ سے کوئی ایسی تقصیر سرزد ہوگئی ہے جو اس کدورت کی موجب ہے۔ یا کیا بات ہے۔ محترم خواجہ نے توجہ کے بعد فرمایا کہ لقمہ میں کچھ بے احتیاطی ہوگئی ہے درویش نے عرض کیا کہ میں معمولی کھانا کھاتا اور شبہ سے ہمیشہ دور رہتا ہوں۔ فرمایا غور کر کے دیکھو ہمیں تو بجز اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ درویش نے جب بہت تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے درویش کا کھانا پکتا تھا اُن میں دو تین لکڑیاں ایسی بھی شامل ہوگئی تھیں جن میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا گیا تھا

طرز عمل محترم خواجہ اگرچہ ریاضت شاقہ کی وجہ سے انتہا درجہ کے نحیف الجسم اور ضعیف البدن تھے مگر اپنے منصبی فرائض کے ادا کرنے میں نہایت چست وچاق اور مستعد و سرگرم دکھائی دیتے تھے دوام حضور اور تکثیر طاعات میں شغف تمام رکھتے اور اوقات کو عبادت الٰہی سے ہمیشہ معمور رکھتے۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر حجرے میں تشریف لیجاتے اور تھوڑی دیر تک مراقب رہتے۔ مگر جب اعضاء پر ضعف وکسل غالب ہوتا تو اُٹھ کر تجدید وضو کرتے اور دوگانہ ادا کر کے پھر حجرے میں تشریف فرما ہو کر مصروف مراقبہ ہوتے۔ غرضکہ رات کا اکثر حصہ اسی طرح گزارتے اور صبح ہوتے تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ تمام اُمور میں آپ کا عمل عزیمت اور اولیٰ پر ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے صرف اس غرض سے کہ قرأت خلف امام کی صحیح روایتیں کثرت سے کتب حدیث میں وارد ہیں۔ ایک عرصہ تک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے رہے۔ اسی اثنا میں امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے معاملہ میں دیکھا کہ ایک طرف کو کھڑے ہوئے اپنی مدح میں ایک نہایت عمدہ قصیدہ پڑھ رہے ہیں جس سے یہ مضمون مستفاد ہوتا تھا کہ میرے طریق و مذہب پر بہت سے اولیاء کبار ہو گزرے ہیں اُسی روز سے آپ نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چھوڑ دی آپ شرع اور علمائے شرع کا ادب اسقدر کرتے تھے کہ اُس سے زیادہ کرنا ممکن نہیں۔ اتباع سنن میں

مین نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش کرنے اور اسی کو ہمیشہ اوڑھنا بچھونا بنائے رہنے چنانچہ آپ کے ملفوظات سے اس بات کا ثبوت اچھی طرح ہوسکتا ہے اور ذیل کی رباعی تو جو آپ ہی کے کلک دُر بار کا نتیجہ ہے۔ **رباعی**

درراہِ خدا جملہ ادب باید بود ۔۔۔ تا جان باقی ست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند ۔۔۔ کم باید کرد و خشک لب باید بود

تفرید محترم خواجہ تفرید مین وہ رتبہ رکھتے تھے جس کے اظہار سے قلم و زبان دونوں عاجز و گُنگ ہین آغاز عمر سے انتہائے عمر تک کے مابین اگرچہ بڑے بڑے عظیم الشان حالات آپ پر منکشف ہوئے مگر آپ کی بلند ہمتی نے کسی ایک حال و کشف پر بھی قناعت نہیں کی اور جس طرح ابتدا مین سرگرم طلب تھے آخر تک اُسی مین کوشان رہے شیخ تاج الدین جو بزرگ خواجہ کے ایک نہایت جلیل القدر اور معزز خلیفہ ہین بیان کرتے ہین کہ ایک دن ہمارے خواجہ دریا کے ساحل کی طرف متوجہ ہوئے اور عجیب کیفیت کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ قبا کے بند کھلے ہوئے۔ سینہ ننگا۔ عمامہ پریشان چہرہ مبارک پیشانی پر تنگی اور قلق و اندوہ کے آثار نمایان اور پیشانی سے غیبی نور کی حیرت انگیز جھلک عیان۔ آپکی یہ کیفیت دیکھکر مین بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ دریا کے کنارے پہونچکر آپ کو میرا احساس ہوا میری طرف مڑکر دیکھا اور آہ و درد کے ساتھ فرمایا کہ تاج! سن اور غور سے سن ہم پر عالم بالا سے اسقدر واردات و احوال اور فیوضات و انوار اور اسرار ریزش کرتے ہین کہ اگر یہ سارا دریا لکھنے کی سیاہی بنجائے تو بھی اُن کے لکھنے اور شمار مین لانے کو وفا نہ کرسکے۔ مگر ہم کو ان سے کیا کام ہمارا مقصد اصلی اور مطلوب دلی دید و دانش سے کوسون دور ہے۔ یہ کہکر آپنے فی البدیہ یہ شعر پڑھا **شعر**

طلب بیچون و مطلب ہیچ گونہ ۔۔۔ نہ آن را شبہ و نے این را نمونہ

یہ بھی شیخ تاج الدین کا بیان ہے کہ ایک روز مین صف جماعت مین خواجہ کے ہم پہلو تھا اثنار نماز مین آپ پر استیلاء گریہ و اضمحلال کے آثار محسوس ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اسی طرح حیران و گریان حجرے مین جلوہ آرا ہوئے۔ مین بھی دل کڑا کرکے آپکے عقب مین روانہ ہوا اور حجرے مین پہنچکر دیکھا تو آپ اسی طرح آہ و بکا مین مصروف ہین اور حزن و اندوہ سے کہ چہرہ مبارک سے پڑا نچڑ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مین نے خلاف ادب گستاخانہ عرض کیا کہ حضور! اس بے اختیار رونے اور اندوہ و آشفتگی کا سبب کیا ہے؟ فرمایا تاج! تو اس بات کو دریافت نہ کر اور ہم کو اسی درد و

اندوہ مین چھوڑ دے۔ چونکہ خواجہ کی بے انتہا عنایتون نے مجھے بہت کچھ دلیر کردیا تھا مین نے باصرار دریافت کیا۔ فرمایا عین نماز مین جسے مومن کی معراج کہتے ہین میری روح نے مطلب ورا الورا کی طلب مین عروج کیا اور تا بمقدور اُس کی جستجو مین کوشش کی۔ مگر جب مقصد پر کامیاب نہین ہوئی تو حیران و گریان اپنے تئین قفس قالب مین لا ڈالا۔ اُس کا یہ گریہ یہ اندوہ اسی حسرت کیوجہ سے تھا۔

الغرض تفرید آپ پر اسقدر غالب تھی کہ طلبہ کو اپنی صحبت مین رکھنے اور شیخیت کرنے کا خیال تک نہ تھا۔ صرف دو یا تین سال درویشون کی تربیت مین مصروف رہے۔ اور یہی آپ کی توجہ کا زمانہ کہلایا جاتا تھا۔ کمال و اکمال کے درجہ کو پہنچتے ہی آپ نے ارباب ارادت کی تعلیم او صحبت سے دست کشی فرمائی اور یارون کو دوسرے لوگون کے حوالہ کرکے خود عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی اور قطب آفاق ابوعلی دقاق قدس اللہ سرہ کی طرح درد و اندوہ کے ساتھ سر مبارک گریبان نیستی مین لیگئے ان ہی دنون مین آپنے لوگون سے ملنا جلنا آنا جانا نشست ترک کردیا تھا اور بجز مسجد جماعت کے اور کہین آمد و رفت نہین کرتے تھے۔ اِس موقع پر جو شخص آپ کو دیکھتا تھا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث من اراد ان ینظر الی میت یمشی فی وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافۃ کا سما اُس کی نظرون مین سما جاتا تھا۔

شوکت و وقار باوجود اس کے جو ہیبت و دہشت اور شوکات و سطوت آپ کے رخ مبارک سے نمایان تھے اُنکی نظیر کہین ڈھونڈے بھی نہین ملسکتی تھی غافل اور بے خبر لوگون کو آپ کے دیدار سے خدا یاد آتا تھا اور منکرون پر آپ کی ہیبت کا ایک اثر خاص پڑتا تھا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کو ایک بستی پر سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے باشندے ہندو تھے بستی کے باہر کچھ لوگ اپنے کھیتون پر بیٹھے ہوئے ادہر اُدہر کی باتین کر رہے تھے۔ جون ہی اُن کی نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑی باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عجیب شخص ہے کہ اسکے دیکھنے سے ہمین خدا یاد آتا ہے۔ ایک معتبر فاضل کا بیان ہے کہ مین ایک روز بزرگ خواجہ کی مسجد مین نماز پڑھنے گیا دیکھا تو صف جماعت کھڑی ہے اور خواجہ بھی صف مین تشریف رکھتے ہین۔ پہلی صف بالکل بھر گئی تھی اور اتنی جگہ باقی نہ تھی کہ مین اُس مین کھڑا ہوجاتا۔ غور سے دیکھا تو خواجہ کے پہلو مین تھوڑا سا فرجہ تھا جسے درویشون نے خواجہ کے ادب کیوجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ چونکہ مجھے خواجہ کے ساتھ چندان عقیدت نہ تھی اور مین نے آپ کو بچپن سادہ دیکھا تھا

لہذا رعایت ادب مجھے اس بات سے مانع نہین ہوئی کہ مین اس فرجہ مین کھڑا نہ ہون چنانچہ مین
بے محابا اُس فرجہ مین گھس گیا اور نماز کی نیت مستحکم کرلی۔ ابھی ایک ساعت بھی نہین گزری تھی کہ خواجہ
کی عظمت و شکوہ نے میرے دل پر حملہ کیا۔ ہرچند کہ مین اپنے جسم کو سکیڑتا اور آپ سے علٰحدہ ہوتا تھا
مگر میرے دل سے آپ کی ہیبت کا اثر کم نہین ہوتا تھا حتی کہ مین عین نماز مین بے اختیارانہ پیچھے ہٹا۔
اور ہٹتے ہٹتے یہانتک نوبت پہنچی کہ اگر ایک قدم پیچھے اور ہٹون تو چبوترے سے نیچے گر پڑون۔ یہانتک
پہنچکر مین ہوشیار ہوا۔ اور اب سے آپکی خدمت و ارادت مین شب و روز بسر کرنے لگا۔ چند روز نہ
گزرے تھے کہ اُس عارف بزرگوار کی توجہ خاص سے اُس کے حقیقی مخلصون کے سلسلہ مین مَین بھی داخل ہوگیا

عظمت و علو مرتبت

اِن سب باتون کو چھوڑ کر اگر محترم خواجہ کی صرف عظمت و علو مرتبت
پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہمین اُسکی مثال اکابر نقشبندیہ مین بہت مشکل سے مل سکتی ہے۔ یہ نوٹ تعجب اور
نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے کہ بزرگ خواجہ نے مساکر کے تین سال مسندِ
مشیخت کو رونق و زینت دی اور ہزارہا بندگانِ خدا آپ کے خوانِ دولت سے روزی مند ہوئے۔
اور ہندوستان کے وسیع ملک میں اتنے تھوڑے عرصہ مین آپ کی برکات کے آثار و اقتدارات
اس کونے سے لیکر اُس کونے تک تمام مین پھیل گئے۔ مضامین تاریخ اور مشائخ کے تذکرون کے
پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے بہت سے مشائخ و بزرگوار اس سرزمین پر یکے
بعد دیگرے جلوہ آرا ہوئے اور اُنھون نے اپنے متبرک انفاس کے ذریعہ سے اس سلسلہ کو جو
ان دنون محض غریبانہ اور مسافرانہ حالت مین تھا رواج دینا چاہا۔ لیکن جو برکات محترم خواجہ کے اس قدر
قلیل زمانہ مین طریقۂ نقشبندیہ کی نسبت ظہور مین آئین وہ اکابر نقشبندیہ کی سالہا سال کی کوششون
سے بہت زائد تھین۔ ایک فاضل کا بیان ہے کہ بعض بزرگوار مشائخ جو صاحبِ حال و قال بھی تھے
اور جن کی عظمت و وقار کا پھریرا ہندوستان مین نہایت زور سے اُڑ رہا تھا۔ ساٹھ ساٹھ اور ستر
ستر سال تک کرسی مشیخت پر رونق افروز رہے۔ مگر ہزار تلاش و جستجو کے بعد بھی معلوم نہین ہوتا
کہ ہندوستان مین اُن کی تازہ اور جیتی جاگتی چلتی پھرتی ایک یادگار بھی باقی ہو۔ محترم خواجہ کی بزرگی اور
عظمت کی نسبت صرف اسی قدر کہنا بس کرتا ہے کہ صرف چالیس سال دنیا مین رہے اور زیادہ سے زیادہ تین
یا چار سال مسندِ مشیخت کو رونق و زینت عطا فرمائی۔ مگر سچ پوچھیے تو ایک عالم کو بہرہ ور کر دیا۔ اور

ہندوستان کے ہر حصے مین طریقہ نقشبندیہ کی نہایت خوشگوار نہرین بہت ہی دلربا و پیاری ادا کے ساتھ لہرین لینے لگین جناب شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ جو اپنے زمانے کے اہل عرفان مین ممتاز و نہایت بزرگ شخص تسلیم کیے جاتے تھے۔ بیان کرتے ہین کہ بزرگ خواجہ کی عظمت و فضیلت کا صرف ایک یہ نشانِ کافی ہے کہ آپ تین چار سال سے زیادہ خلق اللہ کی ہدایت مین مصروف نہین ہوی اور پھر آج تک آپکے آثار و برکات روز افزون ہین اور نہ معلوم کب تک رہین گے۔

انتقال محترم خواجہ جب عمر کے چالیس مرحلے طے کر چکے تو آپ کو اس جہان پر ملال سے ہوس انتقال دامنگیر ہوئی۔ ان دنون مین آپ کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ جب کسی کی خبر رحلت گوش گزار ہوتی تو ایک آہِ سرد کھینچکر فرماتے اچھا ہوا کہ بیچارہ دنیا کے ختم نہ ہونے والے بکھیڑون سے چھوٹ گیا۔ انتقال سے کچھ دنون پیشتر آپنے اپنی نسبت واقعے مین دیکھا کہ ایک بڑا طومار ہے اور اس کے آخر مین یہ عبارت لکھی ہوئی ہے فَبَقِیْتُ وَجِئْنَا الطَّرِیْقَ فَرِیْدًا ۱ اسی اثنا مین آپنے ایک روز اپنی بی بی سے فرمایا کہ جب میری عمر کامل چالیس برس کی ہوجائیگی تو مجھے ایک عظیم الشان واقعہ پیش آے گا اور اُن کو سمجھانے کیلئے ہاتھ کی ہتیلی کھول کر دکھائی اور فرمایا دیکھو یہ خطوط جو میری ہتیلی مین ہین اُس بات کی بین علامت ہین جو تم سے ابھی بیان کرچکا ہون ان ہی دنون کا ذکر ہے کہ آپنے آئینہ دست مبارک مین لیکر اپنی اہلیہ بی بی سے فرمایا کہ آؤ ہم تم دونون آئینہ دیکھین۔ بی بی صاحبہ کا بیان ہے کہ مین جو آئینہ مین نظر کرتی ہون تو دیکھتی ہون کہ اُس مین ایک بوڑھے آدمی کی شبیہ ہے جس کی ڈاڑھی کے تمام بال سفید ہین۔ یہ دیکھکر ڈری اور عرض کیا کہ آپ یہ کیسی صورت دکھاتے ہین جس کے دیکھنے سے میرے تمام بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور کپکپی چھوٹتی ہے۔ مین تو اس صورت کے دیکھنے کی تاب نہین رکھتی۔ آپنے تبسم فرمایا اور اپنی اصلی صورت آئینہ مین ظاہر کی۔

آپ کی قدیمی عادت تھی کہ اپنے مکشوفات کو خواب سے تعبیر فرماکر لوگون کے سامنے مذکور فرمایا کرتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ زبانِ مبارک پر جاری ہوا کہ بعض خوابون سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اسی زمانہ مین سلسلہ علیہ نقشبندیہ کا کوئی بڑا شخص فوت ہونے والا ہے۔ یہ کہکر ارشاد فرمایا کہ شہر دہلی کے کنارے کوئی پاک جگہ اختیار کرنی چاہیئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد سے محترم خواجہ نے لوگون سے ملنا جلنا بالکل ترک کردیا اور اپنے بعض مخلص دوستون کو استخارے کا حکم فرمایا۔ لیکن جب اجازت کی کوئی ظاہری

وجہ معلوم نہین ہوئی تو اس ارادے سے دست برداری فرمائی - پھر ایک روز کا مذکور ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا ایسا دیکھا گیا ہے کہ کھلے لفظوں مین کہا جاتا ہے کہ جس غرض کیلئے تجھے لایا گیا تھا وہ پوری ہوگئی - اب سامانِ سفر مہیا کرکے کوچ کی آمادگی ظاہر کرنی چاہیے - الغرض جمادی الاخری ۱۰۱۲ ہجری مین امراض جسمانی نے آپ پر غلبہ کیا ان ایام مین آپ نے فرمایا مین نے خواجہ احرار رضی اللہ عنہ کو خواب مین دیکھا ہے - فرماتے ہین کہ فرزند من! پیراہن سے اپنے جسم کو ڈھانک لو یہ خواب بیان کرکے بزرگ خواجہ نے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اگر ہم کچھ دنون زندہ رہے تو ایسا ہی کرین گے ورنہ کفن بھی ایک طرح کا پیراہن ہے -

جمادی الآخری کی پچیسوین تاریخ ہفتہ کا دن تھا کہ محترم خواجہ پر احتضار کے آثار نمایان ہوئے - یہ ایک نہایت المناک سین ہے جس کے کھینچنے مین قلم کا مصورد باوجودیکہ پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلیجہ رکھتا ہے) تھرتھرکانپتا ہے - در و دیوار سے حسرت ویاس پڑی ٹپک رہی تھی اور اہلِ مجلس پر سکوت وخاموشی کا عالمگیر سناٹا چھایا ہوا تھا - ادہر محترم خواجہ الوداعی نظرون سے اپنے اصحاب کو دیکھ رہے تھے اور اُدہر اہلِ مجلس پُرنم آنکھون سے خون کی ندیان بہا رہے تھے - کبھی آپ تبسم اور تبسم کے ساتھ تعجب ظاہر کرکے گویا اشارون مین حاضرین کو سمجہاتے تھے کہ تعجب ہے تم درویش ہوکر رضا بالقضا کی وسیع دائرے سے قدم باہر رکھتے اور جزع وفزع کرتے ہو - اور کبھی حاضرین مجلس کی طرف سے منہ موڑکر ذکر الٰہی مین مشغول ہوتے تھے - غرضکہ اسی کشمکش مین سارا دن گزر گیا - پہر دن باقی تھا کہ بزرگ خواجہ اسم ذات کے ذکر مین مصروف ہوئے - اور اللہ اللہ کہتے ہوئے جان بحق تسلیم کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کا پُردرد نعرہ مجلس سے بلند ہُوا - اور اہلِ مجلس اورحرم سرائے خاص مین ایک عام تہلکہ پڑگیا -

انتقال کے بعد آپکے مخلص دوستون کی قرارداد کے مطابق ایک عمدہ زمین مین قبر تیار کی گئی لیکن جب درویش درویشون نے جنازے کو اُٹھایا تو اُس دیوانگی اور بے حواسی کی وجہ سے جو حاملانِ جنازہ کو طاری تھی تابوت کو اُس مقام پر نہین اُتارا جہان پہلے ہی سے قبر تیار کیگئی تھی - بلکہ ایک اور زمین مین پہنچکر تابوت رکھا - معلوم ہوا کہ یہ وہی زمین ہے جہان ایک روز محترم خواجہ نے وضو کرکے دوگانہ ادا فرمایا تھا اور اپنے اصحاب کو تلقین وتعلیم کی تھی اور اُٹھتے وقت جب اپنے دامنِ مبارک پر

دیکھا تھا کہ وہاں کچھ خاک لگ گئی ہے تو زبان فیض ترجمان سے فرمایا تھا کہ یہ موضع ہمارا دامنگیر ہے۔ یہی ہمارا مدفن ہوگا۔ چنانچہ یاروں نے وہ واقعہ یاد کرکے اُسی جگہ قبر کھودی اور آپ کو دفن کیا۔ بعد کو خواجہ حسام الدین احمد نے آپ کے مزار کے اردگرد بہت سے خوشنما درخت لگائے اور چند ہی روز میں وہ قطعۂ زمین رشک گلستان بن گیا۔

محترم خواجہ کے انتقال پر بہت سے نامور فضلا اور مشہور عرفا نے نہایت دردناک مرثیے کہے اور برجستہ تاریخی مادّے نکال کر اُن کے ساتھ نتیجہ خیز مصرعے چسپاں کیے۔ جن سے بزرگ خواجہ کا سنۂ انتقال اور سنۂ انتقال کے ساتھ آپ کے فضل و کمال و اخلاق و عادات کی تصویریں دونوں رخ صاف طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہم نے اُن میں سے ذیل کی چند تاریخیں انتخاب کیں اور اُن ہی کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

(۱) ذاتے کہ بدوست بود باقی | ازخود ہمہ فانی الصفت بود
برخالق خویش جملگی عشق | برخلق تمام عاطفت بود
وے تشنہ ولم بسال فوتش | خوش گفت کہ بحر معرفت بود

(۲) خواجہ باقی آن امام اولیاء | عارف باللہ اسرار نہفت
نکہت بستان سرائے انبیاء | از نہال جعفری خوش گل شگفت
چونکہ بُد مشرب فنا اندر بقاء | محو حق گشتہ دُرِ اسرار سُفت
سال تاریخ وصالش خسروے | فی البدیہہ نقشبند وقت گفت

یہ تاریخ آپ کے روضۂ مبارک کے جنوبی دروازے پر نہایت خوشنما حرفوں میں کندہ ہے۔ اور "نقشبند وقت" سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(۳) قبلۂ ارباب معنی کعبۂ اصحاب دین | مظہر فیض الٰہی صاحب علم الیقین
حامی دین نبی اکمل امام المتقین | مورد فضل گرامی آل ختم المرسلین
کاشف اسرار مطلق واقف عین الیقین | محو ذات اقدس و باللہ باقی بالیقین
غوث اعظم عروۃ الوثقٰے ز رب العالمین | قطب ارشاد جہان ہم معنی از حق الیقین
کامل عالی طریقہ مہدی راہ متین | بحر عرفان الٰہی مقتدار العارفین
راضی و مرضی حق بر ذات و شان او مبین | این کرامت ہست بر محبوب رب العالمین

نور ہمچون پر تو جبینش تافت از حق المبین | شد زمین ہمتش روشن قلوب المؤمنین
کے توانم گفت مدحِ آن خلاصہ واصلین | ہست ذاتِ خواجہ باقی رحمۃ للعٰلمین
نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقین | مرجعِ انس و ملک از فضل ربّ العالمین
چون کمالش وصلِ دائم بود یعنی ذنشین | شد وصالِ غیب او آخر بعمر اربعین
دان زہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین | از وفاتِ قطبِ دوران تکیہ گاہِ سالکین
ہر کہ آید بر مزارش از سرِ صدق و یقین | حاجتش گردد روا ہم مقصدِ دنیا و دین

۱۰۱۲ھ

محترم خواجہ کے مزار مبارک کے سرہانے ایک صاف پتھر کھڑا ہے جس مین یہ تاریخ بہت ہی خوبصورت اور دلربا حرفون مین کندہ کی ہوئی ہے۔

محترم خواجہ کی اولادِ ذکور

خواجہ عبید اللہ یہ دنیا کے نامور اور مشہور فاضل اور اربابِ باطن کے قبلۂ دین حضرت خواجہ محمد الباقی کے فرزندِ اکبر ہین جنکی نسبتِ باطنی اور علمِ معنوی کے پُر فخر اور قابلِ قدر واقعات سے صفحاتِ تاریخ کو زینت ہے اور تا قیامِ قیامت رہے گی۔ بلحاظ شہرت اور دیگر فضائل کے ناظرین پر صاف طور پر ثابت ہو جائیگا کہ خواجہ عبید اللہ الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ آپ کے پیدا ہونے پر آپ کے والدِ بزرگوار نے ایک نہایت برجستہ اور معنی خیز قصیدہ لکھا جس سے آپ کا سالِ ولادت اور وقتِ ولادت ظاہر ہوتا ہے۔ محترم خواجہ فرماتے ہین۔

او گشتہ درین خرابہ منزل | روز یکم از ربیع الاول
بود آخرِ عصر کان یگانہ | اُفتاد درین سیاہ خانہ
طبعم غزلِ نشاط سگفت | دیدم تا گہ بہار شگفت
تاریخ شناس تیز بین مرد | بشگفت بہار در خط آورد

بزرگ خواجہ نے غالبًا "بہار شگفت" مین خواجہ عبید اللہ کا سنِ ولادت ظاہر کیا ہے اگر واقع مین ایسا ہی ہے تو یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۱۰ہجری مین عصر کے وقت خواجہ عبید اللہ کی ولادت ہوئی۔ گویا والدِ بزرگوار کے انتقال سے دو سال پہلے پیدا ہوے۔ آپ کی اس نام سے پکارے جانے

کی وجہ یہ ہے کہ ولادت کے قبل ایک صاحب حال درویش کو واقعے مین دکھایا گیا کہ محترم خواجہ کے گھر مین ایک حمیدہ خصائل فرزند پیدا ہونے والا ہے۔ اُس کا نام خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے نام نامی پر رکھنا چاہیئے اُس درویش نے اپنے واقعے کا راز خواجہ کے گوش گزار کیا۔ اور جب یہ فرزند ارجمند پیدا ہوا تو خواجہ نے اس کا نام خواجہ عبید اللہ رکھا۔

کچھ کم دو سال تک خواجہ عبید اللہ نے والد بزرگوار کی نظر مین پرورش پائی اور اس کے بعد خواجہ حسام الدین احمد نے آپ کو اپنی کفالت مین لے لیا۔ سن شعور مین قدم رکھا تو قرآن مجید اور دینی مسائل کی چھوٹی چھوٹی کتابین پڑھین اور طریقۂ نقشبندیہ علیہ کا شغل شیخ الہ داد سے حاصل کیا اور جب عمر کا ابتدائی حصہ اعلیٰ درجے کی تعلیم و تربیت کے ساتھ گزر گیا تو مخدوم زادے کو جناب شیخ احمد سرہندی نے جو محترم خواجہ کے ممتاز اور جلیل القدر خلیفہ تھے اپنی صحبت مین رکھا اور بزرگ خواجہ کی مزید شفقت و مرحمت اور اُس آخری وصیت پر نظر کر کے جو حضور نے شیخ سرہندی کو اپنے دونون فرزندون کے بارے مین کی تھی تعلیم و تلقین کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ خواجہ عبید اللہ کو تمام باطنی امور سے آگاہ کر دیا۔

صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ محترم خواجہ نے ایام حیات ہی مین جناب شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کو اپنے دونون فرزندون کے حق مین دعا کرنے اور اُن کے حال پر توجہ کرنے کا اشارہ فرمایا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد کیا تھا کہ جب یہ بچے سن شعور کو پہنچین تو انھین چند روز اپنی صحبت مین رکھکر تعلیم و تلقین سے بہرہ ور کرنا چنانچہ جناب شیخ احمد سرہندی کے اُس خط سے جو اُنھون نے آخر مین اِن دونون مخدوم زادون کی خدمت مین لکھا تھا یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہو ہذا:

سہ مرتبہ فقیر بدولت عتبہ بوسی حضرت ایشان (مراد از حضرت ایشان خواجہ بزرگ حضرت خواجہ محمد الباقی است) مشرف گشت۔ مرتبۂ اخیر فقیر را فرمودند کہ ضعف بدن برمن غالب آمدہ است امید حیات کم ماندہ از احوال طفلان خبردار خواہی بود و در حضور خود شما را طلبیدند و شما در حجور مرضعات بودید و بفقیر امر کردند کہ بایشان توجہ بکن ما برایشان بشما توجہ کردہ بحدیکہ ظاہرا اثر آن توجہ نیز ظاہر شد امید ہست کہ ببرکت حضور ایشان آن توجہ مثمر نتائج باشد۔ انتہیٰ۔

الغرض خواجہ عبید اللہ کچھ تو والد بزرگوار کی نظروں کی برکت سے اور کچھ خواجہ حسام الدین احمد اور شیخ الہداد کی ہمت وصحبت سے اور آخر میں جناب شیخ احمد سرہندی کی تعلیم وتلقین سے بہرہ ور ہوکر اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے اور اپنے منصب کو نہایت قابلیت اور مستعدی کے ساتھ ادا کرنے لگے۔

محترم خواجہ کے دوسرے فرزند ارجمند خواجہ محمد عبد اللہ ہیں۔ یہ خواجہ عبید اللہ چار مہینے چھوٹے ہیں اور دوسری والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہونے پر بھی بزرگ خواجہ نے چند بیتوں کا قصیدہ کہا۔ اور اس میں اُن کی تاریخ ولادت اور سال وماہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

تاریخ یکے چو شد نمودار	ہنگام تولد دگر آر
اُفتادہ بہ بحر در تلاطم	ماہ رجب و پگاہ و ششم
مابین ظہور این دو گوہر	بگذشتہ چہار ماہ اکثر
چون صبح رسید آخر شب	چون روز ز روشنی لبالب
چون ماہ تمام منشرح صدر	در ظلمت شب چو ساعت قدر

خواجہ محمد عبد اللہ صورت میں شباہت میں سیرت میں اپنے والد بزرگوار کی ہو بہو تصویر تھے آپ نے سن طفولیت کے ابتدائی مرحلے طے کرکے جب سن رشد میں قدم رکھا تو تعلیم کا شوق دامنگیر ہوا اول بہت تھوڑے عرصہ میں قرآن حفظ کر لیا۔ پھر علوم عقلیہ ونقلیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت جلد ان میں بھی پوری دستگاہ حاصل کر لی۔ آپ کا ذہن رسا اور عقل سلیم تھی جودت ذہن کی وجہ سے اکثر کتب متداولہ بے مطالعہ کیے ہوئے طلبہ کو اس طرح پڑھاتے تھے کہ گویا خود مصنف بیٹھا ہوا اپنا مافی الضمیر ادا کر رہا ہے۔ قطع نظر علوم عقلیہ ونقلیہ کے علوم فقرا اور اُن کی اصطلاحات و رموزات سے اس درجہ واقفیت رکھتے تھے کہ بیان سے باہر ہے۔

خواجہ عبد اللہ کی ابتدائی تربیت وپرورش بھی خواجہ حسام الدین احمد سے متعلق تھی۔ لیکن جب سن شعور کو پہنچے تو جناب شیخ سرہندی نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں شیخ سرہندی نے تعلیم ذکر اور سلسلۂ اکابر نقشبندیہ کا مراقبہ آپ کو تلقین کیا جس کی وجہ سے آپ میں وہ عظیم الشان ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا کہ کئی دفعہ دیوانہ وار دہلی سے سرہند پیادہ دوڑے چلے گئے اور بہت دنوں تک شیخ سرہندی کی خدمت میں رہے اور الطاف ونظرات خاصہ سے بہرہ ور

اور مالا مال ہوئے بعض کتب کلامیہ جیسے شرح مواقف وغیرہ اور کچھ تصوف کے دقیق اور مشکل مسائل بھی شیخ سے پڑھے۔ اور علوم باطنیہ اور اسرار خاصہ سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ شیخ سرہندی آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مخدوم زادے خواجہ عبداللہ محمدی المشرب اور محبوب خدا ہیں ان پر نسبت توحید غالب آگئی ہے اور آزادگی و تفرید میں اپنا نظیر نہیں رکھتے ہیں۔ ایکدفعہ شیخ نے ایک بڑے مجمع میں آپ کی نسبت فرمایا کہ ہمارے خواجہ زادے خواجہ عبداللہ سلسلہ میں اگر توحید حالی اور کمال بے تقیدی نہ ہوتی تو ہم اُن کو تعلیم طریقت کی اجازت دیتے۔ تاکہ اپنے والد بزرگوار کے سجادے پر متمکن ہو کر طلاب کے افادے اور افاضے میں مشغول ہوتے۔

الغرض مخدوم زادے خواجہ عبداللہ اس سلسلہ میں اعلیٰ درجہ کے شخص تھے آپکی بے تقیدی اور بے تعینی وسیع پیمانے پر تھی اور چونکہ نسبت توحید آپ پر غالب ہو گئی تھی مظاہر جمیلہ کے نظارہ کا انتہا درجے کا خطر رکھتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی استماع سرود سے بھی لذت حاصل کرتے تھے۔ اکثر اوقات شوریدہ حال اور فارغ البال جنگلوں بیابانوں میں سیر کرتے اور پر سوز اشعار پڑھتے اور گرم و سرد آہ دلِ پُر درد سے کھینچتے رہتے تھے آپ نے اپنا تخلص **احمد** رکھا تھا اور برجستہ گوئی میں بے نظیر ناظم تسلیم کیے جاتے تھے۔ صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ ایکدن راقم الحروف خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپنے فی البدیہہ یہ بیت فرمائی ؎

گشت گلستان بہانہ ایست نگار را ۔۔۔ بوئے تو آوارہ کرد باد صبا را

ازاں بعد میری طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ تم بھی چند بیتیں اس زمین میں کہو۔ میں نے فی الحال دو بیتیں معروض کیں آپ بہت خوش ہوئے اور میرے کلام کی بے حد داد دی ؎

راز نہانی بلب ساند دل آتشب ۔۔۔ خوبی کبوتر کہ داد بلبل ما را

خلق بمحراب ابروت بسجود اند ۔۔۔ شیشۂ دل بشکند قبلہ نما را

محترم خواجہ کے خلفاء کبار

یوں تو بزرگ خواجہ کے نامور خلفاء بہت ہیں۔ مگر جن پر تاریخی روشنی شہرت کی چمک کے ساتھ پڑ رہی ہے وہ صرف چار ہیں۔ شیخ احمد سرہندی المعروف بمجدد الف ثانی۔ شیخ تاج الدین سنبھلی۔ خواجہ

حسام الدین احمد۔ شیخ اَلہداد۔ مگر ان میں بھی جناب شیخ سرہندی کو سب پر فوق ہے۔ انکے کارنامے اور واقعات اس کثرت سے تذکروں میں موجود ہیں کہ اگر فی صدی پانچ کا بھی انتخاب کیا جائے تو **حیات باقیہ** اُن کی وسعت نہیں رکھتی اس لیے ہم آپ کے تمام تاریخی حالات کسی اور وقت کیلئے اُٹھا رکھتے ہیں اگر خدا نے توفیق دی اور زمانہ نے مساعدت کی تو ہم ایک مستقل تاریخ یعنی سوانحعمری شیخ سرہندی مقبول پیرایے میں مرتب کرکے ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

شیخ تاج الدین دیارہندوستان کے ایک مشہور بزرگ زادے اور محترم خواجہ کے اجلۂ اصحاب میں سے ہیں۔ آپ شروع شروع میں حضرت شیخ الہ بخش قدس سرہ کی خدمت میں رہتے تھے اور حضرت شیخ الہ بخش خلیفہ تھے حضرت مجذوب اللہ سید علی قوام کے شیخ الہ بخش قدس سرہٗ آپ ہی بہت محبت رکھتے اور ہمیشہ الطاف بے پایان سے ممتاز کرتے رہتے تھے۔ ابتدا میں جبکہ بزرگ خواجہ مشائخ کی تلاش و جستجو میں دیارہندوستان کو کھوندتے پھرتے تھے موضع سنبل میں شیخ الہ بخش کی صحبت میں پہنچے تھے۔ اور ان ہی شیخ تاج الدین نے محترم خواجہ کو اپنے شیخ کی صحبت میں رہنے اور ارادت و بعیت حاصل کرنے کی فہمایش کی تھی لیکن محترم خواجہ نے جب اس بارہ میں استخارہ کیا تو اکابر خواجگان نقشبندیہ سے اس انتساب کی اجازت نہ پائی اور سنبہل سے کسی اَور طرف تشریف لے گئے مگر پھر بھی شیخ الہ بخش کے شیوۂ فقر و نیستی اور اُن کے حال و قال کے آپ معتقد تھے۔ اور اکثر اوقات انھیں تعظیمی الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

بزرگ خواجہ نے جب ماوراءالنہر سے ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی اور طالبان راہ خدا کی ارشاد و تعلیم کی جانب توجہ کی اور اس اثنا میں شیخ الہ بخش قدس سرہ سفر اختیار کرگئے تو شیخ تاج الدین باوجودیکہ اپنے شیخ سے اجازت و سند حاصل کرچکے تھے۔ بلکہ اُن کے قائمقام اور جسیم الشان خلیفہ سمجھے جاتے تھے۔ مگر پھر بھی محترم خواجہ کی شرف صحبت و تربیت کے شوق میں سنبہل سے نکلکر دہلی تشریف لائے اور خدمت خواجہ میں حاضر ہوئے۔ خواجہ قدس سرہ نے آپکی اِس طلب اور تواضع کو بہت پسند لیا اور نظر عنایا و برکات سے مالامال کرکے خلوت خاص کا انیس و جلیس مقرر فرمایا چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے مستفیضوں میں جتنی صحبت شیخ تاج الدین کو نصیب ہوئی دوسرے کو میسر نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ شیخ تاج الدین کو استفسار احوال اور پرسش اسرار میں ایک خاص طرح کی جرأت اور دلیری حاصل تھی۔

بالجملہ بزرگ خواجہ نے شیخ تاج الدین کو اکابر نقشبندیہ کی نسبتوں سے روشناس کر کے تعلیم طریقہ کی اجازت عنایت فرمائی کہتے ہین کہ سب سے بیشتر جس شخص کو محترم خواجہ نے اجازت مرحمت کی وہ شیخ تاج الدین تھے۔ اجازت کے حاصل ہوتے ہی شیخ تاج الدین کے نفس اور نظر مین وہ اثر پیدا ہو گیا کہ جس کو آپنے اس طریقہ کا ذکر تلقین فرمایا۔ جذبات و غلبات نے اسے فوراً اُچک لیا اور فی الوقت احوال ظاہر ہو گئے۔

محترم خواجہ کے انتقال کرتے ہی شیخ تاج الدین نے آوارہ دلی کی وجہ سے سیر و سیاحت کی راہ اختیار کی اور اکثر ممالکِ ہندوستان اور کشمیر وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے زیارتِ حرمین محترمین کے شوق مین متوجہ دیارِ عرب ہوئے۔ وہان پہنچکر بہت لوگون کو سلسلۂ علیہ نقشبندیہ مین داخل کیا اور مشائخ نقشبندیہ کی برکات کی روشنی ہر طرف پھیلائی ایک عرصہ کے بعد دیارِ حجاز سے ہندوستان تشریف لائے اور چندین قیام کے بعد ولایت لہیہ اور بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جم غفیر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہان کا حاکم آپ کا مخلص معتقد بنگیا۔ اسی اثنا مین موسم حج قریب آگیا اور قافلۂ حرمین نے کوچ کا نقارہ پیٹ دیا شیخ نے طبل رحیل کی آواز سنکر ایک سرد آہ کھینچی اور پُر درد لہجے مین فرمایا ؎

یکطرف بانگِ حدی یک جانب آواز درآئی   از گران جانی بود آنزا کہ ماند دل بجائے

الغرض شیخ تاج الدین نے مشیخت اور تعلیم طریقہ کی صحبت سے دست کشی کی اور وہین سے لباس احرام زیب تن فرما کر ایک اونٹنی اور دو ایک خادم ساتھ لئے نہایت بے سر و سامانی اور فقر و فاقہ کی حالت مین متوجہ بیت اللہ ہوئے۔ مقابح نام ایک نہایت راست گو اور بزرگ شخص کا بیان ہے کہ مین نے ۱۰۳۰ ہجری مین شیخ تاج الدین کو میدانِ عرفات مین دیکھا اور عجیب حالت مین دیکھا کہ لباس احرام جو آپ کے جسم شریف کو چھپائے ہوئے تھا نہایت میلا اور چکٹ ہو گیا تھا۔ آپ کے سر مبارک اور ڈاڑھی کے بال نہایت پریشان اور غبار آلود تھے۔ سفر کی مشقت و رنج سے جسم ضعیف و لاغر ہو گیا تھا اور نشۂ مستی سے آنکھین سرخ تھین مین آپکی یہ حالت دیکھکر سخت متاثر ہوا شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے فرمانے لگے کہ مین نے سالہا سال سے شہرون اور بیابانون کو ڈھونڈ مارا ہے اور ہر سرد و گرم کو آزما لیا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ بقیۃ العمر اپنے مالک کے گھر کی جاروب کشی مین گزار دون اور یہین خاک ہو جاؤن ؎ خوشا آن جہ

کہ بر آن آستان خاک شود۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے ارباب ذوق وحال کے اطوار واخلاق مین ایک نہایت عمدہ نہایت مفید نہایت ضروری رسالہ تصنیف کیا اور اہل عرب کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے خواجگانِ نقشبندیہ کے بعض رسائل جو فارسی زبان مین لکھے گئے تھے عربی قالب مین ڈھال کر ہر کہ و مہ کے سامنے پیش کیے جن سے بہت سے بندگانِ خدا متمتع ہوئے۔

خواجہ حسام الدین احمد یہ بزرگوار بھی جناب خواجہ باقی باللہ کے مخلص دوستون اور اجلۂ احباب مین ممتاز دوست تھے ان کے والد ماجد قاضی نظام الدین بدخشانی اربابِ فضل وکمال مین اعلیٰ درجے کے فاضل تسلیم کیے جاتے تھے۔ اِن کو مولانا ربانی سعید ترکستانی کی شاگردی اور مولانا الدقیق احمد جنید کے سلسلۂ تلامذہ مین داخل ہونے کا فخر حاصل تھا۔ سنہ ۹۹۲ ہجری مین انتقال کیا۔ چونکہ خواجہ حسام الدین کے والد بزرگوار سلطان ہند کے امرا مین داخل تھے اور سلطنت سے ایک خاص قسم کا تعلق رکھتے تھے اسلیے خواجہ کو بھی شروع شروع مین اس تعلق کا مقید ہونا اور کچھ عرصہ تک حکومت وجاہ کے گلوگیر پھندے مین مبتلا رہنا پڑا۔ ازبسکہ آپ کو اولیاء اللہ کے گروہ اور خاصان خدا سے کامل مناسبت حاصل ہو چکی تھی آپ کا دل ہمیشہ فقرا کی صحبت وخدمت کی طرف مائل رہتا تھا اور کوشش مین تھے کہ جس طرح ہوسکے اس تعلق سے دست کشی کر کے گوشۂ عزلت مین زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اتفاق سے اُن ہی ایام مین حضرت خواجہ باقی قدس سرہ دہلی پہونچے۔ خواجہ حسام الدین خدمتِ اقدس مین حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت کی برکت سے اِن کے شوق گوشہ نشینی مین ایک غیر معمولی جوش وولولہ پیدا ہو گیا۔ محترم خواجہ قدس سرہٗ تو ماوراالنہر تشریف لیگئے۔ اور خواجہ حسام الدین پر اسدرجہ جذبات الٰہی نے غلبہ کیا کہ آپنے تمام تعلقات کی رسی کو دفعۃً کاٹ ڈالا۔ اور دنیاوی تجملات پر لات مار کر ابراہیم ادہم کی طرح ٹاٹ کا لباس زیب جسم کر کے شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ سلطانِ وقت کو چونکہ آپ کے ساتھ ایک خاص ہمدردی تھی اور وہ آپ پر انتہا سے زیادہ مہربانی وعنایت کیا کرتا تھا لہذا اُس نے شیخ ابوالفضل کو جو سلطنت کا رکن اعظم تھا اور خواجہ حسام الدین کا خسر بھی تھا اسپر آمادہ کیا کہ خواجہ کو اس ارادے سے باز رکھے شیخ ابوالفضل نے اگرچہ اس بارے مین اَن تھک کوششین کین مگر انجام کار اُس کی تمام کوششین رائگان گئین۔ اب وزیر السلطنۃ اور خواجہ مین ایک طرح کی کشیدگی بلکہ خصومت قائم ہو گئی اور خواجہ کو اُس کے ہاتھ سے طرح طرح کی

تکلیفین اور مصیبتین پہنچنے لگین۔ یہ سب کچھ ہوتا تھا مگر خواجہ کو بالکل پروا نہ تھی اور چونکہ توفیق الٰہی آپ کے سر پر سایہ ڈال چکی تھی مخالفون کی بے شمار تدبیرون اور اَن تھک کوششون سے بھی آپ کے قدم جادۂ استقامت سے ذرا نہ ڈگمگائے اور آپ اپنے ارادے مین کامیاب ہوئے

سعی بیہودۂ اغیار بجائے نرسید

الغرض خواجہ حسام الدین نے گوشہ نشینی اختیار کی اور محترم خواجہ قدس سرہ کے ماوراءالنہر سے واپس آنے کے انتظار مین ایک ایک دن کا شمار کرتے رہے۔ بزرگ خواجہ دہلی مین رونق افروز ہوئے تو خواجہ حسام الدین خدمت مین پہنچے اور اذکار اور مراقبات خواجگان نقشبند حاصل کیے اُسوقت شیخ ابوالفضل پھر مزاحم ہوا اور آپ کو نقصان پہنچانے کی تدبیرون کا جال پھیلانے لگا خواجہ نے اس مردم آزار کی شکایت پیر بزرگوار سے کی۔ اور دلتنگی ظاہر فرمائی محترم پیر نے ارشاد فرمایا کہ تمھین اطمینان رکھنا چاہیئے۔ انشاء اللہ عنقریب اُس کے کاروبار مین برہمی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ شیخ ابوالفضل کے مقتول ہونے کی خبر سارے شہر مین پھیل گئی اور واقعی قتل کر دیا گیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ خواجہ حسام الدین سالہا پیر کی خدمت مین رہے اور نہایت صدق و انکسار کے ساتھ خدمات شایستہ بجالاتے رہے جس کے صلہ مین محترم خواجہ قدس سرہ کے مخلص دوستون کے زمرہ مین شمار کیے جانے لگے۔ اور سلوک کے اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے۔ اگرچہ محترم خواجہ کی سرکار سے آپ کو تعلیم وارشاد کی اجازت حاصل تھی۔ مگر چونکہ نسبت تفرید اور آزادی آپ پر غالب تھی اسلیے اِس منصب کو آپ نے اپنے اوپر لازم نہین رکھا۔ بزرگ خواجہ کے مرض موت مین بجز آپ کے اور کوئی دوست حاضر نہ تھا خواجہ کی بیمارداری آپ ہی سے متعلق تھی اور آخرکار خواجہ کے انتقال کے بعد تکفین و تجہیز و تدفین کی خدمت کا وقوع بھی آپ ہی کے ہاتھون پر ہوا۔ پیر کے انتقال کے بعد آپ اُسی خانقاہ مین رہے اور پیرزادون کی تعلیم و پرورش مین انتہا سے زیادہ کوشش کی اور آپ کی یہ کوشش مشکور بھی ہوئی کہ مخدوم زادے چند ہی روز مین فضل و صلاح کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ خواجہ حسام الدین کی یہ خدمت ایک ایسی اعلےٰ درجہ کی خدمت تھی جس کا تمام خلفاء کو اعتراف تھا اور سب شکرگزار تھے چنانچہ حضرت شیخ سرہندی نے جو خط مخدوم زادون کو لکھا اُس مین خواجہ حسام الدین کی اس خدمت کی وزنی اور قیمتی لفظون مین شکرگزاری کی ہے۔ آپ لکھتے ہین " معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد راحق سبحانہ از ما

جزائے خیر دہاد کہ مؤنۃ ما مقصران را برخود التزام نمودہ کمر ہمت را در خدمت عتبہ علیہ بستہ اند و ما دور افتادگان را فارغ ساختہ ؎ گر بر تن من زبان شود ہر موی * یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد *

محترم خواجہ کے انتقال کے بعد جناب شیخ سرہندی اور خواجہ حسام الدین احمد مین ایک خاص سلسلہ مین گونہ ملال بھی پیدا ہو گیا تھا مگر آخر کار چند روز کے بعد غبارِ ملال دُھل گیا اور دونون حضرات شیر و شکر ہو گئے اور یہانتک اخلاص بڑھ گیا کہ خواجہ حسام الدین احمد نے اپنے بڑے صاحبزادے کو شیخ کے آستانے پر تربیت و تعلیم کیلیے بھیجا اور شیخ نے مہربانی اور عنایت کی نظر سے چند ہی روز مین اس قرۃ العین کو علم و فضل سے مالا مال کر دیا۔ خواجہ حسام الدین احمد کے اخلاق و اطوار کے متعلق ہم صرف اتنا ہی کہتے ہین کہ جو صفاتِ حمیدہ او خصائل مرضیہ ایک بڑے بزرگ اور صاحبِ ولایت مین ہونے چاہیین وہ سب آپ مین موجود تھے۔ آپ کی خرقِ عادات اور کرامات اتنی بہت ہین کہ اگر ہم اُن کا عشر عشیر بھی لکھین تو حیاتِ باقیہ اُن کی گنجائش نہ رکھے۔ اس لیئے ہم اُن سے بالکل خاموشی اختیار کرتے اور محترم خواجہ کے چوتھے نامور اور مشہور خلیفہ شیخ الہداد کے متعلق چند سطور لکھکر اس مضمون کو ختم کرتے ہین۔

محترم خواجہ کی مشہور و نامور خلفا مین چوتھے نمبر پر شیخ الہداد ہین جو خواجہ کی سرکار سے اجازتِ تعلیم و تلقین کا گرانبہا اور قیمتی تمغہ حاصل کر چکے تھے جس زمانہ مین بزرگ خواجہ قدس سرہٗ لاہور سے ماوراء النہر تشریف لیجانے کی تیاریان کر رہے تھے شیخ الہداد آپکی خدمت مین پہنچے اور نظرِ عنایات سے بہرہ ور ہو کر طریقۂ مراقبہ اور ذکر و اذکارِ اکابر نقشبند یہ حاصل کیا۔ خواجہ کا اشارہ پا کر اگرچہ شیخ الہداد نے بہت کوشش کی کہ اس سفر مین خواجہ کی ہمرکابی کا فخر حاصل کرین مگر کسی خاص مصلحت کی وجہ سے آپ کو خواجہ کی مرافقت میسر نہین ہوئی۔ لیکن خواجہ نے جب دیکھا کہ شیخ الہداد اس سفر مین میری موافقت نہین کر سکتے تو آپنے اپنے عقیدتمند مخلصون کی اُس جماعت کو جو ہندوستان کے مختلف گوشون مین موجود تھی اعلان دیدیا تھا کہ شیخ الہداد کی ملازمت کو ہماری خوشی کا موجب سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس امر کا ثبوت بزرگ خواجہ کے اُس مکتوب سے ہوتا ہے جو اُنھون نے ایامِ سفر سے کچھ پہلے اپنے ایک مخلص دوست کو قلمبند کیا تھا و ہو ہذا۔" درین روز با داعیۂ سیرِ ولایت قوی گشتہ امید ست کہ بعد از چند روز دیگر متوجہ شویم و خدمت شیخ الہداد خویشتن داری کردہ خود را بیودن و ماندن قرار دادند طوبیٰ لمن یکون معہ و فاز فوزاً عظیماً شعر

داغ بے یاری و درد بے دلی — اینہمہ بر خود پسندیدیم و رفت

ہر کرا ملازمت ایشان میسر شود غنیمت ست حقا و بعزت اللہ کہ بتکلف سیگویم ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان — گر ما نرسیدیم تو شاید برسی "

بزرگ خواجہ سفر سے لوٹے تو شیخ الہداد کمال عقیدتمندی و شکستگی اور رغبت کے ساتھ خدمت اقدس مین حاضر ہوئے اور پھر خواجہ کے انتقال تک کبھی ملازمت سے غیر حاضر نہین ہوئے۔ مسافرون کے آب و طعام کی نگرانی اور خانقاہ شریف کی خدمتگاری آپ ہی سے متعلق تھی۔ لیکن باوجود ان اشغال کے شیخ کبھی اذکار اور احوال باطن سے غافل نہین ہوتے تھے۔ اور ہمیشہ پیر بزرگوار کی توجہات خاصہ سے مالا مال رہتے تھے۔

غرضکہ شیخ الہداد اپنے زمانے کے ایک نہایت بزرگ اور جامع شخص تھے اور ارباب فنا و نیستی مین ممتاز اور بے نظیر مانے جاتے تھے۔ بھلے برے کی غیبت اور غنی و فقیر کی عیب جوئی کے متعلق کبھی کسی نے آپ کی زبان سے ایک شوشہ تک نہین سنا۔ پیر بزرگوار کے انتقال کے بعد آپ سالہا سال مزار کے مجاور رہے اور ایک گوشہ مین بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کرتے رہے۔ جب کوئی طالب خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت مین حاضر ہو کر اس سلسلے کے ذکر و مراقبہ کی التماس کرتا تو آپ شیخ کی خدمت مین بھیجدیتے۔ خواجہ حسام الدین احمد اور شیخ الہداد مین غایت درجہ کی محبت و دوستی تھی اور دونون حضرت یک جان و دو قالب تھے۔

خاتمۃ الطبع

مجھے یاد پڑتا ہے کہ کسی حدیث کی کتاب کا یہ مضمون میری نظر سے گزرا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مجلس مین خاصان خدا اور اولیاء اللہ کا ذکر ہوتا ہے اُسپر رحمت خدا نازل ہوتی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو میری۔ اور نہ صرف میری بلکہ مترجم اور کاتب بلکہ پڑھنے پڑھانے والے سب کو نجات کا یہ ذریعہ کافی ہے۔ و کفے بہ فخراً۔ اسی لئے مین نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جہانتک بن سکے اولیاء اللہ اور خاصان خدا کے حالات و ملفوظات چھاپ چھاپکر اچھی صورت مین شایع کرون۔ مین نے بڑی جانفشانی سے بزرگ خواجہ کی مثنوی اور رقعات بھی بہم پہونچائے ہین۔ اگر حضرات ناظرین قدر افزائی اور توجہ سے کام لیں تو عجب نہین کہ ان کے چھاپنے اور شایع کرنے کی بھی کمترین کو جرأت ہو ٭

خاکپائے ابرار مرزا محمد عبد الغفار بیگ مالک افضل الاخبار و افضل المطابع دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد از حمد و صلوٰۃ موده می آید که چون بسابقۂ عنایت ازلی و رہنمونی سعادت لم یزلی این ذرۂ حقیر که نام خود را
از غایت بی اعتباری شایستۂ اندراج این نامۂ بلند قدر نمی بیند از جملۂ باریافتگان درگاه خواجه جهان پناه
مرجع حق پرستان قبلۂ راستان و دوستان مہر ہدایت و سپہر معرفت النور الاتم و سر اللہ الاعظم صاحب تصرف الانفسی
والآفاقی، ابو الوقت **خواجه محمد باقی** النقشبندی الاویسی متع اللہ علی العلمین ببقائہ و شرح صدور المؤمنین
بلقائہ شد اکثر اوقات از ہیبت آن مقام بخلوت خاص راه بردن دشوار بودے مگر آنکه لطف عمیم آن دریائے کرم
دستگیری فرموده دران موطن قدس جائے دادے و در بعضی مجالس که آن لسان الوقت گہر ریز شدے بخاطر خستہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد ظاہر کیا جاتا ہے کہ جب عنایت ازلی کے سابقہ اور سعادت لم یزلی کی رہنمونی کی بدولت
اس حقیر ذرہ نے کہ انتہا درجہ کی بے وقعتی کی وجہ سے اپنا نام اس نامۂ بلند قدر میں درج کرنے کے قابل نہیں سمجھتا خواجہ
جہان پناہ۔ حق پرستوں کے مرجع۔ سچون اور راستبازوں کے قبلہ۔ ہدایت کے آفتاب۔ معرفت اور خداشناسی کے آسمان۔ نور
کامل۔ خدا کے سر اعظم۔ تصرف انفسی و آفاقی کے صاحب۔ ابو الوقت حضرت **خواجه محمد باقی** نقشبندی
اویسی (خدا تعالیٰ ان کے باقی رکھنے کی وجہ سے دونوں جہان پر اپنی نعمتوں کا مینہ برسائے اور ان
کی ملاقات سے مسلمانوں کا دل کھول دے) کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت پائی تو اکثر اوقات
اس مقام کی ہیبت سے خلوت خاص میں راہ پانا دشوار ہوتا تھا۔ مگر اس وقت نہیں جب کہ اس دریائے
کرم کا لطف عمیم دستگیری فرماکر بقعہ پاک میں جگہ دیتا تھا۔ بعض موقعوں پر جو حضور کی زبان مبارک
سے موتی جھڑتے تھے تو بیساختہ دل شیدا و خاطر خستہ میں

ودل بیدار رسیدے کہ این کلمات جانفزا وسخنان دلکشا کہ سامعہ می افروزد وپنبۂ غفلت می سوزد ودل را
پروانگی میفرماید ودماغ را ببهار می آمیزد وبر ہوش شیفتہ می شکند وروح را با طلاق سے اندازد در قید
کتابت آوردہ شود تا ہر کہ مزہ حق پرستی در دل ولذت حق شناسی در ذوق وطلب تحقیق در استعداد داشتہ
باشد از مطالعۂ آن خوشوقت شدہ وبہرہ بردارد. چونکہ پرتوی از ضمیر آن صاحبدل بر وقت محرر افتادہ او را
از مضیق تعلقات خلاص بخشید اکنون بآن خواہش فائز میگردد. حق سبحانہ حضرت ایشان را بر مفارق
طالبان باقی وپایندہ داراد واین جواہر گران بہا بر صفحۂ ظہور آناً فآناً جلوہ گر باد. بالنبی وآلہ الاطہار الامجاد.

مخفی نماند کہ ہر جا درین رسالہ لفظ حضرت ایشان ثابت افتد مراد حضرت **خواجہ** خواہند بود وآنچہ از معارف و
حقائق کہ از زبان مبارک حضرت ایشان استماع می افتاد چون قوت مدرکۂ محرر از ادراک کنہ آن قاصر بود وقوت
حافظہ در ضبط عبارات شریفۂ بعینہا غیر وافی. اگر ضمن بیان خللے در لفظ یا در معنے راہ یابد محمول بر قصور ونقصان
حال کاتب حروف خواہد بود عفی اللہ عنہ وعن جمیع المسلمین. بعد ذلک خواستم کہ مجملے از ابتدائے احوال کرامت

خیال پیدا ہوتا تھا کہ یہ جانفزا کلمے اور دلکشا باتین جو قوت شنوائی کو جلا دیتی۔ غفلت کی روئی کو
جلاتی۔ دل کو تازگی بخشتی۔ دماغ کو فرحت پہنچاتی۔ ہوش وحواس مین تیزی پیدا کرتی۔ روح کو مسرور
وشادان کرتی ہین۔ قید تحریر مین لائی جائین تاکہ جو شخص خدا پرستی کا مزہ دل مین۔ حق شناسی کی لذت
ذوق مین طلب تحقیق کی چاشنی استعداد مین رکھتا ہو۔ اُن کے پڑھنے سے خوشوقت وشادان اور
محظوظ ہو اور کاتب الحروف پر اُس صاحبدل کا نفس مبارک پنا سایہ ڈالکر اُسے تعلقات کے تیرہ وتنگ ہونے
سے رہائی دے۔ چنانچہ اب ایک عرصہ کے بعد کمترین اپنی مراد پر کامیاب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت کو طالبون کے
سر پر قائم ودائم رکھے اور یہ بیش قیمت جواہر صفحۂ ظہور پر آناً فآناً جلوہ گر اور درخشان رہین۔ جناب نبی کریم اور آپکی
واضح ہو کہ اس رسالہ مین جہان کہین حضرت ایشانؒ کا لفظ لکھا جائیگا۔ اُس سے حضرت خواجہ (محمد باقیؒ)
مراد ہونگے حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے جسقدر معارف وحقائق کے سننے کا اتفاق پڑا۔ چونکہ کاتب الحروف
کی قوۃ مدرکہ اُنکی حقیقت دریافت کرنیسے قاصر اور قوۃ حافظہ حضور کی عبارت والفاظ بجنسہٖ ضبط کرنے مین ناکافی تہی
اگر اثنائے بیان مین کوئی لفظی یا معنوی غلطی واقع ہوجائیگی تو اُسے کاتب الحروف کے قصور اور نقصان حال پر محمول کیا جائے
خدا کاتب الحروف اور تمام مسلمانونکی لغزشین معاف فرمائے۔ اب مین چاہتا ہون کہ حضرت خواجہ کا تھوڑا سا وہ ابتدائی حال

ترجمۂ اردو

تا آن حضرت ایشان و استفادهٔ نسبت و اخذ طریقه از وسائط ما تقدم و ابتدائے این رساله نقل کنم برخی از ان بخط شریف آنحضرت یافته شد و آن اینست

ابتدای توبه از معاصی در ملازمت خدمت خواجه عبید کرده شد لیکن خیال رجوع و عزم ترک در باطن بود و التماس فاتحه در ظاهر ایشان از خلفائے مولنا لطف الله بودند و مولنا لطف الله خلیفه مولنا خواجگی و عبیدی علیه الرحمه بودند چون توفیق استقامت نیافت بار دیگر توبه در ملازمت بندگان فتحار شیخ که در سمرقند تشریف داشتند و از کبار خانواده حضرت خواجه احمد یسوی بودند کرده شد اگرچه جناب ایشان رضا نداشتند و میفرمودند که شما جوانید لیکن چون عزیمت فقیر مصمم بود بضرورت فاتحه خواندند و فرمودند خدا استقامت بدهد موافق تفرس آن بزرگواران عزیمت برهم خورد و خرابیهائے عجب رو داد بار دیگر بے صنع و اختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبید الله بلخی مدظله تجدید توبه بظهور رسید مقرون بمصافحه آن نعمتے بود غیر مترقب امید که برکات آن مواهبت الی یوم القیام بماند القصه چندگاه دیگر در مقام نگاهداشت حدود بود باز تاثیر اسم المُضِلّ آن سد را شکست عاقبت بهدایت صمدیت

ترجمہ اردو

کرامت آل اس رسالہ کے شروع مین بالاجمال نقل کرون جو حضور کے خط شریف سے پایا گیا ہے اور ساتھ ہی اُس نسبت اور طریقہ کا بھی ذکر کرون جو آپنے اگلے بزرگون کے وسیلون سے حاصل کیا*

آپ فرماتے ہین کہ پہلے پہل خواجہ عبید کیخدمت مین خدا کی نافرمانیون سے توبہ کیگئی لیکن خیال رجوع اور قصد ترک باطن مین تھا اور التماس فاتحہ ظاہر مین۔ خواجہ عبید مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے اور مولانا لطف اللہ خلیفہ تھے مولانا خواجگی و عبیدی علیہ الرحمۃ کے۔ مگر جب استقامت کی توفیق حاصل نہین ہوئی تو دوبارہ شیخ کیخدمت مین توبہ کیگئی جو شیخ سمرقند مین تشریف رکھتے اور حضرت خواجہ احمد یسوی علیہ الرحمۃ کے بڑے خانوادون مین تھے شیخ سمرقندی اگرچہ سفر کی اجازت نہین دیتے اور فرماتے تھے کہ ابھی تم جوان ہو فاتحہ کی درخواست کرو لیکن چونکہ فقیر عزم مصمم کرچکا تھا ناچار آپنے فاتحہ پڑہی اور فرمایا خدا تمہین استقامت کی دولت عنایت فرمائے۔ ان بزرگون کے تفرس کے موافق میری تمام عزیمت درہم برہم ہوگئی اور عجب نحوست کی خرابیان سامنے آئین تیسری مرتبہ حضرت امیر عبید اللہ بلخی مدظلہ کیخدمت مین تجدید توبہ ظہور مین آئی اور بغیر قصد و اختیار فقیر کے ظہور مین آئی مصافحہ کرنیکے ساتھ وہ نعمت حاصل ہوئی جسکے حاصل ہونے کی امید نہ تھی خدا سے التجا ہے کہ ان بخششون کی برکتین قیامت تک باقی رہین القصہ اسکے بعد چند روز تک مقام نگہداشت مین محدود رہا۔ مگر پھر بہت جلد اسم المُضِلّ کی تاثیر سے وہ دیوار جو بیچ مین سد راہ تھی ٹوٹ گئی اور انجام کار خداوندی ہدایت سے

در خواب بشرف ملازمت حضرت خواجه بزرگ خواجه بهاء الحق والدین صورت توبه منعقد شد و میل طریقه
اهل الله بظهور رسید بحکم اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ بهر طرف دستے می انداخت عاقبت بعضی از مخادیم
فرمودند که ذکرے که متصل تا بحضرت رسالت صلی الله علیه وسلم میرسد نتیجه مند است تعطش بر آن داشت که از
همان عزیز طریق ذکر مراقبه اخذ کرده شد مدت دو سه سال بر آن ذکر مراقبه و اوراد سلسله آن عزیز مداومت نموده
شد شنیده شده بود که تا سالک متی قریب بچهل سال میدان لَا اِلٰهَ را قطع نکند بمنزل اِلَّا اللّٰه نخواهد
رسید ساده لوحی بر آن میداشت که مرور زمان را در ذکر غنیمت شمارد و بهمان صورت عبادت قناعت نماید هرچند
که درین میان اشارات غیبیه در سلوک طریقه دیگر ظهور میکرد قدم استوار را از جا نمی برداشت و در زمین کرم بزرگواران
آن طبقه تخم وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ میکاشت ان شاء الله العزیز عاقبت دست کرم آن تخم را از جویبار
مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ سیراب گرداند بالآخر بکشمیر رسیده شد و بملازمت حضرت شیخ بابا می والی
قدس الله سره العالی اتفاق افتاد و از برکات نظرش بهره مند شد الحمد لله والمنة که آن نظرات فتح باب قبول آمد

خواب میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین کی شرف ملازمت میں توبہ حاصل ہوئی۔ اور طبیعت کا
رجحان اہل اللہ کے طریقہ کی طرف خود بخود ظاہر ہوگیا۔ فقیر بموجب اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ یعنی ڈوبتا
ہوا ایک ایک تنکے کا سہارا پکڑا کرتا ہے۔ ہر طرف ہاتھ ڈالتا تھا۔ آخرکار ایک مخدوم نے فرمایا کہ سود مند اور نتیجہ
خیز وہی ذکر ہو جو طریق متصلہ سلسلہ بسلسلہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔ میری تشنگی اور بیقراری نے مجھے
اسپر آمادہ کیا کہ اس عزیز سے ذکر و مراقبہ کا طریقہ حاصل کیجیے۔ چنانچہ کیا گیا۔ دو تین سال تک اُس عزیز کے بتائے ہوئے ذکر و
مراقبہ پر مداومت کی گئی۔ سنا گیا تھا کہ سالک جبتک چالیس سال کے قریب لَا اِلٰہَ کے میدان کو طے نہیں کر لیتا اِلَّا
اللّٰہ کی منزل تک نہیں پہنچتا۔ فقیر کی ناتجربہ کاری نے اس بات پر ابھارا کہ چالیس سال ذکر میں گزرنے کو غنیمت خیال
کرے اور اسی صورت پر عبادت اور قناعت کیے جائے۔ ہرچند کہ اس اثنا میں اشارات غیبیہ دوسرے طریقے کے
چلنے میں ظہور کرتی تھیں مگر فقیر نے اپنے مضبوط قدم کو جگہ سے نہیں اٹھایا تھا اور اُس طبقے کے بزرگوں کی زمین کرم میں وَفِیْهَا[1]
مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ کا بیج بوتا تھا اور امید کرتا تھا کہ انشاء اللہ آخرکار کسی بزرگ کا دست کرم اس بیج کو مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ[2]
وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ کی نہر سے سیراب کیے رہیگا۔ آخرکار فقیر کشمیر میں پہنچا اور حضرت شیخ بابا یے والی قدس اللہ سرہ کی ملازمت
میں حاضر ہونے کا اتفاق پڑا اور انکی فیض اثر نظر کی برکت سے بہرہ مند ہوا۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ ان نظروں نے دروازۂ قبول کے

[1] اور اسمیں موجود ہیں جن چیزوں کو جی چاہیں ۱۲ [2] جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا ۱۲

چون حضرت شیخ از سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ نیز مجاز بود نزد استعداد و طلب متوجہ آستانہ آن بزرگواران انتخاب یافتہ نیاز در پیچہ
ہمان خانوادہ اقبال فرمود و بعد از انتقال آنحضرت بدار القرار غیب مشہودہ حضرات خواجہا جلوہ گر شدہ ارواح
طیبات ایشان در بشارات نمودن گرفتند و تلقینات فرمودند ہمین توجہ ایشان آن نسبت را قوتی پیدا شد
و دائرہ غیبت وسعتی پیدا کرد و راہ روشن شد فی الجملہ جمعیتے دست داد تا آنکہ بجذب عنایت ایشان بحضرت
مخدومی حقایق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولنا خواجگی امکنگی رسیدہ شد و بطوع و رغبت خود بیعت و
مصافحہ بدست آوردہ طریقہ خواجگان اخذ کردہ شد بطفیل ملازمت آنحضرت و ارواح طیبہ خواجہ نقشبند
و خلفاے ایشان در سلک افتادگان این راہ و نیازمندان این درگاہ در آمدہ شد اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا
وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی انتہی کلامہ سلمہ اللہ تعالیٰ

شنبہ غرہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ تسع و الف

چونکہ حضرت شیخ بابائے والی کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی بھی اجازت حاصل تھی آپنے اُن بزرگواروں کے آستانہ کی طرف
توجہ کرنیوالے پر اسی خانوادہ کی کھڑکی سے توجہ فرمائی جب وہ اس دنیا سے جنت کی طرف انتقال کر گئے تو فقیر
پر حضرات خواجگان کے اشارات غیبیہ لگے جلوہ گر ہونے اور انکی پاکیزہ روحیں لگی خواب میں خوشخبریاں دینے اور طرح
طرح کی تلقین فرمانے۔ انکی توجہ کی برکت سے اُس نسبت کو قوت پیدا ہوئی۔ اور غیبت کا دائرہ نہایت
وسیع و فراخ ہو گیا اور ہر طرف سے رستہ روشن ہو گیا۔ غرضکہ کچھ کچھ جمعیت حاصل ہوئی حتی کہ انکی جذبۂ
عنایت نے مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں پہنچایا۔
اور اپنی خوشی و رغبت سے بیعت و مصافحہ کر کے خواجگان کا طریق حاصل کیا گیا اور مولانا خواجگی امکنگی
کی ملازمت اور خواجہ نقشبند اور اُنکے خلفا کی ارواح پاک کے طفیل سے اس رستہ کے چلنے والوں اور
اِس درگاہ کے نیازمندوں کی سلک میں آگیا۔ خداوندا مجھے حالت مسکینی ہی میں زندہ رکھیو اور حالت
مسکینی ہی میں موت دیجیو۔ اور مساکین ہی کے زمرے میں میرا حشر کیجیو۔ والسلام علی من
اتبع الھدیٰ۔ یہان تک حضرت خواجہ محمد باقی رحمہ اللہ کا کلام پورا ہو گیا۔

صفر کی پہلی تاریخ ہفتہ کا دن ۹ سنہ ہجری

سعادت حضور روی داد درین اثنا این فقیر را دل بجوانی آویخته بود چنانچه خطره او بسیار می آمد و تشویش میداد بزبان باطن همتی از حضرت ایشان درخواستم که ازین تشویش خلاص یابم زمانی برین بگذشت که از مخلصان نوکدخدائی از در در آمد و سلام کرد عنایت بسیار درباره او فرمودند و امر بنشستن کردند بعد از زمانی بر لفظ مبارک راندند که کدخدائی سه ضرر دارد ضرر اول بنفس عاید شود چه نفس را باعث شهوات پیدا آید مثل مار سرمازده که بی حرکت و جنبش افتاده بود ناگاه تاب آفتاب باو رسید جان تازه یافت این زمان از قید احاطه بدر میرود علاجش آنکه منهمک در شهوات و کامرانی نگردد و عنان اختیار کشیده تر دارد ضرر ثانی بدل راجع گردد و آن برطرف شدن یقین است چه درین محل فتورے در یقین رازقیت رزاق حقیقی بنقصان در توکل بحق سبحانه راه یابد علاجش آنکه غم روزی نباید خورد که رزاق علی الاطلاق ضامن عباد شده است بعد ازین محل فرمودند که توکل نه آنست که ترک اسباب کنند و بنشینند چه این سوء ادبی ست بلکه اقامت بسبب مشروع مثل کتابت وغیره میباید کرد و نظر بر مسبب میباید انداخت زیراکه سبب مثل دروازه است که حق سبحانه برای

ترجمہ اردو

سعادت حضوری حاصل ہوئی ان دنون اس فقیر کا دل ایک نوجوان پر آیا ہوا تھا چنانچہ اکثر اوقات اُسی کا کھٹکا دل پر لگا رہتا اور نہایت تشویش لاحق حال رہتی تھی مین نے ظاہر کی زبان سے نہین بلکہ باطن کی زبان حضرت خواجہ سے دعا کی درخواست کی کہ اس پریشانی سے نجات پاؤن تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضور کے مخلصون مین سے ایک نو کتخدا نے دروازہ سے آکر سلام کیا حضور نے اُسکے حال پر بہت سی عنایت ظاہر فرمائی اور بیٹھنے کی اجازت دی تھوڑے عرصہ کے بعد زبان مبارک پر جاری ہوا کہ شادی کر نے مین تین طرح کے نقصان ہین ایک نقصان تو نفس کیطرف عود کرتا ہی کیونکہ اس وقت نفس کے لیئے خواہشون اور شہوتون کا ایک اُبھارنے اکسانیوالا پیدا ہوجاتا ہی جیسے ٹھڑ کا مارا ہوا سانپ کہ بحس حرکت پڑا تھا دفعتہ اُسے آفتاب کی گرمی پہنچی اور اُسنے جان تازہ پائی یہی حال کتخدا کا ہی کہ وہ اسوقت احاطہ کی قید سے باہر ہوجاتا ہی مگر اُس کا علاج یہ ہے کہ خواہش نفسانی اور کامرانی مین غرق نہو اور اختیار کی باگ تنی کھینچی رکھے دوسرا نقصان دل کی طرف رجوع کرتا ہی یعنی آدمی کا یقین جاتا رہتا ہی کیونکہ آدمی کو شادی سے پہلے جو رزاق حقیقی کی رزاقیت کا یقین حاصل ہوتا ہی اُسوقت اُسمین فتور پڑجاتا اور خدا پر جو بھروسہ ہوتا اُسمین نقصان آجاتا ہی اسکی تدبیر یہ ہے کہ روزی کا غم نکرنا چاہیئے کیونکہ خدا تعالی جو رزاق مطلق ہی بندون کی روزی کا ذمہ دار ہی اسی موقع پر آپنے یہ بھی فرمایا کہ توکل اسکا نام نہین ہی کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ ہاتھ پر ہاتھ رکھ بیٹھ جائے یہ تو ایک طرح کی گستاخی اور بے ادبی ہو بلکہ سبب مشروع مثلاً کتابت وغیرہ پر عملدرآمد کرنا اور اُسی بجالانا

وصول سبب ساختہ درین میان کس دروازہ را بر بند دکہ از بالا خواہد بر یافت بی ادبی کردہ باشد چہ دروازہ
بنا کردہ اوست و دلالت دارد بر اینکہ کشادہ نشینند بعد ازان او د اند خواہ از راہ درواز فرستد یا از بالا
بر تاید و آنہا کہ نشینند و در بر بندند و نظر بر فتوح دارند ازین باب است کہ با وجود قدرت بر کسب نظر بر فتوح
داشتن بے ہمتی و ترک اسباب است ضرر ثالث بروح راہ یا بد و آن سستی انجذاب است کہ از فرط میل بصور
جمیلہ پیدا میشود چہ روح محل انجذاب حق سبحانہ است در زمانیکہ میل بصور جمیلہ پیدا گردد انجذاب آنجناب کمی یافتہ علاج آنکہ میل
بصور جمیلہ پیدا نکنند چہ کسیکہ درین نشاء بعشق صورت مبتلا ماند تا ابد در حجاب عظیم است اگر آن صورت نامحرم باشد دران نشاء تواند بود کہ
بشکل کریہ مبدل سازند و او را بدان مبتلا گذارند در آن وقت بوے از لذت حضور حق سبحانہ بمشام او
نرسد و آنکہ بعضی عشق صوری را طریقی نہادہ اند محل تامل است و در طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالی
ارواحہم بغایت ممنوع است ہم درین محل فرمودند کہ در بعضی کتب مسطور است کہ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ
بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ بجہت غلیظ الاستعدادان در آوان ابتدا احیانا باین روش مداوا میکردند

سبب تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہی ایسی صورت مین اگر کوئی شخص دروازہ کو تو کر دے بند اور توقع رکھے اسکی کہ خدا
اوپر سے پہینکدیگا تو یہ اسکی گستاخی اور بے ادبی ہی کیونکہ دروازہ خدا ہی کا بنایا ہوا ہی اور اس بات پر دلالت کرتا
ہی کہ آدمی اسے کہولکر بیٹھے بعد ازان اُسے اختیار ہی چاہے دروازے کی راہ سے بہیجے چاہے اوپر سے پہینکدے اور جو لوگ ہاتھ
پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جاتے اور دروازہ بند کرکے فتوحات پر نظر رکہتے ہین وہ بہی اسی قبیل سے ہین کیونکہ با وجود کمائی
پر قدرت رکھنے کے فتوحات پر نظر رکہنی سراسر بے ہمتی اور ترک اسباب ہی کہ تخدائی کا تیسرا نقصان روح کو پہنچتا ہی تو وہ انجذاب
مین سستی کا ہونا ہی جو خوبصورتوں کی طرف بکثرت میل پیدا کرنیسے پیدا ہوتی ہی وہ یہ کہ روح خدا تعالی کے انجذاب کا
محل ہی تو جس وقت آدمی کی خوبصورتوں کیطرف میل پیدا ہوگا انجذاب خداوندی مین کمی واقع ہوگی اِس کا علاج
یہ ہی کہ خوبصورتوں کیطرف بکثرت میل پیدا نہونے دے کیونکہ جو شخص اس دنیا مین کسی صورت کے عشق مین مبتلا رہا وہ
ابد الآباد تک حجاب عظیم مین قید رہیگا۔ اور اگر وہ اجنبی اور نامحرم کی صورت ہی تو ممکن ہی کہ اُس جہان مین اُسے نہایت کریہ
اور ڈراونی شکل مین بدلکر اسکے ساتھ مبتلا رکھین اسوقت اُسکے دماغ مین خدا تعالی کی حضوری کی لذت کی بو تک بھی
تو نہین پہنچے گی بعض صوفیون نے جو عشق صوری کا ایک طریق نکالا ہی وہ محل تامل ہی مگر طریقہ نقشبندیہ عالیہ مین یہ بات نہایت بعید
ہی۔ اسی موقع پر خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض کتابون مین جو یہ لکھا ہی کہ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ بعض

ترجمہ اردو

کہ عشق صوری پیدا کنید بعد از انکہ پیدا میکردند کمال بے تعلقی شان بحاصل آمدے چنانچہ غیر از مہمان یک تعلق دیگر نمیماندے باندک تصرف دل آنہا را از محبت صورت میگذرانیدہ اند لاجرم چون جمیع علائق مرتفع میشد حضور و آگاہی شان پیدا می آمد و این عمل حضرت خواجہ مبتنی بران مسئلہ فقہ است. اگر طبیب حاذق بہ بیماری امر بارتکاب شئ حرام کند کہ علاج منحصر درین است ارتکاب آن جائز است نزد بعضی ائمہ و صاحب کشف المحجوب کہ از امامان طریق است تکفیر قومی کہ باباحت این امر قائل شدہ اند کردہ چہ جائیکہ مدار سلوک برین نہادہ باشند و حضرت خواجہ بزرگ نہ آنست کہ باہل این سلوک امر باین کار میفرمودند بل کسانیکہ میل در آمد طریق میداشتند و در استعداد او شان قبول طریق حضور و آگاہی ابتدا ئے نبود در آوان ابتدا چند روز درین کار میگذاشتہ اند و بمقصد اعلی میرسانیدہ. اندرین اثنا بندہ درگاہ عرضداشت کہ اگر کسی را در عین سلوک طریق حضور ابتلا باین بلا واقع شود علاجش چہ کند. فرمودند اگر مرشدی داشتہ باشد باو بگوید تا بتصرف او را ازین مہلکہ برآرد یا سفر اختیار کند آن شہر را بگذارد و چون او در ورزش نسبت حضور

اور فرماتے تھے کہ ظاہری عشق پیدا کرو مگر جب وہ ایسا کر لیتے تھے تو بہت تھوڑے عرصہ مین انہین کمال درجہ کی بے تعلقی حاصل ہو جاتی تھی چنانچہ مہمان کے علاوہ صرف اس تعلق کے دوسرا تعلق نہین رہتا تھا اور خواجہ اپنی تصرف کے ساتھ انکے دل کو ظاہری محبت سے چھڑا لیتے تھے اور جب یہ تھا تو بالضرور انکے تمام تعلقات مرتفع ہوتے اور حضور و آگاہی ظاہر ہوتی تھی حضرت خواجہ کے اس عمل کی بنا ایک فقہی مسئلہ پر ہے وہ یہ کہ اگر ماہر تجربہ کار طبیب کسی بیمار کو حرام چیز کے مرتکب ہونے کا حکم دے کیونکہ اسکا علاج اسی پر موقوف ہے تو بیمار کو اسکا مرتکب ہونا جائز ہے مگر بعض اماموں بالخصوص صاحب کشف المحجوب نے جو اس طریقہ کے اماموں مین ایک بڑا امام ہے ان لوگوں کو کافر بتایا ہے جو اس امر کے مباح ہونیکے قائل ہین چہ جائیکہ وہ لوگ جنہوں نے اسپر سلوک کا دار و مدار رکھا ہے اور حضرت خواجہ بزرگ اس تصوفی طریقہ پر چلنے والے کو اس کام کا حکم نہین فرماتے تھے بلکہ جو لوگ اس طریقہ مین آنے کی خواہش رکھتے تھے اور انکی استعداد مین ابتدا سے حضور و آگاہی کے طریق کی قابلیت نہین رکھتی تھین تو آپ انہین شروع شروع مین صرف چند روز کے لیئے اس کام مین چھوڑ دیتے اور پھر آخر کار مقصد اعلی پر پہنچا دیتے تھے. اسی اثنا مین کمترین مولف نے عرض کیا کہ اگر کسی کو حضور و آگاہی کے عین رستے مین یہ موقع پیش آئے اور وہ اس مصیبت مین مبتلا ہو جائے تو کیا تدبیر کرنی چاہیئے فرمایا مرشد رکھتا ہو تو اس سے بیان کرے تاکہ وہ اپنی تصرف کی قوت سے اسکو اس خطرناک موقع سے باہر نکال لیجائے. یا سفر اختیار کرے اور شہر کو خدا حافظ کہے چونکہ اسے حضور و آگاہی مین ایک خاص

آگاہی بی خواہد بود، و جمعیت مد نظر نخواہد بود و فسردہ و چہ از ان شاق نخواہد آمد۔ منسوبہ خاصیتے دارد کہ در برابر او ہیچ چیز بالذت و رونقی نشد، ماندہ این بیت را در اشارہ بتحصیل دوام آگاہی خواندہ اند **بیت**

چند گاہی بی لب و بی کام باش ؂ بعد ازان ہمنشین و یار جام باش ؂ بعد ازین موافق این سخن نقل است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ مصاحبے داشتند ملا لطف اللہ نام مردی منبسط و مطائبہ بود و با آن بعضی اوقات حضرت خواجہ را خوش می آمد با وی سخن میکردند۔ روزی ازو پرسیدند کہ ملا لطف اللہ اگر کدخدا شوی چہ لون زنے خواہی خواست گفت سبز و شیرین۔ فرمودند در اندک زمانی شیرینیہا خواہد رفت ہمین سبزی خواہد ماند۔ ہمدرین محل فرمودند کہ از اکابر ہیچکس بکمال صورت متوجہ نماندہ است و حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی کہ از پیشروان این قافلہ بودند در آخر تبری ازین نمودند چنانچہ احوال ایشان و بسیاری از سخنان ایشان دلالت برین معنی دارد و از انجملہ است این رباعی **رباعی**

حاصل ہوچکا ہوگا اسلیئے اُسسے وطن اور اہل وطن کی زیادہ محبت نہ ہوگی اور یہ سفر کچھ ایسا گران نہ گزریگا کیونکہ سفر مین ایک ایسی لذت رکھی گئی ہے کہ جسکا مقابلہ کسی چیز کی لذت و رونق نہین کر سکتی۔ پھر حضور نے دوام آگاہی کی تحصیل کیطرف اشارہ کرنیکے لیئے یہ بیت پڑھی **بیت** چندگاہی بے لب و بے کام باش ؂ بعد ازان ہمنشین و یار جام باش ؂ یعنی تھوڑے دن ناکامی اور بدمزگی مین گزار دے پھر باطمینان بیٹھکر جام شراب کا ہمدم رہ۔ ازان بعد حضور نے اسکے مطابق ایک تمثیلی حکایت بیان فرمائی کہ ہمارے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ احرار قدس سرہ ایک شخص سے دوستی رکھتے تھے جس کا نام تہا ملا لطف اللہ خوش مزاج ظریف طبع۔ حضرت خواجہ بزرگ کو بعض اوقات اُس کی باتین بھلی معلوم ہوتین۔ اور آپ اُس سے باتین کیا کرتے۔ ایک دن آپنے اُس سے پوچھا کہ ملا لطف اللہ اگر تو شادی کرے تو کیسی عورت پسند کرے کہا سبز و شیرین۔ فرمایا شیرینی تو تھوڑے ہی عرصہ مین مٹ جائیگی اور سبزی باقی رہجائیگی۔ اسموقع پر حضور خواجہ نے فرمایا کہ اگلے بزرگون مین سے کوئی شخص بھی صورت کے حسن و جمال کیطرف متوجہ نہین ہوا حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ جو اس قافلے کے سالار اور پیش پیش تھے انہون نے بھی آخر مین اس سے بیزاری ظاہر کی جیسا کہ انکے حالات زندگی اور انکے بہت سے اشعار و رباعیات اس بات پر صاف طور سے دلالت کرتے ہین منجملہ انکے ایک رباعی یہ ہے۔ **رباعی**

رفت آنکہ بقبلۂ بتان رو آرم | حرفِ غم شان بلوحِ دل نگارم
آہنگ جمال جاودانی دارم | شخصی کہ نہ جاودانی ازو بیزارم

انتہی کلامہ سلمہ اللہ تعالی و ابقاہ چون کاتب الحروف از مجلس برخاست دل او ازین تعلق تمام آزاد بود و وثوقی کہ بانہا داشت بالکلیہ مرتفع شد والحمد للہ

یکشنبہ دوم صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ مذکور

دولت زمین بوس روداد از حاضران شخصی از معنی حضور بے مزاحمت نفی و اثبات کہ در رسائل این طریقۂ عالیہ واقع است استفسار کرد فرمودند یعنی حضور ذاتی بحیثیتی قائم و مستمر شود کہ مزاحمت نفی و اثبات را گنجایش نماند بعد ازین محل بر لفظ مبارک راندند کہ تا سالک را حضور ذاتی کہ عبارت از آنست حاصل نشود از تقیید توحید جسمانی خلاص نیابد چہ توحید جسمانی احتیاج اسم باشد چنانچہ وجود جسمانی خود را و غیر را وجود حق میداند و درین وقت تمییز و تفرقہ باقی است لہذا در اضمحلال

ترجمہ اردو

رفت آنکہ بقبلۂ بتان رو آرم | حرف غم شان بلوح دل بنگارم
آہنگ جمال جاودانی دارم | شخصے کہ نہ جاودان ازو بیزارم

یعنی وہ زمانہ گیا کہ میں بتوں کے قبلہ کیطرف متوجہ ہوں اور لوح دل پر انکے غم کے حرف کو لکھوں اب میرا قصد و ارادہ ہمیشگی کے جمال اور خوبصورتی کیطرف مائل ہے اور میں اُس حسن سے بیزار ہوں جسے دوام نہیں۔ الغرض کاتب حروف جب مجلس سے اُٹھا تو اس تعلق سے دل بالکل سرد تھا جو اس سے پیشتر رکھتا تھا یعنی وہ علاقہ جو میں ایک شخص کے ساتھ رکھتا تھا بالکلیہ مرتفع ہو گیا۔

دوسری صفر روز یکشنبہ سنہ مذکور

دولت زمین بوسی حاصل ہوئی حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے حضور بے مزاحمت نفی و اثبات کے معنی دریافت کیے جو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے بہت سے رسالوں میں مذکور ہے فرمایا جب حضور صاف یعنی حضور ذاتی حاصل ہوئی مزاحمت نفی و اثبات کی گنجایش نہیں رہی اسی کے بعد زبان مبارک پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ تا وقتیکہ سالک کو حضور ذاتی کہ حضور صاف اسی سے عبارت ہے حاصل نہیں ہوتی وہ توحید جسمانی کی قید سے رہائی نہیں پاتا کیونکہ جسمانی ہونے ہی توحید مقام اسمامیں دائر و سائر ہے یہاں تک کہ سالک اپنے اور غیر کے جسمانی وجود کو وجود حق جانتا ہے اسوقت تک تمیز

نرسیده است زیرا چه بروح است تمیز ہر چیز واین موحد بتوحید یکه مقر علمائے دین وصوفیای محققین است رضوان الله علیهم اجمعین نرسیده وآن عبارت از مدلول کریمه وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ یعنی تنزیه صرف که منزه از صفات تنزیه است تا فروغ حضور ذاتی فرو نگیرد و روح را بفنا و اضمحلال نرساند حجاب از چهره مقصود بر نه افتد اگرچه آن حال لمحه باشد و این همان قدر که در تقدیر رفته است روی مینماید علی تفاوت الاستعداد و پس همیشه منتظر باید بود که حق سبحانه بوجود موهوب حقانی که مقربان خود را بدان مخصوص گردانیده است مشرف سازد و درینجا کسب را اصلا دخلی نیست محض بموهبت وی تعالی و تقدس است و در ین مقام مضمون این مصرع، از علم گذشتیم بمعلوم رسیدیم، واضح گردد ذلك هو الفوز العظيم،

پنجشنبه ششم صفر سنه مذکور

بدولت حضور مشرف شد سخن در تحقیق محبت ذات و محبت صفات رفت بر لفظ مبارک راندند که محبت

ترجمہ اردو

نہین پہنچتی کیونکہ ہر چیز مین امتیاز صرف روح سے حاصل ہوسکتی ہی ہر اسطرحکا موحد ابھی تک اُس توحید کے درجے تک نہین پہنچا جو علمائے دین اور صوفیائے محققین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک مقرر ہی اور وہ عبارت ہی اس آیت کے مدلول سے وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ یعنی تنزیہ صرف جو صفات تنزیہ سے منزہ ہے جبتک حضور ذاتی کے فروغ و ترقی مین مؤثر نہ ہوگی اور روح کو فنا و اضمحلال کے مرتبہ تک نہ پہنچا دیگی رخ مقصود سے پردہ نہ اُٹھیگا اگرچہ یہ حالت لمحہ بھر کیلئے کیون نہو۔ سالک کو یہ کیفیت اُتنی ہی حاصل ہوتی ہی جتنی اُسکی قسمت مین لکھی جا چکی ہی اور لوگون کی استعداد کے تفاوت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہی تو آدمی کو ہمیشہ منتظر اور امیدوار رہنا چاہئیے کہ خدا اُسکو اُس وجود موہوب حقانی کے ساتھ مشرف کرے جس کے ساتھ اُسنے اپنے مقرب بندونکو مخصوص کیا ہے۔ اس مین کسب و عمل کو کچھ دخل نہین بلکہ صرف خدا کی بخشش و عنایت سے حاصل ہوتا ہی۔ اس مقام مین ذیل کے مصرع کا مضمون خوب کھل کر ظاہر ہوتا ہی ؎ از علم گذشتیم بمعلوم رسیدیم۔ یعنی ہم علم سے گذر کر معلوم تک پہنچ گئے +

چھٹی صفر پنجشنبہ سنہ مذکور

دولت حضور سے مشرف ہوا محبت ذاتی اور محبت وصفی کی تحقیق مین سلسلۂ سخن شروع تھا۔ زبان مبارک جاری ہوا کہ

صفات آنست کہ کسی بشخصے محبت دارد ازین جہت کہ او عالم است یا شجاع درین وقت محبت او منوط بصفت علم و شجاعت باشد چنانچہ اگر این اوصاف ازو مرتفع شود محبت او ہم نماند و محبت ذات آنکہ او را دوست دارد بی ملاحظہ ہیچ صفتی نہ در وقت اتصاف او بصفتی در محبت تزاید نہ در وقت عدم اتصاف نقصانی ہمدرین محل فرمودند محبت ذات از اہل شہود کسی راست کہ غرض خود درمیان نباشد چنانچہ بعضی ازین جہت دوست دارند کہ از مشاہدہ او لذتی و سروری در ایشان پیدا شود و بعضے جہت نہ بینند محبت بذات صرف او دارند اگر درین مقام تجلیات جمال او لذت و سرور بایشان رسد ہیچ منافات بمحبت ذاتی ندارد بلکہ این کمال محبت ذاتی است ہمدرین محل کتابی از مصنفات حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی کہ پیش حضرت ایشان نہادہ بود برداشتند و کشاندند این حدیث قدسی برآمد مَنْ قَتَلَهُ مَحَبَّتِي فَأَنَا دِيَتُهُ بیانی عالی فرمودند کہ حق سبحانہ بیان طریق مراقبہ فرمودہ است کہ ہرگاہ محبت ذاتی بمرتبہ فنا و اماتت برسد محبت بذوق یافت و تجلی ذات فائز گردد

ترجمہ اردو

محبت وصفی یہ ہو کہ مثلاً ایک شخص کسی سے اسلیئے محبت رکہتا ہے کہ وہ عالم ہے یا بہادر ہے تو اسوقت اُسکی محبت موقوف ہوگی صفت علم اور شجاعت پر یہان تک کہ اگر یہ اوصاف اُس سے منقطع ہوجائین تو اُسکی محبت بھی جاتی رہے۔ اور محبت ذاتی یہ ہے کہ کسی شخص کو بغیر لحاظ کسی صفت کے دوست رکھے یہ نہیں کہ جب وہ کسی صفت کے ساتھ متصف ہو اُس وقت تو محبت مین زیادتی ہو اور جب کسی صفت کے ساتھ متصف نہو تو محبت مین نقصان آجائے۔ اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ ذاتی محبت اہل شہود مین سے اُسے نصیب ہوتی ہی جسکی کوئی غرض درمیان مین نہو۔ چنانچہ بعض اسوجہ سے دوست رکہتے ہین کہ اُسکے مشاہدہ سے لذۃ و سرور حاصل ہو۔ اور بعض اسوجہ کو بالائے طاق رکھکر صرف اُسکی ذات سے محبت رکہتے ہین۔ پھر اگر اس مقام مین اُسکے جمال کی تجلیون سے اُنہین لذۃ و سرور حاصل ہو تو یہ محبت ذاتی کے خلاف نہین ہی بلکہ کمال محبت ذاتی ہی اسوقت حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ کی تصنیفات مین سے ایک کتاب جو حضور خواجہ کے سامنے رکھی ہوئی تھی اُٹھاکر کھولی یہ حدیث قدسی نکلی مَنْ قَتَلَهُ مَحَبَّتِي فَأَنَا دِيَتُهُ یعنی جسے میری محبت نے قتل کردیا اُسکی دیت مین ہون اعلی درجہ کا بیان فرمایا کہ اس حدیث مین خدا نے مراقبہ کا طریق ذکر کیا ہی کہ جب محبت ذاتی فنا اور اماتت کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے تو محبت ذوقیہ اور تجلی ذات فائز ہوتی ہے +

واینجا دیت همین ذوق یافت است که بعد از فنا محبت ذاتی بظهور میرسد یعنی طریقه مراقبه
مذکوره که عبارت از ظهور محبت ذوقیه است البته موصل بمقصود است. بعد ازین سخن فرمودند که
مدار طریقهٔ ما برین سه چیز است. رسوخ بر عقائد اہل سنت وجماعت ودوام آگاہی و عبادت اگر اوریکی
ازینها فتوری رفت از طریقهٔ ما برآید فعوذ باللہ من الذل بعد العز ومن الرد بعد القبول. درین
محل محرر این سطور عرضداشت کرد که آرزو دارم که هرچه در حضرت عالی مذکور میشود باجازت آنحضرت
در قید کتابت آورده شود بعد از خواهش بسیار فرمودند بنویس من ازین خوشحال شدم وفرحت عظیم بمن
روی نمود بخاطر آوردم که این دولت بس عظیم است که نامزد روزگار من شده وغالبًا این خوشی عالی
نفسانی بوده است مجلسی چند که بی اجازت نوشته بودم در نظر مبارک درآوردم فرمودند این نوع سخنان
در کتب مردم بسیار است چه احتیاج که بگوئید من از فلانی شنیدم عرض کردم که مرا بنور این سخنان
باطن نورانی میگردد وقوت فهم سخنان اکابر روی مینماید ورله روشن میشود فرمودند که اگر شمارا

اور یہاں ذوق سے یہی محبت ذوقیہ مراد ہے کہ فنا ہونیکے بعد محبت ذاتی میں ظہور کرتی ہے یعنی مراقبہ مذکورہ
کا طریقہ کہ محبت ذوقیہ کے ظاہر ہونیسے عبارت ہے۔ سالک کو مقصود کی طرف پہنچا دینے والا ہے۔ ازان بعد
فرمایا کہ ہمارے طریقہ کا دارمدار تین باتوں پر ہے اہل سنت والجماعت کے عقائد پر جمے رہنا۔ آگاہی عبادت
اگر ان تینوں باتوں میں سے ایک بات میں بھی فتور وخلل ہو تو گو کوئی شخص ہمارے طریقہ پر ہونیکا دعوے کرے لیکن وہ
ہمارے طریقہ سے خارج ہے ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد رد کرنیسے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس
موقع پر کاتب الحروف نے عرض کیا کہ میری آرزو ہے کہ جو کچھ مجلس عالی میں مذکور ہوتا ہے حضور کی اجازت
سے قید کتابت میں لایا جائے۔ آپنے انتہا درجہ کی اظہار خواہش کے بعد فرمایا لکھو اور ہمیں ملاحظہ کراؤ میں
بہت خوش ہوا اور بڑی فرحت حاصل ہوئی میں نے اپنے دلمیں کہا کہ یہ ایک عظیم الشان دولت ہے جو خدا
کی طرف سے میرے نامزد ہوئی ہے۔ غالبًا میری یہ خوشی نفسانی تھی۔ چند مجلسوں میں جو میں نے بغیر اجازت لکھا
تھا ملاحظہ کیلئے نظر مبارک میں پیش کیا۔ فرمایا اس طرح کی باتیں تو بہت لوگوں کی کتابوں میں موجود ہیں
تمہیں اسکی ضرورت ہی کیا ہے کہ یوں کہتے پھرو کہ میں نے یہ بات فلاں شخص سے سنی ہے میں نے عرض کیا کہ ان باتوں
کے نور سے میرا باطن نورانی ہوتا ہے اور بزرگوں کی باتیں سمجھنے کی قوت حاصل ہوتی اور سینہ روشن ہوتا ہے فرمایا

باین نوع سخنان سری است چیزے ازین علم نخوانید نوشتن چہ درکار است نہ نویسید کہ نفس شمارا درین جا دخل است لاجرم دست ازان دولت کوتاہ کردہ آمد و خاطر ارادہ منصرف شد **ابیات**

مرا این غول نفس دیو کردار ۔۔۔ فگند اندر خرابہائی بسیار

کنون زین بادیہ ناکار و انم ۔۔۔ مگر کرگس ساند استخوانم

تا آنکہ در شہر رمضان المبارک سنہ مذکور عنایت الٰہی درکار شد و طالع یاوری کرد و غنچہ امید بشگفت و از چہرہ مقصود پردہ افتاد و نخل سعادت ببار آمد یعنی جناب میان شیخ احمد سرہندی غیرہم کہ از مقربان و مقبولان درگاہ خلایق پناہ اند تقریبی ساختند و مکرر درخواست قبول این امر خطیر کردند بعد از تامل و تردد بسیار قبول کردند و فرمودند سخنی کہ در طریقہ دخلے داشتہ باشد بنویسند و حکایات و معاملات مشائخ را کہ مذکور میشود بآن نیم نسازند و کافی راست نکنند چون آرزوی این فقیر بہ نیل این مراد سابق بود و بواعث نفسانی و دواعی طبعی درین مدت بگوشہ رفتہ و بی قوت گشتہ

اسی طرح کی باتون سے دلچسپی ہے تو اس علم کا کوئی حصہ پڑھ لو لکھنا بے سود اور بیکار ہے لکھو نہین کہ اس موقع مین تمہارے نفس کے لیئے دخل پایا جاتا ہے۔ ناچار اس دولت سے ہاتھ کوتاہ کیا گیا اور ارادے کی باگ دوسری طرف موڑدی گئی۔ **ابیات**

مرا این غول نفس دیو کردار ۔۔۔ فگند اندر خرابہائی بسیار

کنون زین بادیہ ناکار و انم ۔۔۔ مگر کرگس ساند استخوانم

یہان تک کہ رمضان المبارک سنہ مذکور مین عنایت الٰہی متوجہ ہوئی نصیبے نے یاوری کی۔ امید کا غنچہ کھلا اور رُخ مقصود سے پردہ اُٹھ گیا اور سعادت کا درخت پھلا پھولا یعنی جناب میان شیخ احمد سرہندی وغیرہ نے جو حضور خواجہ کی بارگاہ کے مقربون اور مقبولون مین سے تھے اس امر کی تقریب کی اور اس عظیم الشان اور اہم سوال کے قبول کرنیکی مکرر درخواست کی حضور نے بڑے تامل و تردد کے بعد اُنکی درخواست منظور کی اور فرمایا کہ جو بات طریقہ مین دخل رکھتی ہو اُسے لکھنا چاہیئے مشائخ کے معاملات و حکایات جو جستہ جستہ زبان پر مذکور ہوتے ہین اُنکے ملانیکی ضرورت نہین اور ساتھ ہی یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے کہ اس سے دوکان داری مقصود نہ ہو چونکہ اس فقیر کی آرزو کو سابقہ ازل مین کامیاب ہونا لکھا جاچکا تھا اور اتنی مدت مین نفسانی بواعث

لاجرم این دولت بازبمن انتقال کرد و این سعادت نامزد طالع این شوریده شد بیت

مور مسکین ہوسی داشت کہ در کعبہ رسد   دست در پاے کبوتر زد و ناگاہ رسید

حسب الامر عالی حکایاتی کہ در خلال مجلس اقدس مذکور میشود ہر چند فوائد عظیم در ضمن آن مندرج میبود حتی الامکان زبان قلم ازان نگاہ داشتہ آمد الا در جائیکہ تحریر سخن حضرت ایشان موقوف بر آن بود اکنون بتائید الہی و استمداد از ارواح طیبہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالی ارواحہم و استعانت از باطن اقدس حضرت ایشان درین امر شروع نمایم و اعوذ باللہ من الخطا و الزلل ۰

پنجشنبہ یازدہم ماہ رمضان المبارک سنہ تسع الف

بسعادت زمین بوس مشرف شد بعد افطار مردے از صوفیان شیخ جلال تہانیسری بملازمت آمد ظاہرا این مرد قبل از افطار آمدہ بود و منتظر فراغ طعام خانگی بر در نشستہ و این شخص ہمیشہ بعد از ادای تہجد طعام میخوردہ است و صوم دوام میداشتہ بحضرت ایشان این معنی روشن گشتہ حاضران را مخاطب ساختہ

بالضرورۃ اس دولت نے پھر میری طرف انتقال کیا اور یہ سعادت اس شوریدہ بخت کے نامزد ہوئی بیت

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد ۰ دست در پاے کبوتر زد و ناگاہ رسید ۰ یعنی ضعیف چیونٹی کو کعبہ مین پہنچنے کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ اُسنے کبوتر کے پاؤن کو پکڑا اور دفعتًہ کعبہ پہنچگئی ۰ الغرض حسب ارشاد عالی اُن حکایتون سے حتی الامکان زبان بند کیگئی جو مجلس اقدس مین مذکور ہوتی تہین۔ اگرچہ بڑے بڑے فائدے اُنکے ضمن مین بیان ہوتے تھے۔ البتہ اُن حکایتون کو مختصرًا ذکر کیا گیا جنپر حضور خواجہ کی تقریر کو ضبط تحریر مین لانا موقوف تہا۔ اب خدا کی تائید اور حضرات خواجگان قدس اللہ ارواحہم کی پاک روحون کی مدد اور حضور خواجہ کے باطن اقدس کی استعانت سے اس بکر مین شروع کرتا اور خطا و لغزشون سے خدا کی پناہ مانگتا ہون ۰

پنجشنبہ گیارہ رمضان المبارک ۱۰۰۹ھ

زمین بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ افطار روزہ کے بعد شیخ جلال تہانیسری کے صوفیون مین سے ایک شخص ملازمت اقدس مین حاضر ہوا۔ بظاہر یہ شخص افطار سے پہلے آیا تہا اور اس انتظار مین بیٹھا ہوا تہا کہ خدام والا کھانے سے فراغت پالین یہ شخص ہمیشہ تہجد کے بعد کہانا کہاتا اور ہمیشہ روزہ رکھتا تہا حضور خواجہ کو یہ

فرمودند کہ روزہ داشتن در صفت حق سبحانہ در آمدن است چون او تعالی و تقدس از اکل و شرب منزہ است بندہ میخواہد کہ زمانی متخلق باین خلق شود لیکن اظہار عجز باید کہ سحر بخورد آنگاہ بادب و عجز روزہ شروع نماید تا از دائرہ بندگی برون افتد و قدرت و قوت کہ صفت خاصہ او ست بدو علی مخصوص او گردانیدہ بود ہمچنین قیام لیل نیز در صفت حق سبحانہ در آمدن است چون او تعالی و تقدس منزہ از نوم است بندہ درین صفت باو اقتدا نمودہ در قیام لیل شروع میسنماید باید کہ گستاخانہ باحول و قوۃ خود درین صفت در نیاید و اول شب بطعام تعجیل نماید تا عجز خود عرضہ دادہ باشد آنمرد فی الحال از نوع سابق برگشتہ طعام طلبید و گفت اگر طعام حاضر باشد بخورم گویند این مرد بغایتی بر قرار داد خود راسخ بود کہ گفتہ والدین ہم طعام نخوردی ہمیشہ بعد از تہجد و تراویح تناول کردی پیوستہ صائم بودی۔ بعد ازان برای کاری کہ آمدہ بود عرض داشت و بازگشت ہمدرین محل فرمودند کہ در فوائد الفواد دیدہ شدہ است کہ اوائل حال

فرمایا کہ روزہ رکھنا حقیقت مین خدا کی ایک صفت کو اختیار کرنا ہی کیونکہ خدا کھانے پینے سے پاک ہی۔ بندہ چاہتا ہے کہ تہوڑی دیر خدا کی اس صفت کے ساتھ متصف اور اسکی عادت سے خوگر ہو لیکن اظہار عجز کے لیئے ضرور ہی کہ سحری کا کھانا کھائے اور پھر ادب و عجز کے ساتھ روزہ شروع کرے تاکہ بندگی کے دائرے سے خارج نہو اور قدرت و قوۃ جو خدا کی صفت خاصہ ہی اسی کے ساتھ مخصوص رہے اسی طرح شب بیداری مین بہی خدا کی ایک صفت کو اختیار کرنا ہے کیونکہ وہ نیند سے پاک اور منزہ ہی۔ بندہ کو مناسب ہے کہ اس صفت مین اُسکی اقتدا کر کے تہجد کی نماز پڑہنی اور شب بیداری کرنی شروع کرے اُسے چاہیئے کہ اپنی قوۃ و طاقت کے ساتھ گستاخانہ اس صفت کا اظہار نہ کرے اور رات کے ابتدائی حصہ مین کھانے کی طرف جلدی کرے اور برغبت جلدی کرے تاکہ اپنے عجز و انکسار کا پورے طور پر ثبوت دے اُس شخص نے فوراً سابق کی وضع سے توبہ کر کے کھانا مانگا اور کہا اگر کھانا موجود ہو تو مین کھالون بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے قرارداد کا سخت پابند تھا یہان تک کہ مان باپ کے کہنے سے بھی کھانا نہین کھاتا تھا بلکہ ہمیشہ تہجد اور نماز تراویح سے فارغ ہوکر تناول کیا کرتا تھا اور روزے برابر رکھے چلا جاتا تھا۔ ازان بعد وہ شخص جسکام کے لیئے آیا تھا عرض کیا اور چلا گیا۔ اسی موقعہ پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ **فوائد الفواد** مین دیکھا گیا ہے کہ شروع مین

روزگاری ابراہیم ادہم قدس سرہ قوت خود بہیزم کشی میکردہ اند دران ایام از عباد مردی بملازمت ایشان آمدہ است کہ تمام شب قیام کردی برایشان تحقیق شدہ کہ لقمۂ او پریشان است باو فرمودہ بودند کہ روزی چند از طعام ما بخوری وی راضی شدہ در دو سہ روز ببرکت لقمۂ پاک کار او بجای رسید کہ در سنن موکدہ ہم تقاعدی ازو فہمیدہ میشد انتہی کلام سلمہ اللہ تعالی وابقاہ ظاہرا قیام او نفسانی بود و بطفیل لقمۂ پاک نفسانیتہا نابود گشتہ بجاے او حقانیت متولد شدہ باشد واللہ اعلم +

چہارشنبہ بست ویکم شہر شوال سنہ مذکور

سعادت حضور رو داد نفحات الانس مطالعہ میکردند سخن در جاہ افتاد فرمودند شیخ ابو عبد اللہ خفیف جاہی داشت کہ مشاہیر روزگار دختران خود را براے افتخار و تبرک برسم نیاز پیش او آوردند و او نکاح گرفتے و بجای ہر کدام یکی را از زنان سابق طلاق گفتے ہمچنین تا ہفتاد زن بہم رسیدہ بودند ہیچ کدام ازینہا نزدیکی نکردہ چون ایشان را درین معنے توجہی بخاطر آمدہ ہمہ اینہا جمع شدہ

حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ اپنی روزی کا سامان لکڑیان بیچکر بہم پہنچایا کرتے تھے اُس زمانہ مین ایک بڑا عبادت گزار آپ کی خدمت مین حاضر ہوا جو ساری رات تہجد اور قیام مین بسر کر دیتا تھا آپکو تحقیق ہوا کہ اسکا لقمہ پریشان یعنی مشتبہہ ہے ارشاد کیا کہ بھلا چند روز تو ہمارے ساتھ کھانا کھا سکتا ہے اسنے اسپر اپنی رضامندی ظاہر کی اور آپکے لقمۂ پاک کی برکت سے دو تین ہی روز مین اس کی یہ کیفیت ہوگئی کہ موکدہ سنتون مین بھی اس سے کسل و کاہلی کی علامتین دیکھی جانے لگین۔ انتہی کلامہ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عابد کا قیام شب نفسانی قیام تھا چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم کے لقمۂ پاک کے طفیل سے نفسانیت مٹ کر اُسکی جگہ حقانیت پیدا ہوگئی +

اکیسوین شوال روز چہارشنبہ سنہ مذکور

سعادت حضوری حاصل ہوئی۔ آپ نفحات الانس کا مطالعہ کر رہے تھے شدہ شدہ جاہ و حشمت مین بات جا پڑی فرمانے لگے کہ شیخ ابو عبد اللہ خفیف اسقدر جاہ و عظمت رکھتے تھے کہ اُس زمانہ کے مشہور نامور لوگ اپنی عزت و آبرو بڑہانے اور تبرک حاصل کرنیکی غرض سے بطریق نیاز اپنی لڑکیون کو آپکی نذر کرتے اور آپ اُنسے نکاح کر لیتے مگر جب کسی سے نکاح کرتے اُنکی جگہ پہلی عورتون مین سے ایک کو طلاق دیتے جاتے۔ الغرض اسیطرح ستر عورتون تک نوبت پہنچ گئی

پیش یکے ازینہا کہ صاحب جمال و دختر وزیرے بود و خدمت شیخ بسیار کردے و شیخ باو میلے داشت
آمدند و از حقیقت حال استفسار کردند وی گفت اینقدر دانم کہ روزے دست من بگریبان خود فرو
برد. و دیدم کہ از سینہ او تا ناف ہفدہ گلولہ برآمدہ بود سر آن پرسیدم گفت اینہا از مہر صبر است
کہ از مثل تو نازنینے خود را نگاہ میدارم ہمدرین محل فرمودند کہ حق سبحانہ تعالی مقتدایان را در ہر
زمان بطورے میدارد کہ صلاح مریدان آنوقت در آنست ہمانا مریدان آنوقت را کہ خدائی مضر بود در شان
اشارہ مجذوبی از حاضران سوال کرد کہ اینہا کہ حکم کردہ اند و اشارت بہ بزرگانی کرد کہ در نفحات مذکور اند و
تشخیص احوال مشائخ نمودہ اند کہ فلان بزرگ چنان بود و آن دیگر چنین. مگر در لوح محفوظ حال ورا دیدہ
گفتہ اند یا بقیاس و تخمین فرمودند کہ ہرچہ میگویند بالہام حق سبحانہ تعالی یا بتفرس کامل کہ ایشان را حق
سبحانہ تعالی عطا کردہ است دریافتہ حکم میکنند و ہر کدام باندازہ صفات خود کہ از مبدأ فیاض
نصیبہ ایشان شدہ است چیزے می فہمند. ائمہ مجتہدین از معانی قرآن نکات علوم شرعیہ

ترجمہ اردو

اُن میں سے ایک ایسی عورت کے پاس آئیں جو نہایت حسین خوبصورت تھی اور خوبصورت ہونیکے ساتھ وزیر کی لڑکی اور
شیخ کی از حد خدمتگذار تھی اور شیخ بھی اُس سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے. الغرض اُنہوں نے حقیقت حال سے سوال کیا تو
وزیرزادی نے جواب میں کہا میں صرف اسقدر جانتی ہوں کہ ایک روز شیخ میرا ہاتھ اپنے گریبان تک لےگئے دیکھتی کیا ہوں
کہ سینے سے ناف تک سترہ اُبھرے ہوئے گومڑے موجود ہیں. اسکی وجہ دریافت کی تو فرمایا یہ گومڑے صبر کی وجہ ہیں
کہ تجھ جیسی نازنین سے میں اپنے تئیں محفوظ رکھتا ہوں. اسی موقع پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خدا تعالی ہر زمانہ میں
مذہبی مقتداؤں کو اُس طریقے پر رکھتا ہے جس میں اسوقت کے مریدوں کی صلاحیت و فلاح ہوتی ہے شیخ ابو عبد اللہ کے
وقت کے مریدوں کے لیئے کتخدائی مضر اور نقصان دہ تھی. اتنے میں حاضرین جلسہ میں سے ایک مجذوب اُن بزرگوں کی
طرف اشارہ کرکے جنکا نفحات میں ذکر ہے سوال کر بیٹھا کہ ان لوگوں نے جو حکم کیا ہے اور مشائخ کے احوال کی تفتیش
جستجو کی ہے کہ فلان بزرگ ایسا تھا اور فلان ویسا تو شاید اُنہوں نے اسکا حال لوح محفوظ میں دیکھکر ایسا کہا ہے
یا صرف قیاس و اٹکل سے بیان کیا ہے. خواجہ نے فرمایا کہ بزرگان دین جو کچھ بھی حکم لگاتے یا کہتے ہیں خداوندی الہام
یا اس کامل تفرس سے دریافت کرکے کہتے ہیں جو خدا نے انکو عنایت فرمایا ہے اور ہر شخص اپنی اُن صفتوں کے انداز پر جو مبدا
فیاض سے اُسے نصیب ہوئی ہیں کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہے. ائمہ مجتہدین نے قرآن کے معانی سے علوم شرعیہ کے نکات و دقائق

استخراج کردند و اولیاء الله حقائق و معارف ازان معانی فرا گرفتند. ہمدرین محل فرمودند که شخصے
از حضرت امیر المومنین علی کرم الله وجهه پرسید که شما از اہل بیت آن سرور صلی الله علیه وسلم هستید
و از شما قریب تر دیگرے نبود بشما چیزے گفته باشند که بدیگران نگفته اند. گفتند چنین نیست آنچه
بدیگران گفته اند بما ہم گفته اند و آنچه بما گفته اند ہمه گفته اند اما مارا فہمے و دریافتے داده اند که بدیگران
نداده اند و این دو بیت از مثنوی خواندند **ابیات** اہل دین از دو ر نامت بشنوند ۞ تا بقعر تار و پودت
در روند ۞ بلکه پیش از زادن تو سالها ۞ دیده باشندت ترا با حالها ۞ باز آن مجذوب عرضداشت که
اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِي وَيُصِيبُ یعنی خلاف اولیا نیز از مقوله خلاف ائمه شرع است فرمودند خطا این طائفه در
مفهوم کلام یکدیگر ہست نه در اصل مسئله در اصل همه متفق اند خطا در مفهوم کرده اند ازان رو که قائل فصیح نیست
در عبارات او قصورے ہست که مدلول مفہوم نمی شود یا ازان جهت که حال این بحال آن دیگر برابر نیست زوائد
احوال او را بحسب حال خود رنگ دیگر فرا گرفته و تخطیه کرده است و تخطیه شیخ علاء الدین سمنانی نسبت

نکالے اور اولیاء الله نے اُن ہی معانی سے حقائق و معارف حاصل کیے. اسی اثنا میں حضور نے فرمایا که ایک شخص نے حضرت
امیر المومنین علی کرم الله وجهه سے پوچھا که آپ پیغمبر صاحب صلی الله علیه سلم کے اہل بیت میں سے ہیں بلحاظ قرابت
آپسے بڑھکر کوئی اور نه تھا اس سے خیال کیا جاتا ہے که پیغمبر صاحب نے جو کچھه آپسے ارشاد کیا ہوگا دوسرے سے نه فرمایا ہوگا
امیر المومنین نے جواب دیا که ایسا نہیں ہوا اور یه کبھی نہیں ہوسکتا تھا بلکه پیغمبر صاحب نے جو کچھه دوسروں سے فرمایا ہم سے بھی
فرمایا اور جو کچھه ہم سے ارشاد کیا اسکی دوسروں کو اطلاع دی البته ہمیں خدا نے فہم و ادراک عنایت کیا ہے جو اوروں کو
نہیں دیا ازان بعد خواجه نے مثنوی کی دو بیتیں پڑھیں جن کا ترجمه یه ہے. اہل دین دور سے تیرا نام سنکر تیرے ساخته پرداخته
کی تہ میں جا پہنچے ہیں بلکه انہوں نے تیرے پیدا ہونے سے سالہا سال پیشتر تجھے اُن اوصاف کے ساتھ دیکھ لیا تھا جو تو رکھتا
ہے اُس مجذوب نے دوباره عرض کیا که یه جو کہا گیا ہے که مجتہد خطا کرتا ہے اور صواب پر بھی ہوتا ہے تو کیا جس طرح ائمه شرع
باہم اختلاف رکھتے ہیں اولیا بھی رکھتے ہیں اور جس طرح اُنسے خطا سرزد ہو جاتی ہے ان سے بھی ہوتی ہے. فرمایا اولیاء الله کا
گروه باہم ایک دوسرے کا کلام سمجھنے میں خطا کرتا ہے نه اصل مسئله میں. اصل مسئله میں تو سب متفق ہیں. ان سے مفہوم میں خطا
سرزد ہو گئی ہے اور اسکی وجه یه ہو گئی ہے که کسی مضمون کا قائل فصیح نہیں ہے عبارت میں قصور ہو گیا ہے که الفاظ سے مطلب و معنے
سمجھه میں نہیں آتے یا اس وجه سے خطا ہو گئی ہے که ایک شخص کا حال دوسرے شخص کے حال کے برابر نہیں ہوتا تو وه شخص جو

شیخ محی الدین ابن عربی از قسم ثانی است در نفحات مذکور است کہ بعضے از فضلا کہ بہر دو ایشان معتقد اند
تحقیق فرمودند کہ مخالفت بینہما جز در مفہوم نیست والا در اصل مسئلہ ہیچ نزاعی ندارند و ہم در نفحات
مذکور است کہ شیخ علاؤ الدولہ در حاشیہ فتوحات نسبت بشیخ نوشتہ است ایہا الحق ایہا
الصدیق۔ و در جای تخطیہ و تکفیر کردہ است این سخن مقوی آنست کہ تخطیہ بسبب عدم فہم است
یعنی آنچہ یافتہ است قبول نمیداشتہ و آنچہ نیافتہ نفی کردہ اصلا نفسے را دینجا شائبہ نیست یا زآن مجذوب عرض
داشت کہ اینہا استعداد ہا آوردہ بودند کہ چنین شدند یا بتوجہ مرشد بمراتب ولایت رسیدند۔ فرمودند کہ ہم این بود و ہم آن
چہ استاد کیمیا گر از چند جوہر مثل سیماب و مس و غیرہ طلا میسازد از خاک نمیسازد **بیت** این نکتہ
لطیف بباید کہ تا کسی مقبول طبع مردم صاحب نظر شود م لختی سخن در احتیاط لقمہ افتاد از اکابر
عزیزے را نام بردہ فرمودند کہ او گفتہ است کہ وقت طعام خوردن حاضر باید بود کہ بغفلت خوردہ نشود
چہ لقمہ بمثابہ تخم است اگر سر حضور بکار رفتہ است حضوری آرد والا پریشانی و غفلت اگرچہ لقمہ پاک

جو شیخ محی الدین ابن عربی کو خطا کی طرف منسوب کیا ہے وہ اسی دوسری قسم کی خطا ہے۔ نفحات مین لکھا ہے کہ بعض فضلا
نے جو دونون بزرگوار کے معتقد ہین تحقیق کرکے فرمایا ہے کہ دونون حضرات مین جسقدر بھی مخالفت ہے صرف مفہوم
مین ہے ورنہ اصل مسئلہ مین کسیطرح کا اختلاف جھگڑا نہین۔ نفحات مین یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ علاؤ الدولہ نے جو فتوحات
کے حاشیہ مین شیخ کی نسبت لکھا ہے "اے محقق اے بڑے سچے"۔ اور دوسری جگہ انکا تخطیہ اور نہ صرف تخطیہ بلکہ تکفیر کی
ہے تو یہ بھی اِس بات کو تقویت دیتی ہے کہ شیخ علاؤ الدولہ کا شیخ ابن عربی کو خطا کی طرف منسوب کرنا اسیوجہ سے صرف
اسیوجہ سے تھا کہ وہ مطلب سمجھ نہ سکے یعنی جو کچھ ذہن مین آیا اُسے تو تسلیم کرلیا اور جو ذہن مین نہ آیا اسکو رد کردیا پھر
اُس مجذوب نے عرض کیا کہ آیا ان لوگون نے یہ استعداد ین خود پیدا کی ہین کہ ایسے ہوگئے یا مرشد کی توجہ سے ولایت کے
مراتب پر پہنچے ہین۔ فرمایا اُن مین خود بھی استعداد تھی اور مرشد کی توجہ بھی۔ کیونکہ کیمیا گر استاد خاک سے نہین بلکہ
چند جوہر جیسے پارہ اور تانبے وغیرہ سے سونا بناتا ہے **بیت** بن نکتہ لطیف بباید کہ تا کسی م مقبول طبع مردم
صاحب نظر شود م یعنی تا وقتیکہ بہتسے باریک نکات کسی شخص مین پیدا نہین ہوجاتے صاحب نظر آدمیون کے نزدیک
مطبوع و پسندیدہ نہین ہوتا۔ پھر تھوڑی دیر تک احتیاط لقمہ مین سلسلۂ کلام جاری رہا۔ آپنے بزرگون مین سے ایک عزیز کا
نام لیکر فرمایا کہ اُسکا قول ہے کہ کھانا کھاتے وقت آدمی کو حاضر رہنا چاہیے تاکہ حالت غفلت مین نہ کھایا جائے کیونکہ

ہ لقمہ بیج کی مانند ہے اگر کھاتے وقت حضور کو کام مین لایا گیا ہے تو حضوری پیدا کرے گا ورنہ سراسر پریشانی و غفلت گو لقمہ پاک اور بے لوث ہی۔

۲۶۶ صحیح

ہم باشد از حاضران فقیرے سوال کرد از ینجا ظاہر میشود کہ اگر بشبہت ہم بخورند و حاضر باشند حضور آرند فرمودند چون شد اما در آرام البتہ فتوری خواہد رفت و راہ ترقی جز دوام آرام نیست صاحب آرام مثل سائلے است کہ بر در کریم ایستادہ است و پیوستہ طلب میکند لاجرم چیزے باو میرسد و موافق این سخن این حدیث خوانند مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ وَلَجَّ وَلَجَّ و اگر آرام ندارد قلقے خواہد داشت صاحب این قلق مثل سائلی است کہ بر در کریم است و این طرف و آن طرف بہمات ہم میگردد و شکایتے دارد کہ بمن نمی دہند و چرا نمی دہند درین حال باو چیزے نمیرسد این فقیر سوال کرد کہ وراے آرام و قلق حالتی دیگر ہم ہست فرمودند کہ حال طالب ازین دو بیرون نیست یا آرام است یا قلق و ہر کہ ہیچ ازین دو ندارد طالب نیست ہمدرین محل فرمودند کہ لقمہ مشبہہ مثل دودے است کہ میان رائی و مرئی حائل میشود و چہرۂ مقصود را از نظر میپوشد و آنکہ بحضور الٰہی آشنا است می فہمد و در قلق مے افتد و بعضی از عزیزان مریدان را از دو سفر منع میکردند از سفر خراسان چہ او قاف آنجا اکثر بی احتیاط بودہ لاجرم مشبوہ

کیون نہ ہو موجودہ لوگون مین سے ایک فقیر نے سوال کیا کہ یہان سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مشتبہ لقمہ کھائین اور کھاتے وقت حاضر رہین تو بھی حضوری پیدا ہوتی ہی۔ فرمایا کیون نہین مگر آرام مین ضرور فتور پڑ جائیگا اور ترقی کا رستہ بجز آرام اور دوامی آرام کے حاصل نہین ہوتا۔ صاحب آرام کی مثال ایسی ہی جیسے سائل کہ کسی کریم سخی کے دروازے پر کھڑا مانگتا ہے اور لگ لپٹ کر مانگتا ہی۔ صاحب خانہ کو خیال پیدا ہوتا ہی اور اُسکی طرف سے سائل کو کچھ نہ کچھ پہنچ ہی رہتا ہی یہانتک پہنچکر آپنے اِسکے مطابق یہ حدیث پڑھی مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ وَلَجَّ وَلَجَّ یعنی جس نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور لگ لپٹ کر مانگا وہ اسکے مہمان خانہ مین ضرور داخل ہوا۔ اور اگر آرام و اطمینان میسر نہین ہی تو بے چینی اور قلق نقد وقت حاصل ہوگا۔ پھر اِس بے چینی اور صاحب قلق کی مثال بعینہ اُس سائل کی سی ہی جو کریم و سخی کے دروازے پر ہی اِدھر اُدھر دیکھتا ہی بھی مطلب برآری کے لیئے پھرتا ہی لوگون سے شکایت کرتا ہی کہ مجھے کچھ نہین دیتے اور کیون نہین دیتے۔ ایسی صورت مین اُس سائل کو سخی کے دروازے سے کچھ نہین ملتا۔ اسپر اِس فقیر نے دریافت کیا کہ آرام و قلق کے علاوہ بھی کوئی اور حالت ہی؟ فرمایا طالب کی کیفیت اِن دو صورتون سے باہر نہین یا آرام نصیب ہے یا قلق حاصل ہو اور جسکا اِن دونون مین سے کوئی کیفیت نہین طالب نہین اسیوقت یہ بھی فرمایا کہ لقمہ مشتبہ ایک دھوان ہی جو دیکھنے والے اور اُس چیز مین حائل و حاجب ہی جسے وہ دیکھتا ہی اور رخِ مقصود کو نظر سے پوشیدہ کردیتا ہی مگر جو شخص حضورِ الٰہی سے آشنا ہی وہ خوب سمجھتا اور

ضرر میکرد و از مقصود باز میداشت و از سفر یمن چہ آنجا حسن بسیار است تا ناگاہ گرفتار حسن نشوند و از راہ باز بمانند و آنکہ بعضے اذن بعشق صوری میکردہ اند در خود قوت تصرف باز داشت آن می یافتہ اند و در مرید استعداد آن میدیدند کہ کار او بی این پیش نمیرود و اما از عشق صوری کسی بجائے نمیرسد و بسیار مضر است آنچہ کسی را بجائے میرساند راہ باطن اوست و این ابیات خواندند۔

ابیات ذات تو خرچین تست و کیسہ ات ✤ گر تو را بینی مجو جز دیسہ ات ✤ کیسۂ خرچین تو ہم ذات تست ✤ وین بروں ہا ہمہ آفات تست ✤ ہیچو نابینا مبر ہر سو دست ✤ با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست ✤ روزی یکی از مخلصان اپرسیدند کہ در ملازمت ما بچہ نیت می آئی عرضہ کرد بہ نیت آنکہ مسلمانی شوم فرمودند مراد ہمین ہست بعد این فرمودند مسلمانی تسلیم و انقیاد است مر احکام ازلی را تا تجلی ذاتی بر وجہ اتم نشود مسلمان شدن مشکل است **مصرعہ** این مشو آن مشو مسلمان شو ✤ روزے بعضے از علما کہ بشرف ملازمت آن آستان مشرف اند در شرح رباعیات کہ از مسودات

نقصان پہنچے۔ و ہ یمن کے سفر سے اسلیئے کہ وہان حسن بہت کچھ ہی ایسا نہو کہ مرید میں گرفتار حسن ہو کر راہ مقصود باز رہین بعض لوگ جو ظاہری عشق کی اجازت دیئے گئے ہیں وہ اپنے میں اتنی قوت تصرف پاتے تھے کہ جب چاہتے تھے طالب کو اس سے پھیر دیتے تھے اور ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ مرید مین عشق ظاہری ہی کی استعداد دیکھتے تھے اور بے اسکے آگے کو کام چلنا مشکل نظر آتا تھا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ عشق ظاہری سے کوئی شخص کسی مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ طالب حق میں بیحد مضر ہوتا ہی۔ آدمی کو جو چیز کسی مرتبہ پر پہنچا دیتی ہی وہ اسکی باطنی راہ ہی اسی موقع پر آپنے یہ بیتین پڑہین

ابیات

ذات تو خرچین تست و کیسہ ات ｜ گر تو را بینی مجو جز دیسہ ات
کیسۂ خرچین تو ہم ذات تست ｜ ہیچو نابینا مبر ہر سوی دست
با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست ｜ وین برونی ہا ہمہ آفات تست

ایک دن کا ذکر ہی کہ آپنے اپنے ایک مخلص مرید سے پوچھا کہ تو ہمارے پاس کس غرض کس نیت سے آتا ہی عرض کیا مسلمان بننے کی نیت سے۔ فرمایا مقصود بھی یہی ہی۔ اس کے بعد فرمایا مسلمانی نام ہی احکام ازلی کے آگے گردن تسلیم خم کر دینے اور سر جھکا دینے کا۔ تا وقتیکہ تجلی ذاتی کامل اور پورے طور پر نمایاں نہین ہوتی مسلمان ہونا مشکل ہی **مصرعہ** این مشو آن مشو مسلمان شو ✤ یعنے یہ اور وہ کچھ نہ ہو مسلمان ہو۔ ایک دن چند

قلم حقائق رقم حضرت ایشان است برین سخن که صور علمیه عکس اعتبارات و حیثیات ذات است و نمود
خارجیات کائنات عکس العکس یعنی عکس آن صور علمیه است که بر آئینهٔ ذات افتاده شبهه داشتند که
اگر عکس صور علمیه بر ظاهر وجود افتد نهایت ذات حق و محلیت وجود مطلق تعالی شانه لازم می آید همدرین
وقت حضرت ایشان بر وقت آنها رسیدند پرسیدند که چه مذاکره برفت چون شبهه خود را معترض
ساخت حضرت ایشان در جواب آن فرمودند که بی نهایتی حق سبحانه تعالی نه بآن معنی است که در اجسام است
باعتبار طول و عرض بل بآن معنی است که بی تعیین و تمیز است دیگر محل آن صور ذات نیست که محلیت
لازم آید بلکه محل آن وهم است چنانچه صورت منتقش در آئینه نه درون او و نه برون اوست اما وهم حکم میکند
که بر روئے آئینه است و محل او خیالی است که آنرا مثال متصل گویند و آئینه ما همچنان بیرنگی خود است همدرین
محل فرمودند که توحید حاصل می باید کرد توحید محققین از علماے متکلمین لَا مُؤَثِّرَ فِي الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰه
است یعنی قدرت خود را بحق سبحانه دادن و خود را ازان خالی ساختن اگرچه بعضے از متاخرین علماے

قلم حقائق سے لکھی ہوئی تھیں مضمون یہ تھا کہ صور علمیہ ذات کے اعتبارات اور حیثیات کا عکس ہیں اور خارجیات
کائنات کی نمود عکس العکس یعنی اُن صور علمیہ کا عکس ہے جو آئینہ ذات پر پڑتا ہے۔ منشا شبہہ یہ تھا کہ اگر صور علمیہ
کا عکس ظاہر وجود پر پڑے گا تو حق تعالی کی ذات کی نہایت اور وجود مطلق کی محلیت لازم آئیگی اور یہ بظاہر محال ہے
وہ لوگ اس شبہہ میں غرق تھے کہ حضرت خواجہ وہاں پہنچ گئے پوچھا کہ کیا ذکر ہو رہا ہے اُنھوں نے اپنا شبہہ بیان کیا
خواجہ نے جواب میں فرمایا کہ حق تعالی کی بے نہایتی اس معنے کر نہیں ہے جو اجسام میں پائی جاتی ہے یعنی طول و عرض کے
اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اس معنے کر ہے کہ وہ بے تعین اور بے تمیز ہے اور نیز وہ صور ذات کا محل نہیں ہے کہ محلیت
لازم آئے بلکہ اسکا محل وہم ہے جیسا کہ آئینہ میں صورت منتقش ہوتی ہے کہ نہ تو وہ آئینہ کے باہر ہوتی ہے نہ اندر
لیکن وہم حکم کرتا ہے کہ رخ آئینہ پر موجود ہے تو اُسکا محل صرف خیالی ہے اور آئینہ حقیقت میں ویسا ہی صاف و
بیرنگ ہے۔ اسکو مثال متصل کہتے ہیں ٭

اسی موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آدمی کو توحید حاصل کرنی چاہیئے۔ علماے متکلمین کے محققین کی
توحید تو لَا مُؤَثِّرَ فِي الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰه ہے یعنی اپنی ساری قدرت خدا کو سونپنا اور اپنے تئیں
اُس سے خالی کرنا۔ اگرچہ بعضے پچھلے علماء

قدرت موثره را به بنده هم فی الجمله اثبات میکنند و توحید ایشان لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ است اما
مذهب اصح آنست که لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰهُ و صوفیه چنانچه فعل و قدرت را منسوب بحق میکنند
باقی صفات سبعه را مثل علم و سمع و بصر و حیات و کلام نیز منسوب بحق میکنند و میگویند لَا مَوْجُوْدَ
اِلَّا اللّٰهُ بالجمله توحید حاصل میباید کرد اگر آن عکس یا عکس العکس معلوم نشود در قیامت مواخذه نخواهند
کرد و هرچند ازین توحید خاص نخواهند پرسید و آنچه تکلیف بآن کرده اند بمعنی لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ
است اما چون اخلاص تام بی این توحید که مقرر صوفیه است پیدا نمیشود اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ
بضرورت این توحید حاصل میباید کرد تا اخلاص پیدا شود **وصل** روزے مقامات شیخ حسین خوارزمی
قدس سره مطالعه میکردند تعریف شیخ خلیل الله که یکی از خلفائے شیخ بود بسیار کردند و فرمودند
حب جاه از و بر طرف شده بود باین تقریب فرمودند که جاه دو جاه است یکی جاه عند الناس که از
بقایائے نفس است آن خود بطور این طائفه شرک است و جاه عند الله که از بقایائے روح است

قدرت موثرہ کو بندہ کے لیئے بھی فی الجملہ ثابت کرتے ہین اور ان کی توحید لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ ہی لیکن
صحیح تر مذہب یہی ہے کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰهُ کا معتقد ہو۔ صوفیون کا فرقہ جب کہ فعل اور قدرت
دونون کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہین خدا کی باقی ساتون صفتون یعنے علم۔ سمع۔ بصر۔ حیات۔ کلام وغیرہ
کو بھی خدا کی طرف منسوب کرتے اور کہتے ہین لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ بہرصورت توحید حاصل کرنی چاہیے اگر یہ یا
عکس یا عکس کا عکس معلوم نہ ہو تو قیامت کے روز اس بارے مین مواخذہ نہوگا۔ اور اس توحید خاص کی
بابت کسیطرح کی پوچھ گچھ نہوگی۔ خدا نے جس توحید کی بندون کو تکلیف دی ہے وہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ
کے معنے ہین مگر چونکہ پورا اخلاص بغیر اُس توحید کے جو صوفیون کے نزدیک مقرر ہے حاصل نہین ہوتا
جیسا کہ خدا نے فرمایا اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ لہذا ضرور ہے کہ اس توحید کو حاصل کرین تاکہ اخلاص حاصل ہووے
وصل ایکدن حضرت خواجہ شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ کے مقامات کا مطالعہ کر رہے تھے شیخ خلیل اللہ
کی جو شیخ حسین کے خلیفہ تھے بہت تعریف و تحسین کر کے فرمایا کہ ان سے حب جاہ بالکل برطرف ہو گئی
تھی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جاہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک لوگون کے نزدیک کہ بقایائے
نفس سے ہے اور یہ جاہ فرقہ صوفیہ کے طریق پر شرک ہے۔ دوسرے عند اللہ کہ بقایائے روح سے ہے

وآنکہ گفتہ اند کہ آخِرُ مَا یَخْرُجُ مِنْ رُؤُسِ الصِّدِّیقِیْنَ حُبُّ الْجَاہِ مراد قسم ثانی است ازو
این جاہ برطرف شدہ بود چنانچہ چندتن از مریدان کہ ہم در طریقہ ایشان استعداد شیخی پیدا
کردہ بودند نزدیک مزار او میبودند و خلوت می برآوردند و ہرگز جای نرفتند و شیخی نکردند
و این از آثار آن نظر است و ایضاً ہمدرین مقامات مذکور است کہ یکی از صوفیان شیخ را قدس سرہ
حالی پیش آمدہ بود بشیخ عرض داشت کرد کہ من خود را در صحرائے نورانی بحق سبحانہ حاضر میبابم
در وقتیکہ با یاران نشستہ ام ازین غائبم و دران صحرا حاضر شیخ او را بشارتی دادہ فرمودند
کہ خلوت در انجمن کہ در سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میگویند این است حضرت ایشان فرمودند کہ خلوت
در انجمن کہ درین سلسلہ مشہور است چیزی دیگر است و این چیزی است کہ مبتدیان این طریقہ
را در دو سہ روز روی مینماید لختی سخن از استقامت شیخ نورالدین رفت و این شیخ نورالدین
از مشاہیر علمائی پنجاب است و بسیار از مردم آن صوبہ بآن مریداند فرمودند کہ او بصد و بست سالگی

اور یہ جو لوگون نے کہا ہے کہ صدیقون کے سرون مین سے جو چیز سب سے پیچھے نکلتی ہو حُب جاہ ہو۔ اس جاہ سے یہی
دوسری قسم کی جاہ مراد ہے۔ شیخ خلیل اللہ کے سر سے یہ جاہ بالکل دور اور برطرف ہوگئی تھی اسیکا یہ لازمی نتیجہ تہا کہ آپکے چند مرید
جنہون نے آپکے طریقہ میں شیخ ہونیکی قابلیت پیدا کی تھی آپکے مزار کے آس پاس رہتے اور خلوتون سے نکلکر کہین جا بیٹھنے کا
قصد نکرتے تھے انہون نے شیخ بننے کا کبھی خیال تک نہین کیا اور نیز یہ فیض اثر صرف آپ کی نظر مبارک کی برکت سے
مترتب ہوتا۔ مقامات شیخ حسین مین یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ قدس سرہ کے مریدون مین سے ایک صوفی کو ایک مرتبہ حال پیش
آیا تھا اُسنے شیخ سے عرض کیا کہ مین اپنے تئین ایک نورانی صحرا مین خدا کے ساتھ موجود پاتا ہون حتی کہ جس وقت مین
یارون کے ساتھ مجلس مین بیٹھتا ہون اُنسے غائب ہوتا اور اُس صحرا مین حاضر ہوتا ہون شیخ نے اُسے خوشخبری دے کے
فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مین جسے خلوت در انجمن کہتے ہین وہ یہی ہے۔ یہانتک پہنچکر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خلوت
در انجمن جو سلسلہ نقشبندیہ مین مشہور ہے وہ اور چیز ہے اور یہ تو ایک ایسی بات ہے جو اس طریقہ کے مبتدیون کو دو تین ہی
روز مین حاصل ہوجاتی ہی۔ پہر تہوڑی دیر تک شیخ نورالدین کی استقامت میں بحث ہوتی رہی۔ شیخ نورالدین پنجاب کے
مشہور عالمون مین سے ہین اور اُس طرف کے بہت سے لوگ آپ کی مریدی کا فخر حاصل رکھتے ہیں۔ خواجہ نے فرمایا کہ
وہ ایک سو بیس [۱۲۰] سال کی عمر کو

ترجمہ اردو

رسیدہ بود و بغایت ضعیف شدہ بود امانوافل بسیار میگذارد و شبہا احیا میکرد و در عمل کوشش بلیغ میداشت گویند شصت سال پہلوی خود بر زمین ننہادہ بود از حاضران شخصی عرض داشت کرد کہ ہرگز از ایشان حقائق و معارف شنیدہ نمیشد فرمودند آدمی بشرائع مامور ہست نہ بحقائق و معارف و آن سرور صلے اللہ علیہ وسلم ہیچ کس تکلیف بمعارف صوفیہ نمیکردند ہمیشہ تلقین شریعت میکردند و چہ عظیم سعادتی کہ کسی بمتابعت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بودہ در عمل میکوشیدہ باشد و نیز فرمودند کہ معرفت را اقسام و مراتب بسیار ہست اگر از حقائق و معارف نصیبی وافر داشتہ باشد بہتر و خوبتر اصل کار بر شریعت بودن است میفرمودند کہ توحید سالم آنست کہ نقائص را بیقین خود کہ انا بر سر آدمی افتد اضافت کنی و از ہستی او واو شماری کمالات بحضرت اطلاق راجع داری ہرچند کہ معتقد لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ باشی شخصی از حاضران سوال کرد کہ آنکہ شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ فرمودہ است کہ میتواند کہ سالک متحقق شود

ترجمہ اردو

پہنچ گئے تھے اور نہایت ضعیف ہو گئے تھے۔ لیکن ابھی تک بہت بڑے نوافل گزارتے تھے اور راتوں کو قیام و نماز میں لبسر کرتے تھے اور عمل میں انتہا درجہ کی کوشش کرتے تھے لوگوں کا بیان ہے کہ پورے ساٹھ سال زمین پر اپنا پہلو نہیں ٹکایا تہا۔ حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ انکے حقائق و معارف سے تو کبھی کچھہ سنا گیا نہیں فرمایا آدمی حقائق و معارف کا نہیں بلکہ شرائع کی بجاآوری کا حکم کیا گیا ہے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو معارف صوفیہ کی تکلیف نہیں دیتے تھے بلکہ ہمیشہ شریعت کی تلقین فرماتے تھے۔ اور اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی کہ کوئی شخص جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت پر ثابت قدم رہ کر عمل میں کوشش بلیغ کرتا ہے۔ حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ معرفت کی بہت سی قسمیں اور بہت سے مرتبے ہیں تو اگر آدمی حقائق و معارف کا بہت سا حصہ رکھتا ہو بہتر ہے اور بہت اچھا ورنہ اصل بات شریعت پر ثابت قدم رہنا ہے۔ فرماتے تھے کہ توحید سالم اسے کہتے ہیں کہ تو نقائص وعیوب کو اپنے نفس کیطرف جو لفظ انا کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے منسوب کرے اور انہیں نفس ہی کی آنتوں سے شمار کرے اور تمام کمالات کو خدا کی جانب راجع کرے ہرچند کہ تو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کا معتقد کیوں نہو حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سالک متحقق

بجمیع اسمار وصفات الٰہی و ہنوز واصل نباشد بان سخن مشہور تناقض دارد کہ تخلق باخلاق الٰہی بعد از وصول حاصل میشود فرمودند کہ در کلام ایشان لفظ تواند واقع شدہ پس میتواند کہ بعضہا را در زمان سیر الی اللہ پیش از وصول نیز دست دہد اما اکثر آنست کہ بعد از وصول بمقام سیر فی اللہ حاصل شود لیکن اگر کسی اصطلاح سازد تخلق قبل از وصول را تخلق گوید و بعد از وصول را تحقق مناسبست ؀

چہارشنبہ سیزدہم ذیقعدہ سنہ مذکور

سعادت زمین بوس رو داد سخن در تعدد پیر افتاد بر لفظ مبارک راندند کہ پیر سہ است پیر خرقہ پیر تعلیم و پیر صحبت۔ پوشیدہ نماند کہ پیر خرقہ آنست کہ خرقۂ ارادت از وپوشیدہ باشند و از کسی کہ خرقہ تبرک و اجازت یافتہ باشند۔ در اصطلاح این طائفہ او را پیر خرقہ نگویند۔ و پیر تعلیم ذکر ظاہر ست و پیر صحبت آنکہ با او صحبت داشتن و از صحبت او منافع و ترقیات حاصل کردہ باشند و بمجلس ہمدرین

تمام اسمار اور صفات کے ساتھ خوگر ہوا اور ابھی تک واصل الی اللہ نہ ہوا ہو۔ تو یہ اُس مشہور و معروف فقرے سے اختلاف و تناقض رکھتا ہے جو زبان زد خاص و عام ہو وہ یہ کہ خداوندی اخلاق سے خوگر ہونا مرتبۂ وصول پر پہنچنے کے بعد حاصل ہوتا ہے حضرت خواجہ نے جواب میں فرمایا کہ شیخ کے کلام میں لفظ تواند واقع ہوا ہی پس ہوسکتا ہے کہ بعض لوگون کو خداوندی اخلاق سے خوگر ہونا مرتبۂ وصول پر پہنچنے سے پہلے ہی سیر الی اللہ کے زمانہ مین حاصل ہوجائے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہی کہ مرتبۂ وصول پر پہنچنے کے بعد سیر فی اللہ کے مقام مین حاصل ہو لیکن اگر کوئی یہی اصطلاح مقرر کرلے کہ مرتبۂ وصول پر پہنچنے سے پہلے کے تخلق کو تخلق کہتے ہین اور بعد کے تخلق کو تحقق تو یہ مناسب اور اچھا ہے ؀

تیرھوین ذیقعدہ روز چہارشنبہ سنہ مذکور

زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی پیرون کے متعدد ہونے مین بحث شروع ہوئی زبان مبارک پر جاری ہوا کہ پیر تین طرح کے ہوتے ہین ایک پیر خرقہ دوسرے پیر تعلیم تیسرے پیر صحبت۔ واضح ہو کہ پیر خرقہ اُسے کہتے ہین جس نے خرقہ ارادت لوگون نے پہنا ہو اور جس سے لوگون نے خرقہ تبرک و اجازت پایا ہو اہل تصوف کی اصطلاح مین اُسے پیر خرقہ نہین کہتے ہین اور پیر تعلیم کی تعریف ظاہر ہے کہ ذکر و اشغال کی تعلیم دیتا ہو اور پیر صحبت اُسے کہتے ہیں جس سے لوگ صحبت رکھین اور اُسکی صحبت سے منافع

فرمودند که در سلسلهٔ چشتیه و سهروردیه در هندوستان مدار بر خرقه است پیر مطلق باصطلاح اہل
این سلاسل پیر خرقه را گویند و لهذا تعدد پیر را قبول ندارند و پیر تعلیم و صحبت را مرشد گویند موافق
این سخن بزرگی را نام برده فرمودند که در رسائل خود نوشته که تعدد پیر خرقه مکروه است و همچنین پیر تعلیم
اما پیر صحبت میتوانند که متعدد باشند بشرط اجازت پیر اول یا فوت صحبت او بعد ازین سخن فرمودند
که آرے پیر خرقه متعدد نمی باشد اما پیر تعلیم همچو پیر صحبت متعدد میباشد و معمول سالکان است
و فرمودند که در سلاسل خرقه را معنعن از حضرت رسالت پناه صلی اللہ علیه وسلم اسناد مے کنند و ذکر
معنعن بیان نکرده اند اما در سلسلهٔ نقشبندیه و کبرویه ذکر معنعن از حضرت رسالت پناه صلی اللہ
علیه وسلم رسیده است از حضرت صدیق اکبر رضی الله عنه و حضرت امیر المؤمنین علی کرم الله
وجهه الی یومنا هذا در وسائط فتورے نرفته. درین محل یکی از حاضران سوال کرد که آنکه میگویند
که در سلسلهٔ عالیه نقشبندیه طریقهٔ رابطه از حضرت صدیق اکبر و طریقهٔ ذکر از حضرت امیر المؤمنین

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہندوستان کے چشتیون اور سہروردیون کے سلسلے مین خرقہ پر دار مدار ہے ان لوگون کی
اصطلاح مین پیر خرقہ کو پیر مطلق کہتے ہین اور اسیواسطے ایک شخص کے لیئے کئی پیرون کے ہونے کو تسلیم نہین کرتے
پیر تعلیم اور پیر صحبت کو مرشد کہتے ہین۔ خواجہ نے اسی مطلب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لیکر فرمایا کہ وہ اپنے رسائل
مین لکھتے ہین کہ پیر خرقہ کا متعدد ہونا مکروہ ہے اور اسی طرح پیر تعلیم کا۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے لیئے
پیر صحبت کئی ہون بشرطیکہ پہلا پیر اُسے اس بات کی اجازت دے یا اُس کی صحبت فوت ہو گئی ہو جا۔ ازان بعد فرمایا
کہ ہان ایک شخص کے لیئے پیر خرقہ کئی نہین ہوسکتے ہین مگر پیر تعلیم اور اسیطرح پیر صحبت کئی کئی نہین ہوسکتے اور اسی
پر سالکون کا معمول رہا ہے۔ اور فرمایا کہ سلاسل اولیاء اللہ مین لوگ خرقہ کی سند جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم سے بطریق عنعنہ بیان کرتے ہین مگر ذکر کو عنعنہ کے طریق سے بیان نہین کیا۔ ہان سلسلۂ نقشبندیہ اور کبرویہ
مین ذکر بھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بطریق عنعنہ پہنچا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب
امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر ہمارے آج کے دن تک درمیانی وسیلون اور راویون مین کسیطرح
کا خلل نہین پڑا۔ اسی موقع پر حاضرین جلسہ مین سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ بیان کرتے ہین
کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مین رابطہ کا طریق جناب صدیق اکبر سے اور ذکر کا طریق حضرت امیر المومنین

ترجمہ اردو

علی رضی اللہ عنہما رسیدہ چون است۔ فرمودند ذکرے کہ درین سلسلہ ہست کہ آنرا وقوف عددی خوانند بطریقہ معہود مثل حبس نفس و ضم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوی از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معنعن رسیدہ است وطریق صحبت نیز از ایشان رسیدہ چراکہ ایشان در سفر وحضر با آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ میبودند و از راہ صحبت فیض میگرفتند اصل درین کار صحبت است ورابطہ ظل اوبر تقدیر فقدان صحبت صوری رابطہ کہ صحبت معنوی است اکتفا نمودہ اند ہمدرین محل فرمودند کہ اگر کسی از پیر صحبت بکمال رسیدہ باشد اورا بہ پیر تعلیم کہ تلقین ذکر از وے بگیرد حاجت نبود مثلاً شخصی کہ بمنزل رسید بعد ازان اورا بہ اسپ خریدن حاجت نباشد بعد ازین سخن بتقریبی این نقل بنظر مبارک حضرت ایشان درآمد کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ السامی در نقد نصوص آوردہ اند کہ گاہ باشد کہ در حال حضور بے آنکہ از حس غائب شوند بعضی از حقائق امور غیبیہ برین طائفہ کشف شود آنرا مکاشفہ خوانند و مکاشفہ ہرگز کاذب نبود چہ مکاشفہ عبارت ست

علی رضی اللہ عنہما سے سلسلہ بسلسلہ پہنچا ہے کہاں تک ٹھیک ہے۔ فرمایا جو ذکر کہ ہمارے اس سلسلے مین معمول ہے اور اسکو وقوف عددی کہتے ہین مقررہ طریقہ کے ساتھ مثلاً جیسے حبس نفس اور اُسکے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملانا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہم تک بطریق عنعنہ پہنچا ہے اور قطع نظر اسکے طریق صحبت بھی آپ ہی سے پہنچا ہے کیونکہ آپ ہی ایک ایسے برگزیدہ شخص تھے جو سفر اور حضر دونو حالتون مین جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل بات اس کام مین صحبت ہے اور رابطہ اُسکا سایہ او فرع یہی وجہ ہے کہ جب صحبت ظاہری مفقود ہوتی ہے تو اس طریقہ کے مقتداؤن نے صرف رابطہ پر اکتفا کیا ہے جو صحبت معنوی کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ اسی موقع پر آپنے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص پیر صحبت کے فیض سے مرتبہ کمال کو پہنچ جائے تو اُسے پیر تعلیم کی جس سے کہ وہ تلقین ذکر حاصل کرتا ہے کچھ حاجت باقی نہین رہتی جیسے وہ شخص کہ جب منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے تو اب اُسے گھوڑا خریدنے کی ضرورت باقی نہین رہتی۔ بعد ازان اسی کلام کے سلسلے مین ذیل کی نقل نظر مبارک مین آئی کہ حضرت مخدومی مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نقد نصوص مین بیان کرتے ہین کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اثنائے حضور مین بغیر اسکے کہ آنکھ سے اوجھل ہون امور غیبیہ کے بعض حقائق اُس گروہ پر کھل جاتے ہین اور اسی کو مکاشفہ کہتے ہین مکاشفہ کبھی جھوٹ ثابت نہین ہوتا کیونکہ مکاشفہ کہتے ہین

ترجمہ اردو

از تفرد روح بمطالعہ مغیبات درحال تجرد از غواشی بدن فرمودند کہ این مضمون را حضرت مخدومی
از ترجمۂ عوارف نقل کردہ اند و تحقیق آنست کہ در بعضی مکاشفات کہ خیال را دران مدخلی ہست
نیز خطا میشود اما علوم یقینی کہ بر مدرکہ ملہم میشوند خطا را در انجا مدخلی نیست ۔ ہم درین محل شخصی از حاضران
عرضہ کرد کہ در بعضی علوم یقینی کہ بطریق الہام معلوم مدرکہ میشود نیز خطائے یافتہ میشود فرمودند
سببش آنست کہ بعضی از مقدمات مسلمہ خود را کہ صاحب این وید بنسبت یقینی مقرر ست بآن علوم
ضم کردہ ہست خطا ازان راہ آمدہ والا خطا را در جائیکہ صرف علوم ملہمہ باشند گنجایش نیست
و لہذا علماء معقولیین کہ استعمال علم معقول میکنند مراعات قوانین منطقیہ مینمایند ہم خطا
در فکر ایشان راہ میپابد سرش ہمان است کہ مقدمات مقررہ خود را یقینی خیال کردہ درانجا
دخل دادہ اند والا منطق علمی ہست کہ رعایت او ذہن را از خطا در فکر نگاہ میدارد اگر صرف
استعمال منطق می بود و ضم مقدمات دیگر از پیش خود نمیکردند ہرگز خطا نمی خوردند بعد از اتمام

علائق بدن سے مجرد ہونے کی حالت میں روح کے اُن چیزون کے مطالعہ کرنے میں متفرد ہونے کو جو آدمی کی آنکھ سے اوجھل
ہین فرمایا کہ حضرت مخدومی نے یہ مضمون ترجمۂ عوارف سے نقل کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بعض وہ مکاشفات
جن مین خیال کو دخل ہوتا ہے خطا بھی کر جاتے ہین مگر جن قطعی اور یقینی علوم کا کہ آدمی کے ذہن اور عقل پر الہام
ہوتا ہے البتہ وہان خطا کو دخل نہین ہوتا ۔ اسی موقع پر حاضرین مین سے ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض یقینی علوم ایسے
بھی ہوتے ہین جو بطریق الہام عقل کو معلوم ہوتے ہین مگر اُن مین خطا پائی جاتی ہے فرمایا اسکا سبب یہ ہے کہ آدمی بعض
اُن مقدمات کو جو اسکے تسلیم اور مقرر کئے ہوئے ہوتے ہین یقینی یا قطعی خیال کرکے ان علوم کیساتھ ضم کرتا اور ترتیب دیتا
ہے اس وجہ سے اُن مین خطا واقع ہو جاتی ہے اور جہان صرف الہامی علوم ہوتے ہین وہان خطا کو ہرگز گنجایش نہین
ہوتی یہی وجہ ہے کہ علماء معقولیین جو علم معقول کا استعمال اور قواعد منطقیہ کی کماحقہ رعایت کرتے ہین اُنکے
فکر میں بھی خطا اپنی مداخلت کر لیتی ہے ۔ اس مین بھید یہی ہوتا ہے کہ معقولی اپنے مقرر کئے ہوئے
مقدمات کو یقینی خیال کرکے وہان دخل دیتے ہین ورنہ منطق ایک ایسا علم ہے جس کی رعایت ذہن کو
خطا سے بچاتی اور فکر مین غلطی کرنے سے محفوظ رکھتی ہے اگر صرف منطق کا استعمال ہو اور لوگ اس پر دوسرے
مقدمات اپنی طرف سے نہ ملائین تو کبھی غلطی نہ کرین ۔ اس بحث کے تمام ہونے کے بعد

این سخن فرمودند که بمتوجهان الی الله کشف در هیچکار نیست کشف دو نوع است کشف دنیوی و آن خود صلا بکار نمی آید و کشف آخروی و آن در کتاب و سنت بیین شده است برای عمل کافی است هیچ کشفی بآن برابر نیست **ایضاً** میفرمودند که مشائخ را بر تربیت و ارشاد خلق یکی از این سه چیز باعث میشود الهام حق سبحانه یا حکم پیر یا شفقت بر خلق چون خلق را بر ضلالت می بینند دفع ضرر از ایشان میکنند آن ضرر مثل عذاب دوزخ و اهوال قیامت پس بمقتضای شفقت آنست که ترویج شریعت لازم گرفته اینها را بوعظ و نصیحت بحفظ ادب اقامت شرائع امر کنند مثل تعلیم و تعلم فقه و حدیث و عمل کردن بموجب آن نه آنکه اینها را واصل سازند واصل ساختن شرط شفقت نیست یعنی امر زائدے است در شفقت همان قدر کافی است۔ لختی سخن در فضیلت و شرف مشائخ بر یکدیگر افتاد فرمودند شرف صفاتی است نظر بآنکه یکی را در معرفت بیشتر از آن دیگر است یا خوارق این بر خوارق آن فوقیت دارد۔ اما در ذات جمله برابر اند و اینکه مردم بر یکی بیشتر معتقد شدند فضیلتے نیست

فرمایا کہ جو لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہین اُنھین کشف کچھ فائدہ نہین دیتا۔ کشف اصل مین دو طرح کا ہوتا ہے ایک کشف دنیوی اور یہ آدمی کے مطلقاً کچھ کام نہین آتا۔ دوسرے کشف اخروی۔ اور اس کا بیان قرآن و حدیث مین نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ ہوتا ہے یہی عمل کے لیئے کافی و وافی ہے اور کوئی کشف اسکی برابری نہین کر سکتا۔ حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ خلق کے ارشاد اور تربیت پر مشائخ کو ذیل کی تین چیزون مین سے ایک چیز اُبھارتی اکساتی ہے (۱) خداوندی الہام (۲) پیر کا حکم (۳) خلق پر شفقت و مہربانی۔ یعنے جب خلقت کو مبتلاے ضلالت دیکھتے ہین تو اُن سے ضرر کے دفع کرنے مین کوشش کرتے ہین خلق کا ضرر ہے عذاب دوزخ اور قیامت کے ہولناک مقامات وغیرہ۔ تو مقتضائے شفقت یہ ہے کہ مشائخ شریعت کے رواج دینے کو اپنے اوپر لازم کر کے خلق کو وعظ و نصیحت کے پیرایہ مین حفظ ادب و شرائع کو قائم کرنیکا حکم کرین جیسے فقہ و حدیث کا درس و تدریس اور انکے بموجب عمل کرنیکی ترغیب۔ یہ نہین کہ انہین واصل کرین کیونکہ واصل کرنا شفقت کی شرط نہین ہے بلکہ وہ ایک زائد بات ہے۔ شفقت مین اسیقدر کافی ہے جسکا بیان ہوا۔ پھر تھوڑی دیر تک مشائخ کی باہمی بزرگی و شرافت پر بحث ہوتی رہی۔ فرمایا مشائخ جو ایک دوسرے پر شرف رکھتے ہین تو یہ شرافت صفات کے لحاظ سے ہے یعنی اس معنی کر کے کہ ایک دوسرے سے معرفت مین زیادہ ہے یا اسکے خوارق و کرامات اسکے خوارق و کرامات پر فوقیت رکھتے ہین لیکن بلحاظ ذات سب برابر ہین اور کسی کو کسی پر فوقیت نہین ہے۔ بہت سے آدمیوں کا ایک شخص کا معتقد ہونا فضیلت مین داخل نہین

ترجمہ اردو

اعتبار مر فضیلتے رست کہ نزد حق سبحانہ در قرب و معرفت داشتہ باشند میفرمودند کہ حاصل این طریقہ تربیت انجذاب ایمانی است کہ دعوت تمامی انبیاء و رسل بدان واقع است میفرمودند کہ نہایت قرب بندہ و اتصال او بذات حق زیادہ بران نیست کہ دوام آگاہی و آرام کہ بفنا کشد حاصل شود چون این نسبت حاصل شد سالک بحصول این نسبت مشرف بمرتبۂ ولایت شد کمالاتے کہ در حصول مقامات و تجلیات اسماء و صفات کہ سالکان طرق دیگر را تفصیل حاصل میشود دیگر است اما بحصول نسبت قرب و اتصال کہ بذات حق سبحانہ حاصل شد بمرتبۂ ولایت اخص خواص رسید **ایضاً** میفرمودند کہ اول در آمد طالبان این طریقہ در حصّۂ فنا ست و معنے اندراج نہایت در بدایت کہ کبرائے این سلسلۂ عالیہ اشارت بدان کردہ اند این است۔ **ایضاً** میفرمودند کہ ابتداے حال بخاطر میرسید کہ بتفصیل سلوک کردہ شود چنانچہ اہل سلسلۂ کبرویہ میکنند حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ در خواب آمدند و فرمودند کہ حاصل سلوک بتفصیل آنست کہ تہذیب اخلاق حاصل شود و چون این معنے

اصل مین اعتبار اسی فضیلت کا ہے کہ خدا کے نزدیک قرب و معرفت مین شرف رکھتا ہو۔ فرماتے تھے کہ اس طریقہ کا حاصل انجذاب ایمانی کی تربیت ہے جسکے ساتھ تمام انبیا و مرسلین کی دعوت واقع ہے۔ فرماتے تھے کہ بندہ کا انتہا درجہ کا قرب اور ذات خداوندی کے ساتھ اسکا کمال اتصال اس سے زیادہ نہین ہے کہ دوام آگاہی اور آرام جو فنا کی طرف کشان کشان لیجاتی ہے، حاصل ہو جہان یہ نسبت حاصل ہوئی۔ سالک اُس کے حصول کیوجہ سے مرتبۂ ولایت کے ساتھ مشرف ہوا اور دوسرے طریقون کے سالکون کو جو کمالات کہ حصول مقامات اور اسماء و صفات کی تجلیات مین بتفصیل حاصل ہوتے ہین وہ اور ہین لیکن قرب اور اتصال ذات خداوندی کی نسبت کے حاصل ہونے کی وجہ سے سالک اخص خواص کے مرتبۂ ولایت پر پہنچ جاتا ہے ؀

فرماتے تھے کہ اس طریقہ کے طالبوں کے لیئے پہلی چوکھٹ فنا کی سرحد ہے اور اندراج نہایت در بدایت کے معنی جس کی طرف اس طریقہ عالیہ کے اکابر نے اشارہ کیا ہے یہی ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ شروع شروع مین میرے دل مین آتا تھا کہ جس طرح سلسلہ کبرویہ کے لوگ تفصیل سلوک کرتے ہین مین بھی اسیطرح تفصیل سلوک کرون مگر ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے خواب مین آکر فرمایا کہ تفصیل سلوک کا نتیجہ صرف اسیقدر ہے کہ تہذیب اخلاق حاصل ہو اور جب یہ بات

اردو

حاصل شد سلوک تفصیل کردن تحصیل حاصل است **ایضاً** میفرمودند که ارباب رضا را بلا نیست در بلا نمیمانند و کراہت در نظر ایشان نیست ـ ازان جہت که فعل حق سبحانہ است **ایضاً** میفرمودند که ابو داؤد دینوری رحمۃ اللہ علیہ گفتہ که معدہ محل طعام است اگر حلال بود سے انگشتی قوت طاعت یابی و اگر بشبہت بود راہ حق پوشیدہ کند و اگر حرام باشد معصیت زاید **ایضاً** میفرمودند که شیخ ابو سعید ابن ابی الخیر قدس سرہ بر لب میرفت شخصے قفاے برد سے زد شیخ بر قفا نگریست آں شخص گفتہ که چہ سے مینی صوفی نیئے از حق بود آن شیخ گفت می انگم که از حق است لیکن می بینم تا مظہر این شقاوت که شدہ است ؎

شنبہ بیست و سوم ذی القعدہ سنہ تسع و الف

دولت زمین بوس دست داد سخن در احتیاط لقمہ افتاد فرمودند که تنہا از حلیت لقمہ اکتفا نباید کرد باید که ہیزم و آب و ظرف ہم از وجہ حلال باشد و پزندۂ طعام آگاہ و بحق باشد باید و وقت خوردن

حاصل ہوئی تو اب سلوک کی تفصیل کرنا اصل میں تحصیل حاصل ہے ـ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو لوگ خدا کے آگے گردن تسلیم و رضا خم کیے ہوئے ہیں وہ مصیبت و بلا کو بلا کی صورت میں نہیں دیکھتے ـ اور ان کی نظر میں ناپسند اور مکروہ بات کوئی وقعت نہیں رکھتی ـ کیونکہ وہ ہر چیز کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ خدا کا فعل ہے ـ یہ بھی فرماتے تھے کہ داؤد دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ معدہ کھانے کا محل ہے اگر اس میں پاک اور حلال غذا ڈالو گے طاعت و عبادت کی قوت پاؤ گے اور اگر مشتبہ لقمہ ہوگا تو خدا کی راہ پوشیدہ کرے گا حرام ہوگا تو معصیت و نافرمانی پیدا کرے گا ـ فرماتے تھے کہ ابو الخیر کے صاحبزادے ابو سعید ایک دن بازار میں چلے جاتے تھے ـ ایک شخص نے انکی گردن پر چپت لگایا شیخ نے مڑکر دیکھا تو وہ شخص بولا آپ کیا دیکھتے ہیں آپ تو صوفی ہیں اسے بھی خدا ہی کی طرف سے جانیے شیخ نے فرمایا یہ تو میں جانتا ہوں کہ خدا ہی کی طرف سے ہے پر دیکھتا یہ ہوں کہ اس بدبختی کا ظہور کس سے ہوا ہے ؎

ہفتہ کا دن تیئیسویں ۲۳ ذی قعدہ سنہ ۱۰۰۹ ھ

زمین بوسی کی دولت حاصل ہوئی احتیاط لقمہ میں گفتگو شروع ہوئی فرمانے لگے کہ محض لقمہ کے حلال ہونے پر بس کرنا چاہیے بلکہ لکڑی، پانی، برتن وغیرہ بھی کسب حلال کے ہوں اور کھانا پکانے والا بھی آگاہ ہو اور نیز کھاتے وقت

از سر حضور و آگاہی بکار برند کہ لقمہ بے احتیاط دود سے میخیزد کہ مجاری فیض مے بندد والواح لطیفہ کہ پر تو فیض اند مقابل قلب نمیشود. ہمدرین محل فرمودند کہ ضعیف دماغان را باید کہ طعامے کہ ملائم طبع و مقوی دماغ باشد بخورند مثلاً اگر ضعیف دماغی نان جو غذا کند البتہ یبوستی بدماغ او راہ یابد وراہ فیض بر بندد موافق این سخن فرمودند کہ یک فیض خاصی ہست کہ بدماغ میرسد و در وقتیکہ یبوستے بدماغ رفت آن فیض نمیرسد لاجرم احتیاط باید کرد کہ طعامی کہ ملائم طبع نباشد نخورد و در روزہ ہائے زائد بر خود لازم نگیرد کہ موجب ضعف دماغ شود خصوصاً اہل کشف را احتیاط طبع در تقویت دماغ باید کرد کہ اکثرے یبوست دماغ موجب غلط، کشف میشود ہمدرین محل شخصے در خدمت حضرت ایشان نقل کرد کہ فلانے میگفتہ است و نام یکے از اکابر وقت را گرفت کہ حضرت ایشان طالبان خود را از اعتقاد وے کہ بہ پیران سابق دارند تبری میفرمایند و افادہ را موقوف بآن مے دارند فرمودند کہ این چنین نیست لیکن چون در بعضے از طالبان مذبذبے میبابم اشارتے بیک

حضور و آگاہی کا مزین لائی جائے کیونکہ بے احتیاط لقمہ سے ایک ایسا دھوان و بخار پیدا ہوتا ہے جس سے فیض کی آمد و رفت کے مقامات بند ہو جاتے اور پاک روحین جو فیض کا پرتو ہین دل کے مقابل نہین ہوتین اسی موقع پر آپنے فرمایا کہ جن کے دماغ ضعیف ہون انہین ایسی غذا تناول کرنی چاہیئے جو طبیعت کے موافق اور دماغ کے لیے تقویت دینے والی ہو. اگر کوئی ضعیف الدماغ مثلاً جو کی روٹی کہائے گا تو ضرور ہو کہ خشکی دماغ مین پیدا ہوگی اور فیض کی راہ بند ہو جائیگی. اس بات کے متعلق حضور خواجہ نے یہ نکتہ بھی ارشاد فرمایا کہ فیض کی ایک خاص قسم ہے جو دماغ مین پہنچتا ہے اور جب دماغ مین خشکی ہوتی ہے تو وہ فیض وہان تک نہین پہنچ سکتا پس اس بات کی احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ جو غذا باعث سبب ہو تناول نکرے اور بہت روزے رکہنے کا التزام نہ کرے کہ ضعف دماغ کا ایک سبب یہ بھی ہے بالخصوص اہل کشف کو تقویت دماغ مین بہت کچھ احتیاط کرنی چاہیئے کیونکہ اکثر اوقات دماغ کی خشکی سے کشف میں غلطی واقع ہو جاتی ہے. اسی اثنا مین ایک شخص نے خدمت خواجہ مین نقل کیا فلان شخص (اور اپنے وقت کے بزرگون مین سے ایک کا نام لیا) کہتا ہے کہ خواجہ بہنی آپ اپنے مریدون اور طالبون کو اس اعتقاد سے بیزار کرتے ہین جو لوگ پہلے سے گذشتہ پیرون پر رکہتے اور اسی پر افادہ کو موقوف و منحصر رکہتے ہین فرمایا ایسا نہین ہے بلکہ اصل بات ایسی ہے کہ جب مین کسی طالب کو متردد پاتا ہون تو اسے گذشتہ پیرون مین سے ایک پیر کے

رویہ شدن آنہا میکنم و ازین باب در کتب قوم بسیار یافتہ میشود چنانچہ یکی گفتہ است کہ ہرکہ
یکجا ہمہ جا و ہر ہمہ جا ہیچ جا و دیگرے گفتہ یک در گیر محکم گیر۔ و دیگرے گفتہ توحید مطلب شرط راہ
است و ہمبرین قیاس پس چون حقیقت کار چنین باشد و آنچہ حق است با آنہا نگویم آوارہ شان گنم از
آنہا کہ پیش من می آیند برائے استفادہ مے آیند نہ برائے امرے دیگر۔ بعد ازین سخن فرمودند
کہ اعتقادے کہ ما با اہل این سلاسل داریم ہا ما کہ اشارت بسلسلہ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ کردند
دیگران کجا دارند خصوصًا عامۂ اہل ہند کہ اعتقاد اینہا نزدیک بشرک چیزے است ما اہل این سلاسل
را فانی فی اللہ میدانیم و این مردم موثر مستقل اعتقاد میکنند لختے سخن در بیان این حدیث قدسی افتاد
کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فرمود کہ بخدائے تعالیٰ نیکو گمان باید بود و بنفس خود بدگمان و خائف
مشائخ را اختلاف است درین کہ غالب حال بندہ مومن رجا باید یا خوف بعضے گفتہ اند در پیری
رجا و در جوانی خوف و تحقیق آنست کہ ہمیشہ رجا باید کہ غالب باشد تتمہ حدیث اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ

طریقہ پر ہونے کا حکم کرتا ہوں اور یہ بات نہ صرف میں ہی جائز رکھتا ہوں بلکہ قوم کی کتابوں میں بہت ایسے
مقام پائے جاتے ہیں چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور جو سب جگہ ہو
وہ کسی جگہ نہیں۔ دوسرے بزرگ کا بیان ہے کہ ایک دروازے کو پکڑو اور مضبوط پکڑو اسی طرح کے اور بہت سے اقوال
ہیں جو ان پر قیاس کیے جا سکتے ہیں۔ تو جب واقعی اور نفس الامری بات یہ ہے تو میں اس طرح کے لوگوں سے حق
بات نہیں کہتا اور انہیں آوارہ و پریشان چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ وہ میرے پاس فائدہ حاصل کرنے کے لیے آتے
ہیں نہ کسی اور بات کے لیے پھر سلسلۂ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم کو ان سلسلوں
کے بزرگوں سے جو اعتقاد ہے وہ دوسروں کو کہاں میسر ہے۔ خاصکر ہند کے عام باشندے کہ ان کا اعتقاد تو ان بزرگوں
کے ساتھ قریب قریب شرک کے ہے ہم ان سلسلوں کے بزرگوں کو فانی فی اللہ جانتے ہیں اور عوام لوگ مستقل موثر
اعتقاد کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر اس حدیث قدسی کے بیان میں گفتگو ہوتی رہی کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنے خدا
فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے اس گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ فرمایا خدا کے ساتھ نیک گمان اور اپنے
نفس کے ساتھ بدگمان و خائف رہنا چاہیے۔ ایماندار بندے کو اکثر اوقات امیدوار رہنا چاہیے یا خائف اس میں مشائخ کا اختلاف
ہے بعض کہتے ہیں کہ بڑھاپے میں امیدوار اور جوانی میں خائف رہنا چاہیے لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہمیشہ امیدواری غالب رہنی چاہیے

بقیہ ترجمہ حدیث اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ

ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُ یعنی فی ملإ الملائکۃ
فرمودند که خیریت آن ملا از جهت آنست که بنده ذکر حق را سبحانه در ملا آن سرور صلی الله علیه وسلم باشد
نه باعتبار آنست که رسل ملک افضل باشد از رسل بشر و حال آنکه مذهب اهل تحقیق آنست که رسل بشر
افضل است از رسل ملک بل باعتبار آنست که وجود روحانی آنسرور که در ملا اعلی است ذکر حق سبحانه
بنده را در آن ملا باشد یا خیریت ملا باعتبار آن باشد که جماعتی از فرشتگان اند که آنها را
مهیمین گویند و آنها افضل اند از رسل بشر ذکر حق سبحانه بنده را در آن ملا باشد ۰

دوشنبه بیست و پنجم ذی القعده سنه تسع و الف

سعادت زمین بوس حاصل شد سخن در ترقی بعد الموت افتاد فرمودند که شیخ ابن عربی رضی الله عنه
گفته است که اگر کسی به نیت صحیح و اعتقاد درست در راه حق سبحانه در آید و آداب شریعت کما ینبغی
بجا آورد و او را از اذواق و مواجید این طائفه در حین حیات نصیبی نباشد البته بعد از موت احوال

ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُ یعنی اگر وہ مجھے اپنے دل ہی
دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل ہی دل میں یاد کرتا ہوں اور جو وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے
بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں یعنی فرشتوں کی جماعت میں۔ فرمایا بہتر جماعت سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالی بندہ کا
ذکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں کرتا ہے اس اعتبار سے نہیں کہ پیغامبر فرشتے پیغامبر آدمیوں
سے افضل ہیں کیونکہ محققین کا مذہب ہے کہ آدمیوں کے پیغامبر فرشتوں کے پیغامبر سے افضل ہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ
جناب سرور کائنات کا وجود روحانی جو ملا اعلی میں موجود ہے۔ حق تعالی اس جماعت میں بندہ کا ذکر وہاں پیش کرتا ہے۔ یا
اس بہتر جماعت سے فرشتوں کی جماعت مراد ہو اور انکی بہتری اس اعتبار سے ہے کہ آسمانوں پر فرشتوں کی ایک جماعت
ہے جن کا نام مہیمین ہے اور وہ آدمیوں کے پیغامبروں سے افضل ہیں حق تعالی بندے کا ذکر انپر پیش کرتا ہے ۰

دوشنبہ کا دن پچیسویں ذیقعدہ سنہ ۱۰۰۹ھ

زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی ترقی بعد الموت میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے
فرمایا ہے کہ اگر کوئی صحیح نیت اور درست اعتقاد کے ساتھ خدا کی راہ میں جائے اور شریعت کے آداب بجا لائے جیسا کہ انکے بجا لانے
کا حق ہے مگر اسے دنیاوی زندگی میں اس گروہ کے ذوق و وجد کا کوئی حصہ حاصل نہ ہو تو موت کے بعد اسے اس گروہ کے احوال

و اذواق این طائفہ اش بہ ہشار حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالی و ابقاہ پارۂ تامل کردند و فرمودند

بلکہ این چنین کس را ہمدرین عالم وقت احضار موت باین دولت مشرف سازند بعد ازین سخن

فرمودند کہ اعتقاد درست و رعایت احکام شریعت و اخلاص و دوام توجہ بجناب حق سبحانہ تعالی

ہر گاہ این دولتے است ہیچ ذوقے و وجدانے باین برابر نیست این باید کہ داشتہ باشی دیگر ہیچ

لو مباشش ❊

شنبہ سلخ ذی القعدہ سنہ مذکور

بمجلس عالی باریافت از حاضران شخصے سوال کرد کہ نسبت حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم

خود قدیم است چیز بلیہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ الحاق کردہ باشند کدام است کہ این

سلسلہ بہ نقشبندیہ مشہور شد فرمودند بعضے تعلیمات و کیفیات الحاق کردہ اند چنانچہ حضرت خواجہ احرار

قدس اللہ سرہ العزیز نیز نوشتہ اند کہ خاتم این نسبت بوجہ کمال ایشان بودند و خاتم آنست کہ بعد اتمام

و اذواق خدا کی طرف سے حاصل ہو گئے یہ فرما کر حضرت خواجہ سلمہ اللہ تعالی اُنکو سلامت و باقی رکھے تھوڑی

دیر تامل کیا اور فرمایا کہ ایسے شخص کو بھی عالم میں سکرات موت کے وقت اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں

ان بعد فرمایا کہ درست اعتقاد اور احکام شریعت کی رعایت اور اخلاص اور خدا کی جناب میں دائمی توجہ

یہ سب چیزیں ایسی ہیں علیہم السلام و دولتین ہیں جنکا مقابلہ کوئی ذوق کوئی وجدان نہیں کرسکتا تمہیں چاہیے

کہ یہ چیزیں اپنے میں پیدا کرو کوئی اور چیز نہ ہو ❊

ہفتہ کا روز یکم ذیقعدہ سنہ مذکور

مجلس عالی میں داخل ہونے کی اجازت پائی۔ حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت

خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی نسبت تو وہی قدیم نسبت ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ

نے اس میں کونسی ایسی چیز زیادہ کی ہے۔ جس سے یہ سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ مشہور ہو گیا فرمایا کچھ

کیفیتیں کچھ تعلیمیں زیادہ کی ہیں۔ جیسا کہ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا ہے

کہ حضرت خواجہ نقشبند اس نسبت کے خاتم تھے اور بوجہ کمال خاتم تھے اور خاتم اُسے کہتے ہیں جو کسی

چیز کو پورا اور کامل کرنیکے بعد اُس پر

ختم میکنند و خود ہم فرمودہ اند کہ من اختیار طریقہ کردم کہ البتہ موصل باشد و آن طریقہ محبت و انجذاب
است بطریق مخصوص کہ درین طریقہ معمول ہست تبعد ازین سخن فرمودند کہ طریقہ انجذاب و محبت البتہ
موصل ہست ؛ و روے جز بسوے بذات نیست بخلاف طرق دیگر کہ رو بجانب انوار نیز دارند لاجرم بعضے
ہمان انوار باز میباشند و این انجذاب و محبت در جمیع این سلسلۂ عالیہ تربیت ہمان انجذاب میکنند
میفرمودند کہ رویت بالبصر موعود است در حشر ازینجا فہمیدہ میشود کہ رویت بالقلب درین نشاء
باشد و تحقیق آنست کہ رویت بالقلب نیز چنانچہ رویت بالبصر موعود است چہ رویت انکشاف تام
است و تا روح متعلق این بدن ہست انکشاف تام صورت نمی بندد و چندے بے تعلق گردد لا اقل علاقۂ
حیات باقی خواہد ماند اگرچند بصر افت لعلے نماند تعلقے مائی خود باقی است تحتی سخن در وحدت وجود
اختلاف شیخ علاؤ الدولہ سمنانی با شیخ محی الدین عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہما افتاد بر لفظ مبارک راندند کہ نزاع
این دو عزیز را کہ در اطلاق حق دارند فضلائے کہ بہرہ ایشان معتقد بودند لفظی داشتہ اند و چنین تحریر

مُہر لگادے ، اور خود بھی فرمایا ہے کہ مین سنے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جو ٹھیک خدا کی طرف پہنچا دیتا ہے
اور وہ طریقہ محبت و انجذاب کا ہے مخصوص طریق کے ساتھ جو اس طریقہ مین معمول بہ ہے۔ ازان بعد
فرمایا کہ بے شک انجذاب اور محبت کا طریقہ ٹھیک خدا کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ اور اُس کا رخ بجز ذات خدا کے
اور کسی طرف نہین ہی بخلاف اور طریقون کے کہ اُن کا رخ انوار کی طرف بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض
لوگ صرف انوار کی حد تک پہنچکر ٹھیر جاتے ہین اور یہ انجذاب و محبت دونون اس سلسلۂ عالیہ کی تمام
شاخون مین اسی انجذاب کی تعلیم و تربیت کرتے ہین۔ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو ظاہری آنکھون سے
دیکھنے کا وعدہ حشر مین پورا ہوگا۔ اور اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اُسے دل کی آنکھ سے دیکھنا اس دنیا
مین بھی ممکن ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ جس طرح ظاہری آنکھون سے دیکھنا حشر مین موعود ہے اسی طرح
دل کی آنکھ سے دیکھنا بھی اُسی عالم مین موعود ہے۔ کیونکہ دیکھنے سے مراد ہے کامل اور پورا انکشاف
اور تا وقتیکہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ ہے پورا انکشاف حاصل نہین ہوسکتا ہر چند کہ آدمی بے تعلق محض ہی
کیون نہو مگر کم سے کم علاقۂ حیات تو ضرور ہی باقی رہتا ہی اور یہ بھی نہو تو مائی اور مٹی کا تعلق تو کہین جاتا ہی
نہین۔ تھوڑی دیر تک وحدت وجود اور اُس اختلاف مین بحث ہوتی رہی جو شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کو شیخ محی الدین

کردہ اند کہ شیخ محی الدین وجود حق را سبحانہ مطلق گفتہ است و شیخ علاؤ الدولہ ازین اطلاق مطلق
بشرط لاشئے فہمیدہ طعن و تخطیہ کردہ است اما مراد شیخ این نیست بل مراد شیخ ازین اطلاق مطلق لا
بشرط شئے است و معتقد شیخ علاؤ الدولہ ہم ہمین است پس نزاع در لفظ است نہ در معنی۔ ہمدرین محل
فرمودند ہنوز رفع نزاع نمیشود تا آنکہ شیخ علاؤ الدولہ قائل نشود کہ موجودات خارجی جز در علم وجودی
ندارند و صور علمیہ عین اعتبارات و شیونات ذات است روزے میان شیخ احمد سرہندی را کہ از جملہ
اصحاب حضرت ایشانند بسرہند رخصت میکردند ایشان را مخاطب ساختہ در اخفائے نسبت فرمودند
کہ بعد از نماز بامداد تا اشراق بر مصلا بنشینند اما حلقہ نکنند و بعد ازان علوم دینی را درس بگویند لیکن
دقت طالبعلمی درمیان نباشد و اکثر اوقات تصحیح کتب و مطالعہ درپیش داشتہ باشند و اگر سخن گویند
بطور علما گویند نہ بطور صوفیہ و اگر احیاناً بطور صوفیہ گفتہ شود باغلاقے بگویند کہ جز مخاطب دیگرے
نفہمد و ازانجا چیزے فرا نگیرد کہ موجب زلت او گردد و مجلس سکوت را منحصر درمیان تہجد و بامداد دارند تہجد بین

کہ شیخ محی الدین حق تعالی کے وجود کو مطلق کہتے ہین۔ اس پر شیخ علاؤ الدولہ اس اطلاق سے مطلق بشرط
لاشئے مراد لیکر شیخ پر طعن کرتے اور انکا تخطیہ ثابت کرتے ہین۔ حالانکہ شیخ اس اطلاق سے مطلق
بشرط لاشئے مراد نہین لیتے بلکہ وہ اطلاق سے مراد لیتے ہین مطلق لابشرط شئے اور یہی اعتقاد ہے
شیخ علاؤ الدولہ کا پس اختلاف لفظی ہوا نہ معنوی۔ اسی موقع پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میرے خیال
مین ابھی تک بھی اختلاف رفع نہین ہوتا۔ اختلاف رفع ہوتا ہے اُسوقت جبکہ شیخ علاؤ الدولہ اسبات کے
قائل ہون کہ موجودات خارجی علم مین پائے جانیکے علاوہ کوئی وجود نہین رکھتے اور صور علمیہ ذات کے
اعتبارات اور شیونات ہین۔ ایک روز میان شیخ احمد سرہندی کو جو حضرت خواجہ کے جلیل القدر اور ممتاز
خلیفہ تھے۔ سرہند کی طرف رخصت کرتے ہوئے مخاطب کیا اور اخفاء نسبت کی بابت فرمایا کہ صبح کی
نماز کے بعد سے اشراق کے وقت تک مصلے پر بیٹھے رہا کرو لیکن حلقہ نہ کرو۔ اشراق سے فارغ ہوکر درس
تدریس مین مشغول رہو۔ لیکن طالب علمی کی باریکیان بیان نکرو اور اکثر اوقات کتابون کی تصحیح اور مطالعہ
مین مصروف رہا کرو۔ اگر وعظ کہنے کا اتفاق پڑے تو عالمانہ وعظ کہو صوفیانہ نہین اور اگر احیاناً کوئی بات
صوفیانہ کہہ بیٹھو تو اجمال اور اغلاق کے ساتھ کہو تاکہ جسے خطاب کرنا منظور ہو وہی سمجھے دوسرا شخص نہ سمجھے

حل فرمودند کہ راہ افادہ و استفادہ جنسیت و مناسبت ہست نہ خوارق و تصرفات مستفید بقدر مناسبتے کہ بمفید دارد معتقد کمال او میشود و استفادہ میکند و بمقدار جنسیت خوارق و تصرفات او مشاہدہ میکند و بمقدار جنسیت بدان میگرود مثلاً اگر بر کسی اعتقاد عرفان دارد یا کسے را محب حق سبحانہ میداند البتہ نشاء عرفانی در باطن او پر توے از نسبت حبی در استعدادش ہست اگر ظاہر نباشد پوشیدہ خواہد بود ہمبرین قیاس از اوصاف ذمیمہ چنانچہ بت پرست مثلاً بمقدار مناسبتے کہ دل او با آن سنگ ہست کمالات آن سنگ را می ورسا بدرو جذب منافع اندازہ جنسیت ازان سنگ میکند تا جنسیت و مناسبت بینہما باشد راہ افادہ و استفادہ مسدود ہست چنانچہ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم چندان تصرفات در کار ابو طالب کردند و معجزات نمودند با وجود آنکہ از ابتداء طفولیت خوارق و معجزات آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم را دیدہ بود اما چون مناسبت مفقود بود فائدہ نداشت چنانچہ کلام مجید بدان ناطق است اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۔ و مولوی رومی میفرماید ؎

آپنے یہ بھی فرمایا کہ کسیکو فائدہ پہنچانے یا کسی سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ بس یہی ایک باہمی جنسیت اور مناسبت ہے نہ خوارق و تصرفات۔ فائدہ حاصل کرنیوالا بقدر اس مناسبت کے جو فائدہ پہنچانیوالے کے ساتھ رکھتا ہے اُسکے کمال کا معتقد ہوتا اور فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اور بقدر جنسیت اسکے خوارق و تصرفات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جنسیت کے بقدر اسکی طرف میلان اور توجہ رکھتا ہے مثلاً ایک شخص کو کسیکے عرفان کا اعتقاد ہے یا اُسے محب خدا جانتا ہے تو اس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ اُسکے باطن اور استعداد میں نشاء عرفانی موجود ہے اور اس نسبت کا پر تو ہے جو صاحب عرفان اور محب خدا سے رکھتا ہے ظاہر میں نہو تو باطن میں ضرور ہو گی۔ اور اسی پر قیاس کر لو اوصاف ذمیمہ کو جیسے مثلاً ایک بت پرست ہے اور بت کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے تو وہ بقدر اس مناسبت کے جو اسکے دل کو پتھر کے ساتھ حاصل ہے پتھر کے کمالات کا اعتقاد رکھتا ہے اور اندازہ جنسیت اس پتھر سے فوائد و منافع حاصل کرتا ہے۔ الغرض تا وقتیکہ مفید و مستفید دونوں کے بیچ میں جنسیت و مناسبت نہو گی افادہ اور استفادہ کی راہ بند ہو گی یہی وجہ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے بارہ میں بہت کچھ تصرفات کیے اور طرح طرح کے معجزے دکھائے مگر ابو طالب نے باوجودیکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے زمانہ سے آپکے بہت سے خوارق و تصرفات اور معجزات دیکھے تھے لیکن چونکہ مناسبت مفقود

موجب ایمان نباشد معجزات　　بوئے جنسیت کند جذب صفات
معجزات از بہر قہر دشمن است　　بوئے جنسیت پئے دل بردن است

جمعہ سیزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

سعادت حضور بدست آمد۔ چون فقیر را دیدند تبسم کنان فرمودند کہ برائے سخن شنیدن آمدہ ہمدرین محل از حاضران شخصے را مخاطب ساختہ فرمودند کہ ابو عبد اللہ مروزی ہر جا سخن مشائخ میشنید بیکے میگفت کہ این را برائے من بنویس۔ چنانچہ از سخنان این طائفہ مجلدے جمع کردہ بود و با خود میداشت روزے برلب آبے طہارت میکردند ناگاہ آن مجلد در آب افتاد وے گوید کہ من ازین معنے سخت متالم شدم درین تالم و تاسف میبودم کہ شبے سہل عبد اللہ تستری را بخواب دیدم کہ بمن گفت کہ عمل بمقتضائے سخنان ایشان باید کرد نوشتن ہیچ نیست زمانے برین بگزشت کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم در خواب ظاہر شدند و بمن خطاب

---

۵ موجب ایمان نباشد معجزات + بوئے جنسیت کند جذب صفات + معجزات از بہر قہر دشمن است + بوئے جنسیت پئے دل بردن است + یعنی پیغمبر کے معجزات ایمان لانے کا سبب نہین ہین بلکہ جنسیت کی بو صاحب معجزات کے صفات کو کہینچ لیتی ہے۔ معجزے تو بس دشمنون کے مغلوب و مقہور کرنے کے لئے ہوتے ہین اور جنسیت کی بو دلون کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے +

جمعہ کا دن ذیحجہ کی تیرھوین تاریخ سنہ مذکور

حضوری کی سعادت حاصل ہوئی۔ فقیر کو دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تو وعظ سننے کیلئے آتا ہے۔ اسی اثنا مین حضور نے حاضرین جلسہ مین سے ایک شخص کیطرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ ابو عبد اللہ مروزی کی یہ کیفیت تہی کہ جس جلسہ مین مشائخ کی کوئی بات سنتے کسی سے فرماتے کہ یہ بات مجہے لکہدو۔ اسیطرح انہون نے اس گروہ کی مفید اور سود مند باتون کی ایک بڑی ضخیم کتاب جمع کرلی تہی جسے ہمیشہ اپنے پاس رکہا کرتے تہے ایکدن کا ذکر ہے کہ کسی دریا یا چشمے کے کنارے طہارت کررہے تہے کہ کتاب پانی مین جا پڑی۔ ابو عبد اللہ کہتے ہین مجہے اسکا بڑا قلق ہوا اور ایک عرصہ تک اسی قلق و رنج مین مبتلا رہا یہان تک کہ ایک رات حضرت سہل تستری کو خواب مین دیکہا فرماتے ہین کہ مشائخ کی باتون پر عمل کرنا چاہیے۔ انکے لکہنے اور جمع کرنے سے کیا ہوتا ہے اسکو ابہی تہوڑا عرصہ نہین گزرا تہا کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی خواب مین ظاہر ہوئے اور مجہسے خطاب

کردہ فرمودند کہ باین صدیق یعنے سہل تستری بگوے کہ سخنان ایشان نوشتن اثر محبت ایشان است ومحبت ایشان عین مقصود وبحثے سخن در سماع نغمہ افتاد شخصے این مصرعہ خواند کہ شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ گفتہ مصرعہ کہ این حظ نفس است وآن قوت روح یعنی بدیدن حسن حظ نفس وسماع نغمہ قوت روح فرمودند کہ ہردو از یک عالم است اگر حظ نفس است یا قوت روح درہردو مندرج است درفہم قاصر راقم عفا اللہ عنہ چنان میرسد کہ گرفتار نفس را از ہردو حظ نفس حاصل است ورہائی یافتہ از قید نفس را از ہردو قوت روح۔ نزد جماعتے کہ سماع نغمہ را سماع گفتہ اند

دوشنبہ شانزدہم ذی الحجہ سنہ مذکور

بمجلس عالی باریافت۔ شخصے بیکے دعوے داشت ظاہرا از ننگ بحضور قاضی نمیرفت فرمودند کہ قاضی نائب شرع است ہرگاہ مناقشہ درمیان آید واین کس تابع شرع است اورا ناگزیر پیش

کرکے فرمایا کہ اس صدیق یعنے سہل تستری سے کہدو کہ مشائخ کی باتین قید کتابت مین لانی حقیقت مین ان کی محبت کا اثر ہے اور انکی محبت مین مقصود ہے تہوڑی دیر تک راگ کے سننے مین بحث ہوتی رہی۔ ایک شخص نے شیخ سعدی شیرازی کا یہ مصرعہ پڑہا کہ "این حظ نفس است آن قوت روح" یعنی حسن کی دید نفس کا حصہ ہے اور راگ روح کی غذا ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ دونون باتین ایک ہی عالم سے ہین۔ حظ نفس ہو تو قوۃ روح ہو تو دونون مین مندرج ہین۔ راقم الحروف کے فہم ناقص مین ایسا آتا ہی کہ جو شخص گرفتار نفس ہے اسے دونون سے حظ نفس حاصل ہوتا ہی اور جو قید نفس سے رہائی پاچکا ہے اسے دونون سے قوۃ روح میسر ہوتی ہی اور یہ ان لوگون کے نزدیک ہی جو راگ کے سننے کا نام سماع رکہتے ہین

دوشنبہ کا دن ذیحجہ کی سولہوین تاریخ سنہ مذکور

مجلس عالی مین حاضر ہونیکی اجازت حاصل ہوئی۔ ایک شخص کسی قسم کا دعوے رکہتا تہا۔ لیکن بظاہر ننگ و عار کیوجہ سے قاضی کی عدالت مین جاتا نہ تہا۔ فرمایا قاضی شرع کے نائب اور قائم مقام ہین جب کسیطرح کا جہگڑا پیش آئے۔ اور یہ شخص شرع کا تابع ہو تو عدالت قاضی مین سے کہتکے

قاضی باید رفت مناسب این معنے حکایت کردند کہ در عہد حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ شخصے بحضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ دعوے داشت طرفین بحضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آمدند حضرت عمر بحضرت علی رضی اللہ عنہما گفتہ یا ابا الحسن بخصم برابر بنشین تا قضیہ شمایان بشنوم حضرت امیر المومنین علی را کرم اللہ وجہہ این سخن گران آمد گفتند کہ تو کنیتم خواندی من دعوے خود پیش تو تقریر نمیکنم بالیستی گفت یا علی بخصم برابر بنشین تا شانی من لاحق نمیشد و برابری محقق میشد۔ ہمدرین محل فرمودند کہ بحضور حضرت مخدوم مولنا خواجگی قدس سرہ در امکنہ دو کس میان ہم دعوی داشتند و ایشان بر آن واقف بودند چون بقاضی رجوع کردند قاضی از ایشان شہادت طلبید ایشان بطرفے کہ حق بود شہادت نوشتند طرف دیگر گفتند کہ تا ایشان سوگند نخورند ما این شہادت را قبول نمیکنیم فرمودند سوگند براستی خوردن مشروع است و در امر مشروع چرا توقف روا خواہم داشت ✤

چلا جائے۔ اسی کے مناسب آپنے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت مین ایک شخص کو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کوئی دعوے تہا دونون مدعی اور مدعا علیہ حضرت فاروق اعظم کی عدالت مین گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ای ابو الحسن مدعی کے برابر بیٹھو کہ مین تم دونون کے مقدمات کی سماعت کرون حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ بات نہایت شاق گزری۔ فرمایا۔ اے امیر المومنین تم نے مجھے میری کنیت سے پکارا ہے تو اب مین تمہاری عدالت مین اپنا دعوے بیان نکرونگا۔ تمہین کہنا چاہیئے تہا کہ علی! مدعی کے برابر بیٹھو۔ تاکہ اس کہنے سے میری عزت اور ترفع کا اظہار نہوتا۔ اور برابری متحقق ہوتی اسی موقع پر آپنے فرمایا کہ حضرت مخدوم مولانا خواجگی قدس سرہ کے عہد مین بمقام امکنہ دو شخص باہم ایک دوسرے کی نسبت دعوے رکہتے تھے اور حضرت مخدوم کو اصل بات سے واقفیت تہی جب دونون نے قاضی کی طرف رجوع کی تو قاضی نے آپ کی شہادت طلب کی۔ آپنے اُس شخص کے حق مین شہادت دی جو حق بجانب تہا۔ مخالف فریق نے کہا کہ جب تک حضرت مخدوم قسم نہ کہائینگے ہم اُن کی شہادت کو تسلیم نہین کرینگے فرمایا سچی بات پر قسم کہانا مشروع ہے اور جب یہ ہی تو مین مشروع بات مین کیون توقف جائز رکہنے لگا ✤

دوشنبہ ہفتدہم شہر ذی الحجہ سنہ ہزار و نہ

بمجلس عالی باریافت۔ این فقیر را مخاطب ساختہ فرمودند ہرگاہ شما را می بینیم بخاطر میرسد کہ
برائے سخن شنیدن آمدہ اید ہیچکار نمیکنند چیزے نیست سعی بکنید کہ کار پیش رود تا از شما این
نوع سخنان صادر شود ما خود بصحبت کسے نبودیم۔ این سخنان از کہ شنیدیم۔ ہمدرین محل سخن
از طریق سلف رضی اللہ عنہ رفت بر لفظ مبارک راندند کہ طریق سلف آن بود کہ اول تزکیہ
نفس و تحصیل مقامات میشدند۔ چون موانع قرب الٰہی کہ خواطر و ہواجس است تزکیہ برطرف میشد
بقدر تزکیہ نور ایمانی قوت میسیافت تا بجائے برسیدند کہ بجز حق سبحانہ پیش بصیرت ایشان
نمیماند و جمیع افعال و اوصاف را از و میدیدند و صور و اجسام در رنگ سرابے میسنمود مظاہر
را مخلوق و معدوم میپنداشتند و توحید صوری بعضہا را بعد از فنا و آن حاصل میشد و بعضہا
را نہ۔ فرمودند کہ طریقہ نقشبندیہ قدس سرہ ہمان طریقۂ سلف است لیکن ابتدا بتحصیل مقامات

دوشنبہ کا دن ذیحجہ کی سترھوین تاریخ سنہ ۱۰۰۹ھ

ترجمہ اردو

مجلس عالی مین حاضر ہونے کی اجازت پائی۔ فقیر کیطرف روے سخن کرکے فرمایا کہ جب مین تم کو دیکھتا ہون
فوراً خیال پیدا ہوتا ہے کہ تم ہمارا وعظ اور باتین سننے کی غرض سے آتے ہو یہ کچھ کام کی بات نہین ہے۔ ایسی
کوشش کرو تاکہ خود تم سے اس طرح کی باتین صادر ہونے لگین۔ دیکھو ہم کسی کی صحبت مین نہین بیٹھے
اور یہ باتین کسی سے نہین سُنین۔ اسی جلسہ مین بزرگان گزشتہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ مین بحث چھڑ
گئی زبان مبارک پر جاری ہوا کہ بزرگان سلف کا طریقہ یہ تھا کہ شروع شروع مین نفس کے تزکیہ اور مقامات
کی تحصیل مین مشغول ہوتے تھے اور جب قرب الٰہی کے موانع یعنے خواطر و ہواجس تزکیۂ نفس کی وجہ سے دور ہوجاتے
تھے تو بقدر تزکیہ اُن کا ایمانی نور قوت پاتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ یہان تک نوبت پہنچ جاتی تھی کہ اُن کی بینائی دل کے
مقابلہ میں خدائے تعالیٰ کے کوئی چیز باقی نہین رہتی تھی وہ تمام افعال و اوصاف کو خدا کی طرف سے دیکھتے تھے
اُن کے نزدیک صورتون اور جسمون کی وقعت سراب سے زیادہ نہین ہوتی تھی مظاہر کو مخلوق و معدوم اعتقاد
رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض کو نزول کے توحید صوری حاصل ہوتی تھی اور بعض کو نہین۔ فرمایا حضرات نقشبندیہ
کا طریقہ عین سلف کا طریقہ ہے۔ لیکن شروع شروع مین مقامات کی تحصیل۔

مفید نمیشوند و آنہا راکہ از راہ توحید صوری میروند خطر بسیار است ہمدرین محل فرمودند میتواند کہ شخصے بحضرت حق سبحانہ اقرب باشد یعنی استہلاک و اضمحلال داشتہ باشد و اکرم نباشد چنانچہ شخصے باشد کہ تحصیل مقامات کردہ است و نتیجۂ مقامات راکہ استہلاک و اضمحلال است درین عالم نیافتہ این اکرم است نزد حق سبحانہ و کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ناطق باین است لختے سخن در وِلایت و وَلایت بکسر الواو و فتحہا افتاد فرمودند کہ وَلایت بالفتح قرب بندہ راکہ بحق سبحانہ دارد و بالکسر یعنی کہ موجب قبول خلق میشود و اہل عالم بدان میگروند و این بتکوینات تعلق دارد و خوارق و تصرفات داخل قسم ثانی است۔ شخصے از حاضران سوال کرد کہ برکاتے کہ بمستعدان میرسد اثر کدام قسم است ازین قسم فرمودند کہ از وَلایت بالفتح است بعد ازین سخن نیز استفادہ فرمودند کہ ہرگاہ آئینۂ طالب محاذی آئینۂ مرشد میشود ہرچہ دران آئینہ است بقدر مناسبت پرتوے اندازد۔ ہمدرین محل فرمودند کہ میتواند بود کہ شخصے را

مفید نہین پڑتی۔ اور جو لوگ توحید صوری کے رستہ کو طے کرتے ہین اُنہین بڑے خطرناک مواقع پیش آتے ہین اسیجگہ آپنے یہ بہی فرمایا کہ ہوسکتا ہی کہ ایک شخص خدا کی جناب مین بہت کچہ قربت یعنی استہلاک و اضمحلال رکہتا ہو لیکن بارگاہ الٰہی مین معزز و مکرم نہو۔ مثلاً ایک شخص نے مقامات حاصل کرلیئے ہیں اور مقامات کا نتیجہ کہ وہ استہلاک و اضمحلال ہی۔ اس عالم مین نہین پایا یہ شخص خدا تعالی کے نزدیک معزز و مکرم ہو جیسا کہ قرآن مجید کی آیۃ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ مین اسیطرف اشارہ ہی۔ یعنی اللہ کے نزدیک تم مین بڑا شریف وہی ہی جو تم مین بڑا پرہیزگار ہی۔ زان بعد کچہ دیر تک وِلایت (واو کے زیر کے ساتھ) اور وَلایت (واو کے زبر کے ساتھ) مین بحث ہوتی رہی فرمایا کہ وِلایت واو کے زیر کے ساتھ بندہ کے اُس قرب کو کہتے ہین جو وہ خدا کے ساتھ رکہتا ہی اور (واو زبر کے ساتھ) وہ چیز ہے جو خلق کی قبولیت کا موجب ہوتا ہی یعنی اہل عالم کے دل اُسکی طرف گرویدہ ہوتے ہین اور یہ مخلوقات کے ساتھ تعلق رکہتا ہی اور خوارق و تصرفات پہلی قسم یعنی وِلایت مین داخل ہین۔ حاضرین جلسہ مین سے ایک شخص نے سوال کیا کہ صاحبان استعداد کو جو برکتین پہنچتی ہین یہ کونسی قسم کا اثر ہی فرمایا اسی قسم اول یعنی وَلایت (فتح واو کے ساتھ) کا اثر ہی۔ اسکے بعد استفادہ کی حقیقت مین بات جا پڑی فرمایا جب طالب کا آئینہ مرشد کے آئینہ کے مقابلہ مین ہوتا ہی تو جو کچہ طالب کے آئینہ مین ہوتا ہی مرشد کے فیض کا اثر ہوتا ہی کہ بقدر مناسبت طالب کے آئینہ مین پرتو ڈالتا ہی۔ اسی موقع پر یہ بہی فرمایا کہ ہوسکتا ہی کہ ایک شخص کو

از ہر دو حظے وافر نصیب باشد و شخصے را یکی حاصل باشد و آن دیگر نباشد و یا یکے بیشتر باشد و آن دیگر کمتر و مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کولایت ایشان بر ولایت بالکسر ہمیشہ غالب بودہ است ہم درین محل فرمودند کہ اگر مقتدائے ازین عالم انتقال می کند ولایت بکسر و اورا بیکے از مخلصان خود میگزارد و ولایت بالفتح را با خود میبرد و گاہے بحکم زلتی ولایت بالکسر را از وی باز میستانند چنانچہ شیخ ابن الفارض مینویسد کہ پیر بقالے بود چون وقت فوتش رسید بمن وصیت کرد کہ بعد از مردن من جنازہ مرا بر فلان کوہ نہادہ منتظر باشی کہ شخصے خواہد آمد و بر من نماز گزارد با او اقتدا کن ہمچنان کردم شخصے از بالائی آن کوہ در رنگ مرغے بسرعت فرود آمد کہ او را مردم در بازار ہا سیلے میزدند و از پیش دو کانہائے خود میراندند او بر جنازہ اش شروع در نماز کرد و حالانکہ مرغان سبز و سفید از زمین تا آسمان پر بستہ بودند و تسبیح میگفتند چون از نماز فارغ شدیم مرغے سبز عظیم الخلقت بیامد و جنازہ آن بقال را فرو برد

ترجمہ اردو

دو نوں باتوں یعنی وِلایت اور وَلایت سے کافی حصہ نصیب ہے اور ایک شخص کو ایک سے حصہ حاصل ہو دوسرے سے نہو یا ایک مین سے زیادہ ہو اور دوسرے مین سے کم۔ مگر مشائخ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وَلایت کو وِلایت پر ہمیشہ غلبہ رہا ہے۔ آپنے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مقتدا اس عالم سے انتقال کرتا ہو تو وہ اپنے مخلص دوستون مین سے کسی ایک کو وِلایت دے جاتا ہے اور وَلایت اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی لغزش کی وجہ سے اُس سے وِلایت چھین لی جاتی ہے جیسا کہ شیخ ابن الفارض لکھتے ہین کہ ایک بقال بڑے بزرگ اور پیر تھے۔ جب اُنکا انتقال ہونے لگا تو مجھے وصیت کی کہ جب مین مرجاؤن تو میرا جنازہ فلان پہاڑ پر رکھ کر تھوڑی دیر انتظار کرنا۔ ایک شخص کر میرے جنازے کی نماز پڑھے گا تم اسکی اقتدا کرنا۔ مین نے ایسا ہی کیا۔ دفعتًہ ایک شخص پرجانور کی ہیئت مین پہاڑ کے اوپر سے نہایت تیزی کے ساتھ آیا۔ جیسے بازاری لوگ چانٹے مارتے تھے اور دوکاندار اُ اپنی دوکانون سے دھکے دیتے تھے اُس نے جنازہ کی نماز پڑھنی شروع کی۔ حالانکہ سبز اور سفید پرندے زمین سے آسمان تک پرا جمائے ہوئے باآواز بلند تسبیح کہہ رہے تھے۔ ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ایک سبز پرندہ عظیم الجثہ آیا۔ اور پیر بقال کے جنازے کو اُٹھا کر آسمان مین لے گیا

وبہوا اندوسشد واز نظر پوشیدہ گشت من از مشاہدۂ این حال سخت متعجب شدم آنمرد گفت
چہ جائے تعجب است نشنیدۂ کہ ارواح شہدا در جوف طیر خضر میباشد۔ وطائفۂ قتیل محبت اند
جسم آنہا ہم در جوف طیر خضر میباشد وبجانب آن بقال اشارت کرد کہ او ازین طائفہ است و
من ہم ازین طائفہ بودم اما بموجب زلتی کہ از من بوقوع آمد مرا ازان مقام برآوردہ اند وقبول
خلق را از من بازگرفتہ میفرمودند کہ معاملہ برزخ وحشر عجب معاملہ دور ودراز ست پارۂ تامل کردہ
فرمودند سعادتے برابر این نیست کہ کسی را انسے بحضرت حق سبحانہ حاصل شود۔ بعد ازانکہ دوام
اُنس حاصل شد ہیچ انتظارے نمیباشد **ایضًا** میفرمودند سبحان اللہ آدمی مامور باخلاص و
محبت است وخاصیت محبت سوختن غیر خود است با این ہمہ چندین تکالیف شرعیہ بر وے نہادہ
اند ہمدرین محل سخن در علو شان مرتبۂ بندگی ورتبۂ اہل انقیاد وخاصیت عبودیت وانقیاد و
ضعف نفوس انسانی افتاد وبنوعی ادا فرمودند کہ تفاصیل آن بیاد ناقل نماند **ایضًا** میفرمودند

اور دیکھتے دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ مین یہ واقعہ دیکھکر سخت متعجب ہوا۔ اُس شخص نے
جو ابھی نماز جنازہ پڑھا رہا تھا کہا کہ اے ابن الفارض یہ تعجب کی جگہ نہین ہے۔ تم نے نہین سنا
کہ شہیدون کی روحین سبز پرندون کی پوٹون مین رہتی ہین اور جو گروہ شہیدِ محبت ہوتا ہے
اُنکے جسم بھی سبز پرندون کے پوٹون مین رہتے ہین اور پیر بقال کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ بھی
اِسی گروہ مین سے ہین۔ مین بھی ابتدا مین اسی گروہ مین شامل تھا۔ لیکن ایک لغزش کی وجہ سے
جو مجھہ سے ظہور مین آئی مجھے اِس مقام سے نکال دیا گیا۔ اور قبولیتِ خلق کا دروازہ مجھپر بند کردیا گیا
خواجہؒ فرماتے تھے کہ عالم برزخ اور حشر کا معاملہ بڑی دور و دراز کا معاملہ ہے۔ تھوڑی دیر تامل کرکے فرمایا
اِسکے برابر کوئی سعادت نہین ہے کہ آدمی کو خدا تعالیٰ سے اُنس حاصل ہو۔ کیونکہ جب دوامی اُنس
حاصل ہوگیا کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے سبحان اللہ آدمی اخلاص و
محبت کا حکم کیا گیا ہے۔ اور محبت کی خاصیت ہی اپنے غیر کو جلا دینا۔ باین ہمہ خدا نے بہت سی شرعی
تکلیفین اُسپر مقرر کی ہین۔ اِسی اثنا مین مرتبہ بندگی کے عالیشان ہونے اور فرمانبردارون کے رتبے اور عبودیت
اور اطاعت کی خاصیت اور انسانی نفوس کے ضعف مین بحث شروع ہوگئی خواجہؒ نے اِن باتون کو ایک ایسی

تقریر دلپسند مین ادا فرمایا جسکی تفصیل کاتب حروف کو یاد نہین رہی۔ فرماتے تھے۔ ترجمہ اردو

وجود آدمی ہفت طبقہ ہست از روح و قلب و سر وغیرہا ہر علمے کہ طبقۂ اول را حاصل شد
ہر یک از طبقۂ ثانی و ثالث تا طبقۂ ہفتم بر خود مے بندد و لہذا تردد باین مراتب در نظر عامہ
مخفی ہست و علم ہر یک را جدا نمیتوانند کرد و بر اہل کمال آن مراتب واضح و ممیز ہست و علم ہر مرتبہ
را جدا جدا میدانند۔ ہمدرین محل فرمودند کار باید کرد خواہ مراتب بتفصیل معلوم شود یا نہ۔ روزے
حضرت ایشان در مسجد جماعت گریستند و گریہ در غیر خلوت از آنحضرت کم بظہور رسید عزیزے
از مستفیدان حاضر بود متعجب شدہ از قرب نسبت و عزتے کہ داشت در سر این گریہ پرسید
فرمودند کہ در نماز روح عروجے کرد کہ بنہایت برسد این معنی میسرش نشد بازگشت و در بدن آمدہ
چرخے زد ظاہر ادرین صورت گریہ بجہت دریافت بے نہایتی مطلب یا سرے دیگر باشد کہ در
ادراک نویسندہ نے آید و این بیت اکثر میخواندند ؎ چہ توان کرد کہ دیوار غم افتاد بلند
این بنائے است کہ آن خانہ برانداز نہاد

کہ آدمی کا وجود روح اور قلب اور سر وغیرہ سات طبقوں سے مرکب ہے اور جو علم و کشف پہلے طبقہ کو حاصل ہو گیا دوسرے
اور تیسرے یہان تک کہ ساتوین طبقہ مین سے ہر ایک طبقہ اُسکا تابع ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان مرتبون کی تفصیل عام
لوگون کی نظرون مین پوشیدہ رہتی ہے۔ اسوجہ سے ہر ایک کے علم کو جدا اور ممتاز کرنیکی قدرت نہین رکھتے۔ البتہ اہل کمال کو
وہ مرتبے دن کی طرح روشن اور واضح و ممتاز ہو جاتے ہین اور یہ لوگ ہر مرتبہ کے علم کو الگ الگ معلوم کر لیتے ہین ایسی
موقع پر آپنے فرمایا کہ آدمی کو کام کرنا چاہیئے خواہ مراتب بالتفصیل معلوم ہون یا نہون۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ حضور خواجہ
مسجد جماعۃ مین بے اختیار رو پڑے۔ حالانکہ خلوت کے علاوہ کسی اور مقام پر آپسے گریہ کا ظہور بہت کم پایا گیا ہے مستفیدون
مین سے ایک عزیز حاضر تہا متعجب ہو کر اپنی اُس وجاہت اور قرب نسبت کی وجہ سے جو خواجہ کی بارگاہ مین رکھتا تہا اُس
رونیکا سبب پوچھا فرمایا نماز کی حالت مین روح نے عروج کرنا چاہا اور ارادہ کیا کہ اوج کمال کی انتہا تک پہنچ جائے لیکن یہ
بات اُسے میسر نہ ہوئی۔ رستہ مین سے پھر آئی اور بدن مین داخل ہو کر ایک چرخ کہایا کاتب حروف عرض کرتا ہے
کہ حضرت خواجہ کے رونے کا ظاہری سبب مطلب کی بے نہایتی کا ادراک تہا یا کوئی اور بہید ہو گا جو کاتب حروف
کی عقل مین نہین آتا آپ بیشتر اوقات یہ شعر پڑہا کرتے تھے ؎ چہ توان کرد کہ دیوار غم افتاد بلند * این بنائیست
کہ آن خانہ برانداز نہاد * یعنی کیا کیا جائے کہ غم کی دیوار بہت اونچی ہو گئی۔ یہ وہ بنیاد ہے جو اُس خانہ برانداز نے رکھی ہے

یکشنبہ بستم ماہ شوال سنہ عشر و الف

در سلک باریافتگان حضرت عالی در آمد سخن در اہل اللہ رفت فرمودند کہ اہل اللہ سہ فرقہ اند عباد و صوفیہ و ملامتیہ۔ اما عباد جماعتے اند کہ بصورت عبادت اکتفا کردہ اند و بعد از فرائض و سنن بنوافل عبادات و خیرات قیام دارند حتے کہ چیزے از خیرات خواہند کہ فرو نگزارند۔ از اذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند نباشند و ہر کہ از عباد باذواق و مواجید صوفیہ بہرہ مند شد داخل صوفیہ گشت از مرتبہ خود برآمد و صوفیہ فرقہ باشند کہ بمواجید و اذواق بہرہ مند باشند و خوارق و کرامات خود را از نظر خلق نمی پوشند نظر ایشان در جمیع امور بر حق است و خلق را مظہر حق میدانند و درین فرقہ بالجملہ رعونتے و عنوانے ماندہ است و ملامتیہ طائفہ اند کہ در کسوت عوام اند و از عوام ہیچ تمیزے ندارند و اقتصار بظاہر بر فرائض و سنن مؤکدہ کردہ اند و در رعایت معنی اخلاص میکوشند و خود را باظہار خوارق علم نمیسازند و ظاہر نمی کنند اتباع درین امر بحضرت حق سبحانہ کردہ اند چون دانستہ اند کہ این نشاء محل ظہور نیست و حضرت حق سبحانہ خود را از نظر عامہ پوشیدہ است

بیسوین شوال روز یکشنبہ سنہ ۱۰۱۰ ہجری

دربار عالی کے باریابون مین یہ عاجز بھی داخل ہوا۔ اہل اللہ کے بارے مین سلسلۂ سخن شروع ہوا فرمایا اہل اللہ تین فرقے ہین عباد۔ صوفیہ۔ ملامتیہ۔ عباد۔ وہ لوگ ہین جو ظاہری عبادت پر بس کرتے ہین اور فرائض و سنن کے بعد نفلی عبادتون اور خیرات پر قیام کرتے ہین یہانتک کہ انکا دلی منشا رہتا ہے کہ خیرات مین سے کسی بھلائی کی فروگذاشت نہو مگر اہل تصوف کے ذوقون اور وجدون سے محروم و بے نصیب رہتے ہین اگرچہ بعض عابد صوفیہ کے ذوق و وجد سے بھی متمتع ہوتے ہین لیکن اب وہ عابد نہین رہے بلکہ گروہ صوفیہ مین داخل ہو گئے اور اپنے مرتبے سے باہر نکل آئے فرقۂ صوفیہ وہ ہے جو ذوقون اور وجدون سے تمام کمال بہرہ مند ہو اور اپنی خوارق و کرامات کو مخلوق کی نظرون سے پوشیدہ نہ رکھتا ہو انکی نظر تمام کامون مین خدا پر ہو اور مخلوق کو مظاہر حق اعتقاد رکھتے ہون مگر اس فرقہ مین ایک طرح کی رعونت و نخوت کا پایا ابھی تک باقی ہے ملامتیہ وہ لوگ ہین جو عوام لوگون کے لباس مین رہتے اور انسے اپنے آپکو ممتاز نہین کرتے ہین اور ظاہر مین صرف فرائض اور سنن موکدہ پر بس کرتے اور اخلاص مین انتہا سے زیادہ کوشش کرتے ہین اور نیز اپنے تئین خوارق کے ظاہر کرنیکے ساتھ مشہور و ظاہر نہین کرتے بلکہ اس بارے مین حتی الامکان خدا کے حکم کی اطاعت کرتے ہین اور چونکہ جانتے ہین کہ یہ عالم ظہور خداوندی کا محل نہین ہے اور خدا تعالے نے اپنے آپ کو عام لوگون کی نظرون سے پوشیدہ

ایشان نیز خود را از نظر خلق میپوشند و لهذا اکثرے از مردم آنها را مثل خود خیال
میکنند و این جماعه بالکلیه از رعونت رسته اند و رعونتے در اینها نمانده و بنهایت مقام عبودیت
رسیده اند و شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ سر این جماعه حضرت رسالت را صلے اللہ علیہ وسلم داشته
و از اصحاب حضرت صدیق اکبر و سلمان فارسی را و از مشائخ بایزید بسطامی و ابو سعید خراز
و ابو السعود و خود شن را اما از دیگران ساکت است نفی آنها نکرده و روش شیخ آنست که هر چیز در
کشفش در وقت مخصوص آمده مینویسد و فرقه از ملامتیه که خود را بر خلق بعنوان ملامت ظاهر
کنند و تکیه بشریعت کرده بعضے چیزها را که بنظر بظاهر ممنوع است پیش مردم مرتکب شوند مثل آنکه
در سفر روزه رمضان را در بازار بخورند تا در نظر خلق بے اعتبار باشند. آنها در رتبه و مرتبه فرود صوفیه
اند و خلق از نظر آنها ساقط نشده است لختے سخن در نغمه رفت فرمودند که فقها آنرا مکروه میدارند
و بعضے مشائخ آنرا مباح داشته اما مبتدی را اهل آن نمیدانند. آنها که بسماع نغمه قائل اند

ترجمہ

رکھتا ہے لہذا وہ بھی اپنے تئین مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی
ان کو اپنا جیسا خیال کرتے ہین۔ یہ لوگ رعونت و نخوت سے تمام و کمال آزاد ہین اور تکبر و حسد کا انہین نام تک باقی
نہین رہا ہے۔ اور اسوجہ سے وہ مقام عبودیت کی انتہا کو پہنچ گئے ہین شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کیلئے کئی سردار
ٹھیرائے ہین۔ سب سے بڑا سردار جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاتے ہین اور اصحاب رضی اللہ عنہم مین سے حضرت صدیق اکبر اور
سلمان فارسی کو اور مشائخ مین سے بایزید بسطامی اور ابو سعید خراز اور ابو السعود اور سب مین آخر اپنے آپکو۔ ان حضرات کے
علاوہ اگرچہ اوروں سے ساکت ہین مگر انکی نفی بھی نہین کرتے ہین۔ شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیز انکے کشف مین آتی ہے اسے
قید کتابت مین لاتے ہین پھر فرقہ ملامتیہ مین سے جو لوگ اپنے تئین مخلوق پر عنوان ملامت مین ظاہر کرتے اور شریعت
پر بھروسہ کرکے آدمیوں کے روبرو بعض ان چیزوں کے مرتکب ہوتے ہین جو بظاہر مخلوق کی نظروں مین ممنوع اور نامناسب ہوتی
ہین مثلاً حالت سفر مین رمضان کا روزہ نہین رکھتے اور بازارون مین کھلم کھلا کھاتے پھرتے ہین تاکہ خلق کی نظر سے
انکا اعتبار اٹھ جائے۔ ایسے لوگ فرقہ صوفیہ سے رتبہ اور مرتبہ مین بہت کم درجہ ہین اور ہنوز انکی نظروں سے مخلوق ساقط
نہین ہوئی ہے۔ از آن بعد تھوڑی دیر تک راگ کے بارے مین بحث ہوتی رہی فرمایا کہ فقہا اسے مکروہ بتاتے ہین اور بعض مشائخ
مباح جانتے ہین لیکن مبتدیکو اسکا اہل نہین جانتے۔ جو لوگ راگ سننے کے قائل ہوئے ہین وہ اس مین

حکمت درین آنست کہ در وقت استماع نغمہ طبیعت ساکن و برجاے خود میباشد لاجرم روح در
ادراک معانی بیشتر میرسد محبوب آنہا معانی ہست و نغمہ راشل زیور آن میدانند و الا بنفس نغمہ
مبتلا نیستند و در ملفوظات حضرت نظام الدین اولیا مسطور ہست کہ از شرائط استماع نغمہ یکے
آنست کہ بر مستمع محبت حق سبحانہ غالب باید ہم درین محل بندۂ درگاہ عرضہ داشت کہ محبت حق سبحانہٗ
راچہ علامت ہست فرمودند اتباع تمام آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم عرضہ کردہ شد کہ میتواند کہ صاحب
اتباع را مطلب بہشت یا رستن از عذاب دوزخ باشد فرمودند اینچنین کس صاحب اتباع تام نیست
و اورا از اہل اللہ نمیتوان شمرد اتباع ظاہر ظاہر ہست و اتباع باطن آنکہ در باطنش جز حق سبحانہ
مطلبے نباشد۔

جمعہ نوزدہم شہر ربیع الاول سنہ عشر و الف

دولت زمین بوس روے داد سخن در فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم افتاد بر لفظ مبارک راندند

یہ حکمت و مصلحت بیان کرتے ہین کہ راگ سننے کے وقت طبیعت ساکن اور برقرار رہتی ہے۔ اور جب
یہ ہے تو روح ایسے موقع پر معانی کا بیشتر ادراک کرتی اور انکی تہ مین پہنچ جاتی ہے تو راگ کے مباح جاننے
والون کا اصلی مقصود معانی کا ادراک کرنا ہوتا ہے نہ نفس راگ۔ راگ کو یہ لوگ اسکی زینت و آرایش کا سبب جانتے
ہین ورنہ نفس راگ مین مبتلا نہین ہیں۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے ملفوظات مین لکھا ہوا ہے کہ راگ
سننے کی جہان اور بہت سی شرطین ہین ایک یہ بھی ہے کہ سننے والے پر خدا کی محبت غالب ہو۔ اسی موقع پر بندۂ درگاہ
یعنی کاتب الحروف نے عرض کیا کہ خدا کی محبت کی کیا علامت ہے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری اور
کامل پیروی۔ عرض کیا گیا ممکن ہے کہ ایسے متبع کا مطلب اور اصلی غرض بہشت مین داخل ہونا یا عذاب دوزخ
سے نجات پانا ہو۔ فرمایا ایسے شخص کو متبع نہین کہتے اور اُسے اہل اللہ مین سے شمار نہین کرتے۔ ظاہر اتباع
تو ظاہر ہے حاجت بیان نہین۔ باطن کا اتباع یہ ہے کہ اُسکے باطن مین بجز خدا اور اُسکی محبت کے کوئی غرض کوئی
مطلب نہ ہو۔

روز جمعہ۔ اُنیسوین ربیع الاول سنہ ۱۰۱۰ھ

زمین بوسی کی دولت حاصل ہوئی صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل و خصوصیات مین سلسلۂ سخن شروع ہوگیا۔ زبان مبارک پر

کہ صحابہ کرام ہر چہار علی الترتیب اقطاب مطلق بودند و علت درانکہ فضائل از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بیشتر منتشر شدہ آنست کہ در زمان خلافت بنی اُمیہ خوارج بسیار شدند سلف محتاج بنشر فضائل اہل بیت شدند ازین جہت فضائل ایشان بیشتر در کتب ماندست تحتے سخن در تصرف و خوارق افتاد فرمودند کہ خوارق در زمان اصحاب اینقدر نبود کہ بعد ازین پیدا شد چہ لازم نہایت کمال آن است کہ از دست منتہی تصرف نمے آید مگر بحکم الٰہی و لہٰذا از پیغمبران بیخواست آنہا ظاہر میشد و از بعضے ہا بمقتضائے وقت کہ کفار بانکار میخواستند معجزہ بظہور میرسید بے تصرف و خواہش ہمدرین محل فرمودند کہ اولیا از کبائر محفوظ نیستند. اگر از ایشان چیزے ازین باب ظاہر شود احوال ایشان را حکم بر بطلان کردن جہالت است ملاحظہ باید کرد کہ منزل ایشان دائم یا اکثر درانند کدام است۔ درین میان احیاناً اگر بحکم بشریت چیزے صادر شود ایشان را دران معذور باید داشت۔ ہمدرین محل فرمودند کہ اکثر مشائخ را در حین حیات مردم زندیق میگفتہ اند چنانچہ

ترجمہ اردو

کہ خلفاء اربعہ بالترتیب اقطاب ہین اور اقطاب بہی مطلق اقطاب۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و خصائل جو سب سے زیادہ دنیا مین مشہور و منتشر ہوگئے تھے تو اسکی بڑی وجہ یہ تہی کہ بنو امیہ کی خلافت کے زمانہ مین خوارج بکثرت پہیل پڑے تھے۔ اس موقع پر سلف صالحین کو ضرورت اور سخت ضرورت تہی کہ اہل بیت کے فضائل کا تتبع کیا جاوے اسوجہ سے انکے فضائل کتابون مین بہت کچہ لکہے گئے اور ابہی بہت سے باقی بہی ہین۔ ز آن بعد تہوڑی دیر تک خوارق و تصرف مین گفتگو ہوتی رہی۔ فرمایا صحابہ کے زمانہ مین اس قدر خوارق کا وجود نہ تہا جتنا کہ اب ہے کیونکہ کمال کی انتہا اور عروج کو لازم ہے کہ منتہی کے ہاتہ سے بالاستقلال کوئی تصرف ظاہر نہو۔ ہان حکم خدا سے احیاناً کوئی بات ظہور پذیر ہوجاے تو یہ اور بات ہے یہی وجہ ہے کہ خدا کے اولوالعزم پیغمبرون سے تصرف ظاہر ہوتا تہا مگر انکی خواہش اور مرضی کے مطابق نہین البتہ بعض پیغمبرون سے بتقاضائے وقت معجزون کا بہی اظہار ہوا ہے اور یہ وہ وقت تہا جبکہ پیغمبرون کی رسالت کے مقابلہ مین کفار انکار اور انکار کے ساتہہ اصرار کرتے تہے مگر ان معجزون کے ظہور مین بہی انکے تصرف خواہش کو کسیطرح دخل نہین ہوتا تہا۔ اسی موقع پر یہ بہی فرمایا کہ اولیا اللہ کبیرہ گناہ ہوجانے سے معصوم و محفوظ نہین ہیں تو اگر ان سے کوئی گناہ صادر ہوجاوے اولیا اللہ کے زمرہ سے انہین خارج کرنا سراسر جہالت ہے بلکہ انکے اس تبہ کو جس مین وہ اکثر یا ہمیشہ رہا کرتے ہین دیکہنا چاہیے کہ کس درجہ کا مرتبہ رکہتے ہین اس صورت مین اگر تنہا حسب بشریت ان سے کوئی گناہ کبیرہ صادر ہوجاے تو انہین معذور سمجہنا چاہیے

ذو النون مصری را آما ذو النون را بعد از موت قبول پیدا آمد چه از دنیا منزه بود اگر در دنیا میبود
یعنی بادشاه یا وزیر بادشاہے ہیچکس باوجود آن انکار که در حین حیاتش میکردند قبول
نمیکرد و بعد از موت ہم از طعن مردم خلاص نمیشد و این ہمه اختلاف که در اصحاب افتاده علتش
ہمان ہست که بجہت منصب خلافت در دنیا بودند و الا چندے از اصحاب که کوہہا گرفته بودند
و بوضع فقیر زندگانی کرده اند ہیچکس از انہا سخن نمیگوید و سخن از اصحاب گفتن داخل دین
و ایمان ہم نیست بسیارے از مومنان باشند که جز خدا و رسول را نمیدانند و در ایمان آنہا
ہیچ شبه نه ۔

جمعه دویم جمادی الاولی سنه مذکور

بمجلس عالی باریافت محرر سطور بحکم بعضی ضروریات شرعیه استر خاص سفر کرد پرسیدند کجا
میروی نظر بانزدگی و پست ہمتی خود که از دولت قرب دوری میگزیدم و از مجالس انس جدا

ذو النون مصری کی بابت ایسا ظہور مین آیا ۔ لیکن جب ذو النون کا انتقال ہوگیا تو انکی مقبولیت عام تمام لوگون
مین پہیل گئی ۔ اور اسکی وجہ یہ تہی کہ انکا دامن دنیا کے لوث سے پاک اور منزہ تہا اگر انہین دنیا سے کوئی تعلق ہوتا
تو بادشاہ یا بادشاہ کا وزیر بلکہ کوئی شخص بہی باوجود اس انکار کے جو انکی زندگی کے زمانہ مین رکہتے تہے انکے
اوصاف کو انتقال کے بعد نظر قبول سے نہ دیکہتے اور وہ خود انتقال کے بعد لوگون کے طعن سے رہائی نہ پاتے
صحابہ رضی اللہ عنہم مین جو اختلاف پیدا ہوا اور ایک عرصہ تک رہا ۔ اسکا سبب یہی تہا کہ وہ منصب خلافت کے قائم
کرنیکے لیئے کچہہ نہ کچہہ دنیا سے تعلق رکہتے تہے ۔ ورنہ بہت سے صحابی ایسے بہی ہو گزرے ہین جنہون نے جنگلون اور
پہاڑون مین بود و باش اختیار کی اور فقیرانہ زندگی بسر کی ہے ۔ دنیا مین ایک شخص بہی ایسا نہین جو انکے بارہ مین
اختلاف رکہتا یا قیل و قال کرتا ہو ۔ اصحاب کے بارہ مین قیل و قال کرنا یا انکے احوال کی تفتیش کرنا کچہہ دین ایمان مین داخل
نہین ہے بہت سے مسلمان ایسے ہو چکے ہین اور اب بہی ہین جو خدا و رسول کے سوا کسیکو نہین جانتے اور انکے ایمان مین کچہہ شبہ نہین

روز جمعہ دوسری جمادی الاولی سنہ ۱۱۰۱ھ

مجلس عالی مین باریابی کی اجازت حاصل ہوئی ۔ کاتب حروف نے بعض ضروریات شرعیہ پیش آنیکی وجہ سے سفر کی اجازت چاہی
پوچہا تم کہان جاتے ہو مین کہ اپنی پست ہمتی اور کوتاہ نظری کی وجہ سے دولت قرب سے دوری اختیار کرتا تہا اور مجالس انس سے جدائی

بیجستم بلب ادب وزبان حسرت عرضہ کردہ شد کہ در بلا انواع شفقت و مہربانی فرمودند وکلمۂ
چند بیکے از اہل دنیا کہ در اقران خود بخوب کرداری موصوف بود در سفارش این ہرزہ گرد وادی
ندامت نوشتہ بودند ومدتے در بُعد مکانی و مہاجرت صوری ازان دولت صوری ومعنوی باقسام
محنت وندامت بسر بردم درین مدت عرائض عبودیت آمیز از احوال دل بلا ستیز خود مرقوم
قلم نیازمندی رقم میساختم وبنظر حاضران مجلس گرامی درآمد وبمطالعہ باریافتگان حضرت عالی
شرف مییافت. روزے عنایت نامہ بندگان حضرت مخدومی حاجی شیخ عبد الحق کہ بامضامین
حقائق آمیز وکلمات نصائح انگیز نسخۂ سعادت را عنوانے بود رسید بظہر آن مکتوب کلمۂ
چند از آثار کلک بدائع نگار حضرت ایشان بنظر تعطش اثر درآمد وحالتے بخشید کہ از حوصلۂ کاغذ
قلم بیرون است مجملے از ذوق آن درین مصرعہ یافتہ میشود **مصرعہ** نہادم روئے بر روے
وے واز خویشتن رفتم ٭ وآن کلمات حقائق آیات این است ٭

ترجمہ اردو

تو میں نے تہ ادب کے لب اور حسرت کی زبان میں بولا کہ بلا مین حضور نے طرح طرح کی شفقت و مہربانی ظاہر فرمائی اور چند
کلمے ایک دنیا دار کو جو اپنے ہمعصرون مین نیک کرداری کے ساتھ مشہور تھا اس ندامت کے جنگل مین حیران و پریشان
پھرنے والے کی سفارش مین لکھے۔ غرضکہ ایک مدت بُعد مکانی اور مفارقت ظاہری مین جو اُس دولت صوری و معنوی
سے حاصل ہوئی طرح طرح کی محنت و ندامت کے ساتھ بسر کی۔ اس مدت مین بہت سے عبودیت آمیز عریضے جن مین اپنے
مصیبت زدہ دل کے احوال درج کرتا تھا قلم نیازمندی سے لکھکر حضور کی خدمت مین بھیجتا رہا۔ جو مجلس گرامی کے
حاضرین کی نظر مین آتے اور حضور عالی کے مطالعہ سے شرف پاتے رہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مخدومی حاجی
شیخ عبد الحق کا عنایت نامہ جو حقیقت مین حقائق آمیز مضامین اور نصائح انگیز کلمات کا نسخۂ سعادت بلکہ اسکا
عنوان تھا پہنچا۔ خط کی پشت پر چند کلمے حضور کی قلم سے لکھے ہوئے نظر پڑے۔ ایک ایسی حالت
اور وجد طاری ہوا کہ کاغذ اور قلم کے حوصلہ سے خارج ہے۔ اُس ذوق کا نمونہ مجملاً اس مصرعہ مین پایا
جاتا ہے **مصرع**

نہادم روئے بر روئے وی واز خویشتن رفتم

یعنی مین نے اپنا منہ اسکے منہ پر رکھا اور اپنے سے بے آپے ہو گیا۔ حضور نے جو کلمات حقائق آیات لکھے تھے وہ یہ ہین

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہ
بندگان مخدومی مندرج است زیادہ چہ نویسم بارے فرصت و قوت بلکہ وقت و نفس را غنیمت
شمردہ بمقتضائے آن زندگانی میباید کرد دریغ کہ این عاجز گرفتار قوت کار نماندہ وگرنہ بتوفیق اللہ
درین دو روزہ عمر دیوانہ وار ماتم بازماندگی خود میداشت و زندگانی فدائے این راہ میکرد
حق تعالی درین افتادگی نیز دردے و آشوبے کرامت فرماید کہ کار دو جہان خود را در قبضہ اقتدار
او نہادہ از مجموع گرفتاریہا فراغے میابم آمین یارب العالمین امیدوار ازان برادر آنست
کہ روے برخاک بنہد و از برائے حصول این آرزوے فقیر از خدا بجوید کہ دعاء الغائب للغائب
اسرع اجابۃ آمدہ است والدعاء برگزیدہ دران حقائق و اہل مذاق این طائفہ بر روشن و ہویدا
کہ چہ قدر فنا و تعطش و اختفا و بے تعلقی و مہجوری و استتار وجود و رضا [illegible] ازین کلمات فہم
میشود مصرعہ آشنا داند کہ این بیگانہ نیست

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ[1]۔ جو کچھہ لکھنا تھا بندگان مخدومی کے خط مین لکھا
گیا زیادہ کیا لکھون۔ ہان اتنا لکھتا ہون کہ فرصت اور قوت بلکہ وقت اور نفس کو غنیمت شمار کرکے اوسکے مناسب
زندگی کرنی چاہیئے۔ افسوس عاجز گرفتار قوت کسی کام کا نہین ہی وگرنہ خداوندی توفیق سے اس دو دن کی عمر مین
دیوانون کی طرح اپنی عاجزی اور سستی کا ماتم کرتا اور اپنی زندگی کو اس راہ مین قربان کردیتا لیکن دعا ہی کہ خدا تعالی
اس عاجزی مین بھی ایسا درد اور آشوب عنایت فرمائے کہ مین اپنے دین و دنیا کے کامون کو اوسکے قبضہ اقتدار مین
سونپ کر تمام گرفتاریون سے فراغت پا جاؤن۔ آمین یارب العالمین۔ امید ہے کہ تم ہمیشہ خاک مذلت پر عاجزی
کا منہ رکھکر فقیر کی اس آرزو پر کامیاب ہونے کی خدا سے دعا مانگتے رہوگے کیونکہ دُعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَسْرَعُ
اِجَابَۃً یعنے حدیث مین آیا ہے کہ غائب کی دعا غائب کے لیئے بہت جلد قبول ہوتی ہے باقی والدعا
اس گروہ کے اہل مذاق اور حقائق شناس پر روشن و واضح ہے کہ ان کلمات سے کسقدر فنا اور تعطش اور اختفا
اور بے تعلقی اور مہجوری اور رضامندی اور اپنے وجود کی بے اعتباری سمجھی جاتی ہے مصرع
آشنا داند کہ این بیگانہ نیست

---

[1] اللہ ایمان والون کا حامی و مددگار ہے کہ انکو کفر کی تاریکیون سے نکالکر ایمان کی روشنی مین لاتا ہے ۱۲

یک شنبہ یکم صفر سنہ الف اثنی عشر

بسعادت حضور مشرف شد بر لفظ مبارک راندند کہ تا کجا رفتی و چون بودی و چہ آوردی بجواب این کلمات اگرچہ بزبان قال چنین بود کہ تا بحد ضلالت رفتم و در تفرقہ بودم و ندامت آوردم۔ اما از ہیبت آن مقام بزبان حال ندامت سوال کنفارفت و جز خاموشی جوابے دیگر دلپذیر روے نداد و مع ذلک در حضور آن بینای خفایا و دانائے ضمائر زبان حال را گویاتر از زبان قال دانستہ تحصیل حاصل نکردم از نظارہ آن جمال و مطالعہ شکستہ رنگی و اضمحلال و انعکاس اشعۂ انوار ذات کہ بر آئینۂ پیشانی آن مظہر اسما و صفات میتافت دیدۂ ہوشمند را خیرگی دست داد و گریہ شادمانی در جوشش آمد خود را از حضور عالی بگوشہ کشیدم و سیلاب دیدہ مفارقت دیدہ را سر دادم بحدیکہ اگر یاران بمنع و زجر باز نمیداشتند بساحل صبر آشنا شدن دور مینمود ؎ گر کام دل بگریہ میسر شود ز دوست ٭ صد سال میتوان بتمنا گریستن ٭ وللہ الحمد والمنۃ

روز یکشنبہ یکم صفر سنہ ۱۰۱۲ھ

قدمبوسی کی سعادت اور حضوری کا شرف حاصل ہوا۔ زبان مبارک پر جاری ہوا کہ تم کہاں تک گئے کیونکر رہے اور کیا لائے۔ ان باتون کا جواب اگرچہ زبان مقال پر اسطرح جاری ہونیکو تھا کہ مین گمراہی کی سرحد تک گیا تفرقہ میں پریشانی مین رہا ندامت لیکر آیا۔ لیکن اُس مقام کی ہیبت سے زبان مقال سے درگزر کرکے زبان حال پر بس کی گئی۔ اور بجز خاموشی کے کوئی معقول جواب حاصل نہین ہوا۔ اور باوجود اسکے ایک ایسے شخص کے حضور مین جو مخفی چیزون کو دیکھتا اور دلون کے بھیدون کو جانتا ہے مین نے زبان مقال سے زبان حال کو زیادہ بولنے والا خیال کرکے تحصیل حاصل کا ارادہ نہین کیا الغرض خواجہ کے جمال جہان آرا کے نظارہ سے اور آپکے چہرے رنگ کی شکستگی اور اضمحلال کے دیکھنے سے اور انوار ذات کی شعاؤن کے اُس انعکاس سے جو اُس مظہر اسما و صفات کی پیشانی کے آئینہ پر درخشان اور تابان تھا چشم عقل مین خیرگی اور چکاچوند پیدا ہوئی اور گریہ شادمانی جوش مین آئی۔ انجام کار یہ عاجز حضور عالی کی نظرون سے اوجھل ہوکر ایک گوشہ مین چلا گیا۔ اور پرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہانے لگا اور یہانتک رویا کہ اگر مجلس کے رفیق زجر اور منع کے سبب رونے سے باز نہ رکھتے اور تسلی اور دلدہی نکرتے تو صبر کے کنارہ سے آشنا ہونا دور اور نہایت دور تھا ؎ گر کام دل بگریہ میسر شود ز دوست

٭ صد سال میتوان بتمنا گریستن ٭ یعنے اگر رونے کیوجہ سے دوست سے مقصود دل میسر ہو تو سو برس تک تمنا اور آرزو سے رونا چاہیئے۔

کہ آن گرید قدری زنگ غفلت را کہ بر آئینہ استعداد این گرفتار مضیق تعلقات کہ در ایام مہاجرت نشستہ بود یکنوع شست و شوئی داد و تیرگی صحبت اضداد و غبار ہم نشینی این دیو خرد فریب کہ عبارت از نفس امارہ است چون قدرے فرونشست خاطر نگران مجالست صوری و استماع سخنان گرانمایہ شد اما ازانجا کہ حضرت ایشان باشارات غیبیہ دریافتہ بودند کہ بر رُخ خلق بستہ میباید بود چہ جائے این فقیر کہ اکثرے از مخلصان خواہان ہمینی بودند کہ بدستور سابق در آنحضرت بنگبار گنجایش میداشتہ باشند صورت نمے بست لاجرم از کلمات حقائق آیات بیواسطہ کم استماع افتاد و بعضے ازان اشارات غیبیہ کہ باعث وضع تجرد و مقتضی کم توجہی بامر ارشاد و عدم پرسش احوال مسترشدان شد این است کہ بنقل صحیح و روایات ثقات مسطور مے گردد۔ حضرت ایشان واقعہ نسبت بخود دیدند کہ آخر آن این عبارت بود فبقیت وحیداً طریداً فریداً و ہم چنین از وقائع دیگر روشن شد کہ منتسبان خود را

کہ ایام مفارقت مین اس گرفتار تعلقات کے آئینہ استعداد پر جو زنگ غفلت بیٹھ گیا تھا اس کو اس رونے سنے کچھ دھو دیا اور مخالفون کی صحبت کی سیاہی اور اس دیو خرد فریب کی ہم نشینی کا غبار (دیو خرد فریب سے ہماری مراد ہے نفس امارہ جو بیٹھ گیا تھا دور ہو گیا) غرضکہ قدرے اطمینان حاصل ہوا تو دل شیدا مین ظاہری ہم جلیسی اور حضور ہی کے دقیع و بیبہا باتین سُننے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن اب اسوجہ سے کہ حضور خواجہ کو اشارات غیبیہ کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ مخلوق کے رخ پر آمد و رفت کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے۔ اگرچہ اس فقیر نے اور فقیر تھا کس گنتی مین بڑے بڑے مخلص دوستون مین سے اکثر لوگون نے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ بدستور سابق حضور کی مجلس مین آمد و رفت کی گنجایش پاتے رہین۔ لیکن یہ بات کسیکو نصیب نہین ہوئی ناچار اب آپکے کلمات حقائق آیات کے سُننے اور بے واسطہ سُننے کا بہت کم اتفاق ہوا۔ اُن اشارات غیبیہ مین سے جو وضع تجرد کے باعث اور امر ارشاد کی طرف کم توجہی کے مقتضی اور طالبون کے عدم پرسش کا سبب ہوئے۔ بعض اشارات غیبیہ ذیل مین درج ہوتے ہین جو نقل صحیح اور ثقہ لوگون کے ذریعہ سے کاتب الحروف تک پہنچے ہین۔ جناب خواجہ نے اپنی نسبت ایک واقعہ دیکھا جسکے آخر مین یہ عبارت مرقوم تھی فَبَقِیْتُ وَحِیْداً طَرِیْداً فَرِیْداً۔ یعنے مین اکیلا تنہا منفرد باقی رہا اسیطرح اور واقعات سے یہ روشن ہوا کہ اپنے معتقدونکو

بہر جاے و بہر وضع مقرر باید فرمود از روی شفقت بتاکید فرمودند کہ چون فرمان و مرضی در ترک
مشیخت است یاران ما را متصدی تربیت خود ندانند و بہر جا خواہند در طلب مقصود پویند
مگر سہ چہار نفر کہ درین تکلیف داخل نبودند ازین معنی چون دلہاے امیدواران بغایت
شکستہ شد از انجا کہ وسعت کرم و مہربانی حضرت ایشان بود فرمودند کہ امر نمیکنیم کہ البتہ بروند
مقصود ازین گفتن ابراء ذمہ خود است چہ بعضے ترک تدریس و بعضے ترک تحصیل و بعضے ترک
روزگار کردہ بمحنت و شدائد فقر قرار دادہ بودند و در ایام ترک تصرف بیکی از مخلصان توجہے
فرمودہ بودند آخر ظاہر شد کہ مرضی اللہ نبودہ است متفکر شدہ کہ مبادا این معنی از راہ لطف
الٰہی نباشد بعد از دو سہ روز چون محقق شد کہ سرہا و عنایت ہا دران مندرج بود از ان
تفکر بر آمدند و در جمیع جزئیات از خوردن و پوشیدن قولاً و فعلاً ہمچون برگ کاہے کہ بر رہگذر
باشد از خلاف مرضی لرزان و بر جادہ رضا و تسلیم ہمچو کوہ مستقیم بودند و این معنی در قرب

ترجمہ اردو

جو تم سے نسبت خاص رکھتے ہیں ہر جا پر اور ہر وضع پر مقرر فرمانا چاہیئے چنانچہ آپنے از روئی شفقت بتاکید فرمایا
کہ جب خدا کا حکم اور اُسکی مرضی ترک مشیخت میں ہے تو ہمارے رفیقون کو چاہیئے کہ مجھے اپنی تربیت کا متکفل
نہ جانیں بلکہ جہان چاہیں طلب مقصود میں چلے جائیں لیکن تین چار آدمی ایسے ہیں کہ اس تکلیف میں داخل نہ
ہین۔ خواجہ کی اسبات سے امیدواروں کے دل بالکل ٹوٹ گئے چونکہ آپکی مہربانی اور کرم بہت وسیع تہا یاروں کو
دل شکستہ اور رنجیدہ دیکہکر فرمایا میں یہ حکم نہیں کرتا کہ تم لوگ میرے پاس سے ضرور ہی چلے جاؤ بلکہ اس کہنے
سے میرا مقصود اپنا بری الذمہ ہونا ہے کیونکہ بعضون نے درس تدریس کو چہوڑکر بعضون نے تحصیل علم کو ترک
کرکے بعضون نے روزگار کو خدا حافظ کہکر فقیری کی محنت و شدت میں رہنا اختیار کیا ہے۔ ترک تصرف کے زمانہ میں حضور نے
مخلص دوستون میں سے ایک شخص پر توجہ فرمائی تہی۔ آخر کار ظاہر ہوا کہ خدا کی مرضی نہیں ہے۔ آپ نہایت متفکر
ہوئے کہ مبادا یہ بات بطریق لطف الٰہی کے نہو۔ اسکے دو تین روز بعد جب ثابت ہوگیا کہ اس فقرہ میں خدا کی بڑی بڑی
عنایتیں اور بہید مندرج ہیں آپ کا سارا فکر جاتا رہا۔ آپ تمام جزوی اور چہوٹی چہوٹی باتوں میں مثلاً کہانے
پہننے میں کسی بات کے کہنے میں کوئی کام کرنے میں خدا کی خلاف مرضی سے اُس پہول کی پتی کی طرح جو کسی عام
راستہ میں پڑی ہوئی ہو خائف و لرزان رہتے اور رضا و تسلیم کے طریقہ پر پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے اور یہ باتیں

ایام رحلت قوی تر شدہ بود و پیش از ارتحال بچند گاہ فرمودند کہ چنان دیدہ شد کہ کسی کلانے از سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ فوت خواہد شد بعد ازین واقع بخاطر شریف رسید کہ جائے در نواحی شہر دہلی باید اختیار کرد و ترک اختلاط خلق نمود چون عمر بآخر رسید ہمانجا مدفون شد درین باب بعضے از مخلصان را استخارہ با فرمودند چون اجازت بر انصرام آن ارادہ فہم نشد ترک آن ارادہ فرمودند و ازین صریح تر واقعہ دیدند کہ مضمونش این بود کہ برای عرضی کہ شما را آوردہ تمام شد الحال سفر باید کرد و نزدیکیہ۔ بایام ارتحال فرمودند کہ طرفہ خوابے دیدہ شد میگویند کہ قطب زمان مرد و درین حین من قصیدہ غرا بغایت خوبی در مرثیہ خود میخوانم و تعریفات عالی دران مندرج است و ہم درین محل یاقوت دیگر بیکے از محرمان بتقریبی فرمودند کہ قطب زمان دیگر است اما بعضے از صفات کاملہ ندارد و ما بصفات ممد اوئیم۔ الحق صفات حضرت ایشان باتفاق ہمہ آشنایان خصوصًا یاران کہ اکثر در ملازمت عالی بودند و در ایام سابق مطالعہ

زمانہ انتقال کے نزدیک اور زیادہ قوی ہوگئے تھیں آپ نے انتقال سے چند روز پیشتر فرمایا کہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سے کوئی بڑا شخص فوت ہوگا اس واقعہ کے چند روز بعد دل مبارک میں آیا کہ شہر دہلی کے اطراف میں کوئی جگہ اختیار کرنی چاہیئے چنانچہ ایسا کیا گیا اور اسکے ایجد سے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا گیا اور جب آپکی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو وہیں دفن کیئے گئے۔ اس بارے میں بعضے مخلصوں کو استخارہ کا حکم فرمایا۔ چونکہ اس ارادہ کی تکمیل کی اجازت کسیطرح سمجھ میں نہیں آتی تھی لہذا آپنے اس ارادہ کو بالکل ترک کر دیا۔ اس سے زیادہ ایک اور صریح واقعہ دیکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ تم جس غرض کے لیئے بھیجے گئے تھے پوری ہو چکی اب تمہیں سفر کرنا چاہیئے۔ ایام انتقال سے کچھ پہلے آپنے یہ بھی فرمایا کہ ایک عجیب و غریب خواب دیکھا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ قطب زمان مرگیا اس موقع پر میں نے ایک دردناک قصیدہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے مرثیہ میں پڑھا جس میں اعلی درجہ کے اشعار کتنا درج ہیں ——— ایسے موقع پر دوسرے وقت میں آپنے اپنے ایک راز دار سے کسی تقریب میں فرمایا کہ قطب زمان اور شخص ہے لیکن وہ صفات کاملہ سے بعض صفت نہیں رکھتا ہے اور ہم ان صفتوں میں اسکے حامی و مددگار ہیں۔ سچ یہ ہے کہ حضرت خواجہ کی صفات انتہا درجے کو پہنچ گئی تھی۔ تمام روشناس اور آشنا لوگ بالخصوص وہ رفقا جو اکثر ملازمت عالی میں رہتے تھے اور پہلے زمانے میں اس نسخہ کمالات کا مطالعہ

آن نسخہ کمالات کردہ بہ نہایتی رسیدہ بود کہ بالاتر از آن درین وقت از کسی متصور نباشد ؎ بود آئینہ کہ
عکس خورشید وجود ؛ جاوید در و بصورت اصل نمود ؛ تحریر سے در ایام کم توجہای حضرت ایشان بامر
ارشاد پرسیدہ کہ باعث بر اختیار این وضع تجرد چیست۔ فرمودند مارا مقامے نمایند چند گاہیست انتظار رسیدن
آن مقام است بعد از آن فوائد بیاران بیشتر خواہند رسید و الحال ہم آنانکہ بما متوجہ اند حضور و غیبت
ما نسبت بایشان یکسان است اکار خود باشند غیبت ؛ عدم پرسش ما منافی ترقیات ایشان
نیست لیکن آنکہ ما شیخ و مرشد باشیم و با ختیار ما شود از میان برخاستہ است باز آن عزیز
پرسید کہ لوازم و آثار آن چیست و وقت رسیدن بآن چیست فرمودند وقت آن بعد از انکہ
عمر ما بچہل سال برسد و لوازم آنکہ ہر کہ بیند سجدہ کند چون سن شریف حضرت ایشان بچہل رسید
رخت اقامت ازین سرای فانی بستند و بدار الملک باقی خرامش فرمودند ؎ درین حدیقہ بہار و
خزان ہم آغوش است ؛ زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است ؛ ؛ ؛ ؛

کر چکے تھے مستغرق الفاظ میں کہتے تھے کہ آپ کی صفات کمالات عروج کی چوٹی کو پہنچ گئی ہیں اور اسوقت میں ان جیسے
صفات کا پیدا ہونا متصور نہیں ہے ؎ بود آئینہ کہ عکس خورشید وجود ؛ جاوید درو بصورت اصل نمود ؛ جس زمانہ میں
حضرت خواجہ کو طالبوں کے امر و ارشاد کی طرف سے کم توجہی تھی ایک عزیز نے دریافت کیا کہ اس وضع تجرد کے اختیار کرنیکا سبب
کیا ہے فرمایا ہمیں ایک مقام دکھایا گیا ہے اور ہم چند روز اوس مقام تک پہونچنے کے منتظر ہیں اسکے بعد بہت سے فوائد یاروں کو
پہونچینگے۔ فی الحال جو لوگ دل سے ہماری طرف متوجہ ہیں انکے نزدیک ہمارا حاضر و غائب ہونا برابر ہے وہ اپنے کام میں
لگے رہیں اور عمل میں کوشش کریں ہماری غیبت اور بے پرسشی اُن کی ترقیوں کے مخالف نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ہم شیخ
اور مرشد ہیں اور عدم پرسش ہماری اختیار سے واقع ہوئی تھی لہذا وہ درمیان سے اٹھ گئی پھر اس عزیز نے
پوچھا کہ اوس مقام کے لوازم و آثار کیا ہیں اور وہاں تک پہونچنے کا وقت کس قدر فرمایا وقت اس کے بعد
پورا ہوگا کہ جب ہماری عمر چالیس برس کی ہو جائے گی اور اس کے لوازم و آثار یہ ہیں کہ جو شخص دیکھیگا
سجدہ کریگا۔ چنانچہ جب حضرت کا سن شریف چالیس برس کو پہنچ گیا تو آپنے اس سرائے فانی سے کوچ کی طیاری
کی اور ہمیشہ کے دار الملک میں جلوہ فرما ہوئے ؎ درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است ؛ زمانہ جام بدست و جنازہ
بر دوش است ؛ یعنی اس باغ میں بہار اور خزان دونوں بغلگیر ہیں۔ زمانہ جام ہاتھ میں لیے ہوا اور جنازہ کاندھے پر ہے

برعم بعضے از مخلصان تعبیر این واقعہ سخن حضرت الیشان است کہ قریب بایام رحلت میفرمودند کہ درین ایام ما را از جمیع سلاسل رخصتہا شد و ہر کس از مسلمانان ہر جا باشد. بابشارت کریمہ لِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْہًا از ما بوی فائدہ میرسد خواہ دانند یا ندانند واللہ اعلم

بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الاخر سنہ ۱۲۰۱ ہجری

باوجود بیماری ہائے مزمنہ دیرینہ کہ نظر بظاہر صحیح مینمودند تپے نیز لاحق شد و این مرض آخر بود ہم درین مرض میفرمودند کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ بخواب آمدند و عنایت بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید این واقعہ را فرمودہ تبسم کردند و فرمودند اگر زندہ مانیم ہم چنین بکنیم والا کفن ہم پیراہنی است و قبل این مرض روزے بیکے از ازواج طاہرات فرمودند کہ چون عمر من بچہل سال رسد مرا واقعہ عظیم پیش آید و برائی تفہیم وی نزدیک بطریق طیبت آمدہ کف دست خود را نمودند و فرمودند این خطے کہ در دست من است علامت آنست اہل خانہ باستماع این خبر بنیاد وحشتی کردند

بعض مخلصون کے خیال مین اس واقعہ کی تعبیر وہی سمجہہ مین آئی جو حضرت رمانہ انتقال سے کچہ دنون پیشتر فرماتے تہے کہ ان دنون مین ہم کو تمام سلسلون کی طرف سے اجازتین حاصل ہوگئی ہین تو مسلمانون مین سے جو شخص جہان کہین ہی ہوگا - اس آیت کے مطابق لِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْہًا ہم سے اسکو کچہہ نہ کچہہ فائدہ پہنچیگا خواہ وہ ہمین جانتا ہو یا نہ جانتا ہو واللہ اعلم

پندرہوین جمادی الآخر سنہ ۱۲۰۱ ہجری

اگرچہ حضرت خواجہ طرح طرح کی پرانی بیماریون مین مبتلا تہے لیکن بظاہر صحیح اور تندرست معلوم ہوتے تہے لیکن آخر مین ان امراض کے ساتھہ تپ دائم بہی لاحق ہوگئی تہی اور یہی آپ کا مرض وفات تہا اسی مرض مین آپ فرماتے تہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ خواب مین تشریف لائے بہت سی عنایتین اور مہربانیان ظاہر فرمائین اور چلتے وقت حکم کیا کہ کرتہ پہنو - آپ نے اس واقعہ کا ذکر کرکے تبسم کیا اور نہایت خوشنما مسکراہٹ کے ساتھہ ارشاد فرمایا اگر ہم زندہ رہے تو ایسا ضرور کرینگے ورنہ کفن بہی ایکطرح کا کرتہ ہے۔ اس مرض سے کچہہ دنون پہلے آپ نے ایک دن اپنی ازواج طاہرات مین سے ایک بیوی سے فرمایا کہ جب ہماری عمر چالیس برس کو پہنچ جائیگی تو ایک عظیم الشان واقعہ پیش آئیگا اور آپ نے بیوی صاحبہ کے سمجہانیکے لیئے بطریق خوش طبعی اپنی ہتیلی انہین دکہائی اور فرمایا یہ خط کہ میرے ہاتہہ مین ہے اسکی نشانی ہے۔ اس وحشت اثر خبر کے سننے سے تمام گہر کے لوگ وحشت مین آگئے

سلہ جسقدر مخلوق آسمانون اور زمین مین ہے سبہی تو خوشی اور ناخوشی دونون حالتون مین خدا کو سجدہ کرتی ہین ۱۲

فرمودند کہ چہل سال اندک بنسبت کسی تا چہل سال زندگانی بکند کم است باز برای تسلی خاطر آن فرمودند کہ آن خطر را وصل ہم کردہ اند و عادت شریف حضرت ایشان آن بود کہ ہرگاہ سخنے از عالم کشف یا خارق عادت میفرمودند بخود نسبت نمیکردند البتہ حوالہ بچیزے میفرمودند چنانچہ در فصل آخر مثالہا نمودہ آید انشاء اللہ تعالیٰ و قبل ازین مرض بیک ہفتہ صریح تر ازین از انتقال خود خبر دادہ بودند و آنچنان بود کہ ولی نعمت ظاہر کہ در عالم اسباب حق سبحانہ مفاتیح ارزاق جمعے کثیر از بندہائی خود را بدست وے دادہ و او را بحسب و نسب از سیادت و سخاوت بہرہ مند گردانیدہ لازال فی الشرف والمجد کاسمہ فریدا طلب حضور جماعتی کردہ بودند و داعی نیز داخل آن جماعت است عزیزے از قبیل محرر عرضہ کرد کہ او را بعلت مطالبہ بلشکر باید رفت فرمودند چندروز جانے نرود کہ آخرہائی بازار ماست و ظاہرا کار ما بآخر رسیدہ است و از ما امیدوار منافع باشد و این منافع باوجود اتقدرے توجہی درباب مسترشد آن داشتند خالی از غرابتے نبود۔

ترجمہ اردو

فرمایا کہ چالیس برس کچھ تہوڑے نہیں ہوتے ہیں جو شخص چالیس سن تک زندگی کرے کیا اُسکے لیئے یہ کم زمانہ ہے پہر آپنے گہروالونکی تسلی خاطر کے لیئے فرمایا کہ گہبراؤ نہیں وہ خطر ملا ہی دیا گیا ہے اور آپکی عادت شریف ایسی واقع ہوئی تہی کہ جب عالم کشف یا خارق عادت کے طور پر کوئی بات فرماتے تو اُسے اپنی طرف نسبت نہیں کرتے بلکہ کسی اور چیز کی طرف حوالہ فرماتے تہے چنانچہ آخر کی فصل میں اس قسم کی بہت سی مثالیں بیان کی جائینگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مرض وفات سے ایک ہفتہ پہلے آپنے اپنے انتقال کی خبر اس سے زیادہ واضح اور کہلے ہوئے لفظوں میں دی تہی اور یون فرمایا تہا کہ وہ ظاہری ولی نعمت جس کے ہاتھ میں خدا نے عالم اسباب میں اپنے بندوں میں سے ایک جماعت کثیر اور جم غفیر کے رزق کی کنجیاں سونپی تہیں اور اسے حسب و نسب یعنی سیادت و سخاوت سے بہرہ مند کیا تہا کہ لَا زَالَ فِی الشَّرَفِ وَالْمَجْدِ کَاسْمِہٖ فَرِیْدًا وہ اپنے نام کیطرح ہمیشہ بزرگی میں ہمیشہ منفرد رہا۔ اس واقعہ کے بعد حضور نے مخلصین کی ایک جماعت کو طلب فرمایا اور بندہ بہی اس جماعت میں داخل تہا ایک عزیز نے میری طرف سے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اسکو یعنی کاتب حروف کو کسی مطالبہ کی غرض سے لشکر میں جانیکی ضرورت ہے فرمایا چند روز تک کہیں جانا نہ چاہیئے کہ اب ہمارے بازار کی رونق آخر ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کام تمام ہونیکے قریب پہنچ گیا ہے تو اس آخری زمانہ میں اسے ہماری طرف سے بہت سی منفعتوں کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ حضور خواجہ کا باوجود اسقدر بے توجہی کے جو اس زمانہ میں آپکو طالبوں کے بارے میں تہی اسقدر فقیر کو سفر سے منع کرنا

شنبہ ہفتدہم جمادی الاخریٰ سنہ ۱۲ ہجری

بطفیل صحبت حضرت مخدومی ملاذی حاجی شیخ عبدالحق سلمہم اللہ بمجلس عالی بار یافت فرمودند کہ شب گذشتہ اوضاع بدن بنہایت برہم زدہ شد و حالت نزع بظہور رسید و تا نیم شب این چنین بود اما بعنایت اللہ آخر آرامے حاصل شد اگر مردن عبارت ازین است چہ نعمتی بودہ است کہ ازان حال برآمدن خوش نمی آمد و ہمدرین بیماری وصیتکہ کردند این بود کہ ملکیت یک دو کتاب شبہ گونہ بود فرمودند کہ آنہا را بصاحب شان انفرستند ہر چند بہبہ شرعی آنہا مقبوض و مملوک بودند و مرائی کہ از حضرت ایشان ماند از نقود یک روپیہ و از اجناس چند کتابے و اسپے و فرشی و طرقیہ کہ در مستر شد آن معمول است

؎ گر جان من اندر سر و کار تو شود ٭ مہر تو بمیراث دہم خویشان را ٭

شام پنجشنبہ بست و سوم ماہ مذکور

خیلکی صحیح و خورم بودند چنانچہ عصائی بدست گرفتہ بپای فلک فرسائے خود از جائے کہ بودند

روز شنبہ سترہوین جمادی الاخری سنہ ۱۲ ہجری

حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق سلمہ اللہ کے طفیل سے مجلس عالی مین باریابی کی اجازت پائی فرمایا کہ گزشتہ رات کو اوضاع جسم مین انتہا درجہ کی برہمی پیدا ہوئی اور جان کنی کی سی حالت ظہور مین آئی آدہی رات تک تو یہ ابتری کیفیت رہی لیکن آخر کار عنایت الٰہی سے آرام و اطمینان حاصل ہوا سو اگر مرنا اسی سے عبارت ہے تو یہ ایک ایسی عمدہ نعمت ہے جس سے باہر آنے کو جی نہین چاہتا اسی بیماری مین آپ نے ایک وصیت بہی کی تہی اور وہ یہ تہی کہ آپ کی ملکیت مین ایک دو کتابین تہین مشتبہ فرمایا ہر چند کہ شرعی ہبہ کی وجہ سے وہ میرے ملک اور قبضہ مین تہین لیکن اب انہین انکے مالک کو واپس کر دو۔ آپکے بعد جو آپ کی میراث باقی ہے وہ ذیل کی چند چیزین تہین نقدی مین ایک روپیہ اجناس مین چند کتابین۔ ایک گہوڑا ایک معمولی فرش۔ ایک شجرہ طیبہ جو طالبون کا معمولی ہوا ہے ؎ گر جان من اندر سر کار تو شود ٭ مہر تو بمیراث دہم خویشان را ٭

پنجشنبہ کی شام جمادی الاخری کی تیئیسوین تاریخ سنہ ۱۲ھ

کو آپ نہایت خورم و شادان اور تندرست تہے چنانچہ دستِ مبارک مین عصا لیئے ہوئے اپنے قدمون سے جس جگہ تشریف رکہتے تہے وہان

بجائی دیگر تشریف بردند و بفرح وشادمانی در خانہ کہ مشرف بر دریا بود و ہوائے مخالف درو سرایت داشت نشستند ونماز شام را بایما گزاردند و پوششہا کہ ہمیشہ در ایام بیماری میبود کم کردند و مثنوی مولوی معنوی بآواز بلند میخواندند وباخود زمزمہ داشتند مخلصانیکہ بتعہد خدمت وتیمارداری مخصوص بودند ازمشاہدۂ این حال متحیر بودند بعضے از حاضران از غوامض علوم حقیقتہا مینمودند۔ شخصے از حاضران پرسید کہ آنچہ در قرآن مجید امر بایمان بالغیب اوردن شدہ آیا یعنی نسبت بعامۂ مسلمین خواہد بود ویا باہل مشاہدہ یعنے اینہا ایمان بشہود دارند فرمودند کہ چنین نیست بل امر بایمان غیب نسبت بعوام در خواص آیت بلیت ہرچہ نزد تو بیش ازان رہ نیست؛ غایت فہم است والسلام نیست ؛ پاسے اخیر از شب جمعہ ماندہ بود کہ دل حضرت ایشان ضعف کرد بیخود شدند بعد از اندک فرصت بافاقتی کہ متضمن بشاشت وجہ بود بکمال قرار وآرام باز آمدند وچشمان مبارک واکردند وتکلم ازینوقت تا قبیل وصال نفرمودند درین اوقات سکوت کہ ہمگی آن دوازدہ پہر بود

اور فرحت وشادمانی کے ساتھ اوس کے کمرے مین جہان سے دریا دکہائی دیتا تہا اور جس مین مخالف ہوا کچہ سرایت رکہتی تہی بیٹہ گئے۔ مغرب کی نماز اشارہ سے ادا کی بیماری کے زمانہ مین جو لباس جسم مبارک پر ہمیشہ آراستہ ہوتا تہا اس مین سے کچہ کم کیا اور مولوی معنوی کی مثنوی باواز بلند پڑہنے لگے اور ساتھ ہی زمزمہ مین آئے جو مخلص کہ خدمتگزاری اور تیمارداری کے ساتھ مخصوص ہے یہ کیفیت دیکہکر حیران تہے حاضرین مین سے بعض لوگ غوامض علوم مین سے بڑی بڑی تحقیقین حاصل کرتے تہے۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ قرآن مجید مین جو غیب پر ایمان لانیکا حکم ہوا ہے تو کیا یہ حکم عام مسلمانون کی نسبت سے ہے یا اہل مشاہدہ یعنے اُن لوگون کے لئے صادر ہوا ہے جو شہود سے ایمان رکہتے ہین۔ فرمایا ایسا نہین ہے بلکہ غیب پر ایمان لانے کا حکم اُن عام لوگون کو ہوا ہے جو خواص مین شامل نہین ہے ہرچہ نزد تو بیش ازان رہ نیست ؛ غایت فہم تست والسلام نیست ؛ جمعہ کی پہلی رات کا تہوڑا حصہ باقی رہا تہا کہ آپکے دل پر ضعف غالب آیا بیہوش ہوگئے اور تہوڑی دیر کے بعد جب ہوش مین آئے تو چہرہ مبارک پر خوشی اور تازگی کے آثار نمایان تہے کمال قرار و آرام کی علامتین نمودار تہین۔ آنکہین مبارک کہلی ہوئی تہین سنہ عنکہ کوئی بات بے طمینانی کی نہ تہی مگر اسوقت سے لیکر انتقال شریف سے کچہ پہلے تک کوئی بات زبان مبارک سے نہین فرمائی۔ اس خاموشی کی اوقات مین جو قریباً بارہ پہر تک ممتد رہی تہی –

ترجمہ اردو

ہر چند ادویہ مخالف طبع شریف میمالیدند اصلاً بچین ابروے متعرض نشدند ہمانا اثبات
حال رضا مرعی میداشتند چہ قبیل این حالت سکوت مخلصے بطریق دلسوزی گفت سبحان اللہ
چندین امراض سابق و لاحق بس نبود کہ سوزش درون ہم بران افزود بزجر منعش کردند فرمودند
حق سبحانہ مالک ملک خود است در ملک خود ہر گونہ تصرفے کہ میخواہد میکند دیگرے را دم زدن نمے
رسد و تا ہنگام رحلت از آرام و قرارے کہ داشتند متغیر نشدند الا از آوردن طبیب ہند کہ آنرا
روحانی راہ یافت و صورت کراہتے ظاہر کردند و چینے برابروے مبارک پیدا آمد و روے از جانب
طبیب گردانیدند۔ خدمت خواجہ حسام الدین احمد عرض کردند کہ برضائے والدہ حضرت ایشان
این گستاخی کردہ شدہ و الا مشرب عالی معلوم است کہ بآوردن طبیب ہند راضی نیستند از استماع
این سخن چین ابروے فراہم آمدہ برضی والدہ راضی شدند قدین وقت یکی از مخلصان بتقریبے نام
اللہ العالمین گفت بسرعت جانب وے دیدند سر مبارک را کہ بیقرار گزاشتہ بودند گردانیدند

ہر چند کہ اُن دواؤن کا استعمال کیا جاتا تہا جو مخالف طبع شریف نہین لیکن آپ مطلق ناراض اور چین بجبین
نہین ہوتے بلکہ رضا بالقضاء کی حالت کو نہایت ثابت قدمی کے ساتھ مرعی رکھتے تھے اور اسکی وجہ تہی کہ اس
حالتِ خاموشی سے پہلے ایک مخلص نے دلسوزی کے طور پر کہا تہا سبحان اللہ کیا اتنے سابق و لاحق امراض بس
نہ کرتے تھے جو یہ باطنی سوزش اُن پر اور زیادہ کی گئی۔ آپنے اُسکو جہڑک دیا اور اس قسم کی بیہودہ باتون سے منع کر کے
فرمایا کہ خدا تعالیٰ اپنے ملک کا مالک ہے اور اپنے ملک مین جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ دوسرے کو دم زدنی کی گنجایش
نہین۔ غرض کہ انتقال کے وقت تک جو آرام و قرار موجود تہا اسمین فرق و تبدل نہین ہوا مگر ایک ہندو طبیب کے
لانے جانیسے آپکو نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی تکلیف پہنچی آپکے چہرے سے کراہت کے آثار نمایان ہوئے اور ابروئے
مبارک پر بہت سے بل پڑگئے۔ طبیب کی طرف سے فوراً مُنہ پہیر لیا اور غصہ کے آثار نمایان ہوئے۔ خواجہ حسام الدین احمد
نے عرض کیا کہ یہ گستاخی جو ہم لوگون سے ظہور مین آئی حضور کی والدہ کی رضامندی کی وجہ سے ظہور مین
آئی۔ ورنہ ہمین آپکا مشرب عالی معلوم ہے کہ ہندو طبیب کے لانے جانیسے آپ ناراض ہین۔ اس بات کے سنتے ہی پیشانی
مبارک کے بل اُتر گئے اور اپنی والدہ کی مرضی پر راضی ہوگئے۔ اسی موقع پر ایک مخلص نے کسی تقریب سے اللہ العالمین کا
لفظ منہ سے نکالا آپنے نہایت سرعت کے ساتھ اُسکی طرف دیکہا اور سر مبارک کو جو نہایت ہی بیقراری کی حالت مین تہا اُدہر

یکی از حاضران گفت و دید کہ باستماع نام محبوب چہ بشوق تحرک فرمودند ازین سخن آب در چشم حقائق بین گردانیدند اما بیرون نہ آمد۔

شنبہ بست و پنجم ماہ جمادی الثانیہ سنہ اثنی عشر والف

سعادت حضور حاصل شد و این انحصار حضرت ایشان بود از مخلصان ہر کہ مے آمد لحظہ بجانب وے میدیدند بتصرف نظر باغماض عین رخصتش میکردند چون جامع مسودہ بنظر مبارک درآمد چنگلی متوجہ شدند و صرف نظر مدتے بجانب دیگر نکردند بخلاف عادت مکرر مکرر بچشم شفقت و مرحمت نگریستند اللّٰھم متعنا من برکاتہ حجۃ الاسلام حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمد میگریستند نظر ہائے کہ متضمن وداع باشد بجانب ایشان نگریستند و نظرات شفقت و مرحمت بر تفقد حال خیر آل ایشان کردند و بر روئے حضرت ایشان تبسمے و تعجبے چنانچہ عادت شریف درین امر بود ظاہر شد یعنے عجب از شما کہ خود را در دائرہ درویشان میگیرید و طفلان وار درین معاملہ گریہ میکنید و بعنایت

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا لوگو! دیکھو کہ محبوب کا نام سُنکر کس درجہ شوق میں آکر جنبش فرمائی ہے اس بات سے آپکی حقائق بین آنکھوں میں پانی بھر آیا اور آنسو ڈبڈبانے لگے۔

روز شنبہ پچیسویں جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ ہجری

حضوری کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وقت حضرت کی سکرات موت کا وقت تھا مخلصوں میں سے جو شخص حاضر ہوتا تھا آپ تھوڑی دیر اُسکی طرف دیکھتے تھے اور پھر نظر پھیر لیتے تھے گویا آنکھہ کے بند کرنیسے اسے رخصت کرنے کی طرف اشارہ فرماتے تھے جب کاتب الحروف نظر مبارک کے سامنے گیا انتہا سے زیادہ متوجہ ہوئے اور ایک عرصہ تک دوسری کی طرف نظر نہیں کی بلکہ بخلاف عادت مکرر سکرر شفقت و مہربانی کی آنکھہ سے دیکھتے رہے اللّٰھم متعنا من برکاتہ خداوندا تو ہمیں آپکی برکتوں سے متمتع کر۔ حجۃ الاسلام حضرت مخدومی خواجہ حسام الدین احمد زار قطار رو رہے تھے آپنے الوداعی نظر سے اُنکی طرف دیکھا اور اُنکے حال خیر مآل پر شفقت و مہربانی کی نظریں ڈالیں اور جیسا کہ عادت شریف تھی کہ ان جیسے موقعوں پر تعجب ظاہر فرماتے تھے خواجہ حسام الدین کی یہ کیفیت دیکھکر کبھی تعجب کرتے تھے کبھی تبسم فرماتے تھے گویا زبان حال سے اشارہ کرتے تھے کہ تم جیسے شخص سے تعجب ہے کہ اپنے آپ کو درویشوں کے دائرہ میں شمار کرتے ہو اور اسوقت بچوں کی طرح روتے ہو۔ اس کے بعد آپ نے پہلے درجہ کی عنایت

ومرحمت تمام انگشتان دست مبارک در انگشتان ایشان درہم زدہ تخیلے وقت منعقد داشتہ وقت
ایشان بطرف خود کشیدند ودر وقت بیماری اخیر ہیچ کدام از اصحاب کرام وراے ایشان بحضور عالی نبود
اگرچہ خدمت میان شیخ الہداد نزدیک بودند لیکن از ضعف وبیماری کہ شیخ مذکور را از مشاہدہ ضعف
حضرت ایشان طاری شدہ بود درین مدت نتوانستند بمجلس عالی حاضر شد شب وروز در ملازمت
حضرت ایشان خصوصاً در ایام بیماری غیر از ایشان کسے نبود. القصہ چون جا تنگ بود ویاران نوبت
می در آمدند باشارت لعزہ کہ آنجا حاضر بودند بیرون آمدم حق سبحانہ بطفیل آن نظرات وبحرمت صفائی
آن اوقات این آوارۂ وادی ناکامی وبازیچہ طبیعت ناکامی را از سوء خاتمہ نگاہدارد ودرین زلات وجرائم
را کہ از ہمنشینی این اژدہاہاے خانہ پرور وغول خود فریب کہ نفس وشیطان است سر برمیزند سد راہ وصول
گرداناد وبمنہ وجودہ ۔ تمامی قصہ آنکہ از روز شنبہ باقی ماندہ بود کہ بذکر اسم ذات بطریق جہر مشغول شدند
بعد از دو سہ ساعت بعین شیمہ کریمہ بجوار رحمت حق پیوستند وبعالم قدس تمکن فرمودند مثنوی

ومہربانی ظاہر کرنے کے لیئے اپنے ہاتھ مبارک کی انگلیان آنکی انگلیون مین ڈالکر تھوڑی دیر تک انگلیان کُھلی
رکھین پھر اُنکے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس اخیر بیماری کے وقت بجز خواجہ حسام الدین احمد کے اور کوئی
اصحاب کرام مین سے حضور عالی مین موجود نہ تھا۔ اگرچہ میان شیخ الہداد ہمیشہ پاس رہتے تھے لیکن حضور کے شدت
مرض او شدت کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکے اور اُنپر ایسا ضعف اور بیماری طاری ہوگئی تھی کہ اس موقع پر مجلس
عالی مین حاضر ہونیکی طاقت نہین رکھتے تھے۔ الغرض رات دن آپکی ملازمت مین خاصکر ایام بیماری مین بجز
خواجہ حسام الدین احمد کے اور کوئی آپکے پاس نہ تھا مختصر یہ کہ چونکہ حضور پر سکرات موت طاری تھی اور مکان تنگ تھا یار لوگ یکے
بعد دیگرے آمد ورفت رکھتے تھے کمترین اُن عزیزون سے رخصت لیکر جو وہان حاضر تھے باہر آیا۔ خدا تعالی ان نظارت
کے طفیل اور ان اوقات کی صفائی کی حرمت سے اس وادی ناکامی کے آوارہ کو سوء خاتمہ سے محفوظ رکھے اور ان
لغزشون اور جرمون کو جو اس خانہ پرور اژدہا کی ہمنشینی اور خود فریب غول کی قربت سے کہ نفس اور شیطان ہین
وقتاً فوقتاً اور آناً فآناً سرزد ہوتے ہین راہ وصول سے بند کرنے اور پہیر ڈالنے کرے بمنہ وجودہ پوری بات
یہ ہے کہ شنبہ کا کچھ دن باقی تہا کہ حضرت خواجہ اسم ذات کے ذکر مین بطریق جہر مشغول ہوئے۔ دو تین گھڑی بعد بحالت
ذکر جوار رحمت حق مین جاملے اور عالم قدس مین تمکن فرما ہوئے مثنوی

درین صندل سرائے آبنوسی — گہے ماتم بود گاہے عروسی

جو بہر شادی و تم جاے روبند — بجاے سر بجاے پاے کوبند

رباعی

کہ گفت کہ آن مایۂ امید بمرد — کہ گفت کہ آن دولت جاوید بمرد

آن دشمن خورشید برآمد بربام — پوشید دو چشم و گفت خورشید بمرد

اکنون اندکے از اطوار حضرت ایشان نسبت بعموم خلائق و تربیت بسترشدان در دو فصل بوجہ اختصار تمام کنم *

فصل اول در بیان بعضے از اطوار حضرت ایشان

طریقۂ حضرت ایشان بخلق اللہ این بود کہ ہرگاہ شخصے بملازمت گرامی مے آمد خود را بطور او میگذاشتند

ترجمہ

درین صندل سرائے آبنوسی — گہے ماتم بود گاہے عروسی

چو بہر شادی و غم جائے روبند — بجاے سر بجاے پاے کوبند

رباعی

کہ گفت کہ آن مایۂ امید بمرد — کہ گفت کہ آن دولت جاوید بمرد

آن دشمن خورشید برآمد بربام — پوشید دو چشم و گفت خورشید بمرد

اب حضرت خواجہ کے کچھ تھوڑے سے وہ اخلاق و عادات لکھے جاتے ہین جو عامۂ خلائق اور طالبون کی تربیت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اگرچہ آپکے اخلاق و عادات بہت کچھ ہین مگر مین بوجہ اختصار دو فصلون مین تمام کرتا ہون *

پہلی فصل خواجہ کے بعض عادات و اخلاق کے بیان مین

آپ کا خلق اللہ کے ساتھ برتاؤ یہ تھا کہ جب کوئی شخص ملازمت عالی مین حاضر ہوتا تو آپ اپنے تئین اُسکے طریقے پر چھوڑ دیتے۔ یعنی خود اُس کی عادت و روِیہ کے تبع ہو جاتے

وباندازۂ عزت او بذل جاہ میفرمودند و تعظیم علماء و سادات بسیار میکردند و اکثر ساکت
می بودند مگر برائے استمالت زائر برابر سخن وے ہمانقدر کہ معرض جواب کافی میبود تکلم میفرمودند
مگر وقتیکہ سخن در تصوف و وحدت وجود و محل اختلاف می افتاد خیلے منقح میکردند چہ آن محال
مغالطۂ افہام است تا کسے کج نفہمد و مخالف مذہب صحیح فرا نگیرد و اگر از اہل عرف و تکلف میبود دو سہ
کلمہ عرفی بتکلف بلفظ مے آوردند و بخوشے تازہ تازہ روئے میکردند کہ ہیچگونہ تکلفے یا کراہتے مفہوم
نمیشد و در آنحضرت ہرگز سخن دنیا یا ارباب دنیا یا اخبار عالم مذکور نمیشد مگر کہ حاجتمندی ہنگام عرض حاجت
خود چیزے ازین مقولہ میگفت یا امرے از امور دین بآن متعلق میبود و حتی الامکان در انجاح مہمات
مسلمانان خود را معاف نمیداشتند و بفعل و قول حاجات حاجتمندان را روا میکردند و از حضرت ایشان
ہرگز سخنے کہ دلالت بر وجود قدرت کند ازین جماعہ کسی نشنیدہ مگر وقتے یکی از مخلصان کہ بظاہر در
مشغولیہا مبالغہ نداشت و جمعے از اصحاب طعن برو میکردند بشگفتگی و حسرت از کم توفیقی خود

اور اُس کی عزت کے اندازہ پر بذل جاہ فرماتے تھے ۔ علماء اور سادات کی بہت تعظیم و توقیر کرتے اور بسا
اوقات ساکت و خاموش رہتے تھے مگر ہان مہمان کا دل گرویدہ کرنیکے لیئے برابر گفتگو کیئے جاتے تھے یہان تک
کہ اُسے جواب شافی ملتا اور آگے کو بات کرنیکی گنجایش نہ رہتی ۔ ہان جبوقت تصوف مین یا مسئلۂ وحدت وجود مین یا
کسی اور اختلافی مسئلہ مین گفتگو چھڑ جاتی تو آپ باین خیال انتہا درجہ کی تنقیح فرماتے تھے کہ نہ فہمون کیلئے مغالطہ مین پڑنیکا
محل ہو مبادا کوئی شخص کج فہمی کرکے مذہب صحیح سے مخالفت نہ اختیار کر جائے ۔ اور اگر کوئی شخص اہل عرف یا اہل تکلف مین
سے ہوتا تو دو تین عرفی باتین بتکلف زبان پر جاری فرماتے اور ایسی خندہ پیشانی اور تازہ روئی کے ساتھ گفتگو
کرتے کہ کسیطرح کا تکلف یا کراہت سمجھی نہین جاتی ۔ آپکی مجلس مین دنیا یا اہل دنیا کی حکایتین یا جہان کی نیک و بد
خبرین کبھی مذکور نہین ہوتی تھین مگر ہان جب کوئی حاجتمند اپنی حاجت عرض کرتے وقت امور بالا مین سے کچھ بیان کرتا
یا امور دینی مین سے کوئی امر اُسکے متعلق ہوتا تو اس صورت مین دنیا یا اہل دنیا کا ذکر ہو جاتا ۔ آپ حتی الامکان مسلمانون
کی حاجتین پوری کرنے مین جان و مال سے دریغ نہین کرتے تھے اور حاجتمندونکی حاجتون کو قولاً و فعلاً غرض ہر طرح سے
روا کرتے تھے ۔ باتنی بڑی جماعت مین سے کبھی کسی نے آپ سے ایسی بات نہین سُنی جو وجود قدرت یا اظہار قدرت پر دلالت کرتی ہو
مگر ایک موقع کا ذکر ہو کہ آپکے مخلصون مین سے ایک مخلص جو بظاہر مشغولی مین زیادہ مبالغہ نہ کرتا تھا اور اس کم مشغولی کی وجہ سے

وطعن یاران بعرض رسانید فرمودند ہر طور بخواہی باش و آنکہ کدورت ہستی طاعنان و نورانیت مرحوم آن مخلص فرمودند بخاطر میرسد کہ متوجہ شدہ بکمترین ساعتے این شخص را بمرتبہ بلند رسانیدہ شود اما ضعف فرصت نمیدہد و ہرگز این چنین سخن از ابتدا تا انتہا کسے از حضرت ایشان کہ تمام غرق دریائے فنا و نیستی بودند نشنیدہ در وقتے بیکے از اخص خواص بنا بر حکمتے میفرمودند ہرگاہ کہ تعین خود را تصور میکنم در بحر فنا مییابم و در خلا و ملا در دوام آگاہی و حضور و شہود حق میبودند و اگر مکروہے شرعی از کسے میدیدند بشدت امر معروف نمیکردند و احیاناً چون ضرور میشد بکنایت یا بتمثیل بنوعے میفرمودند کہ دلنشین شنوندہ میشد و سبب بر نا کردن امر معروف آن بود کہ خود را از سائر ناس میدانستند و میفرمودند کہ امر معروف بر علماء و اہل احتساب است روزے یکے از ازواج مطہرہ نسبت بحضرت ایشان بے ادبی کردہ بود بارباب علم فرمودند کہ مسئلہ تحقیق کنید اگر در ایمان بہتک حرمت ما فتورے رفتہ باشد تجدید نکاح کنم شخصے عرض کرد اگر بعلماء کسے این چنین بے ادبی کند

اور یاروں کی طعنہ زنی کی شکایت پیش کی۔ آپنے برہمی کے لہجے میں فرمایا کہ تو جس طرح رہنا چاہتا ہے رہ زبان ابعد آپنے طعنہ زنوں کی کدورت ہستی اور اس غریب مخلص کی نورانیت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا و لیکن آتا ہے کہ اس شخص پر توجہ ڈالوں اور ایک ادنیٰ ساعت میں اُس بلند مرتبہ پر پہنچا دوں جسکی کوئی انتہا نہ پا سکے۔ لیکن کیا کروں ضعف اتنی فرصت ہی نہیں دیتا۔ اِسکے علاوہ کبھی ہی حضور کہ ہمیشہ دریائے فنا اور نیستی میں غرق رہتے تھے ابتدا سے لیکر انتہا تک کوئی ایسی بات نہیں سنی کبھی کبھی آپ اپنے کسی خاص مرید سے بطریق حکمت فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت میں اپنے تشخص اور تعین کا تصور کرتا ہوں تو اپنے دریا میں غرق پاتا ہوں۔ آپ خلا ملا ظاہر باطن میں ہمیشہ آگاہی اور حضور اور شہود حق میں رہتے تھے۔ اگر شرعی مکروہ یا کوئی ناپسندیدہ بات کسی سے ملاحظہ فرماتے تو سختی کے ساتھ امر معروف نہ کرتے۔ اور جب کبھی ضرورت پڑتی تو کنایہ یا تمثیل کے پیرایہ میں ایسے طرز سے نصیحت فرماتے کہ سننے والے کے دل میں آپ کی نصیحت بیٹھ جاتی۔ آپکے امر معروف نہ کرنیکا سبب یہ تھا کہ آپ اپنے تئیں اوروں جیسا ایک آدمی جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ امر معروف والموں اور محتسبوں کا کام ہے۔ ایکدن کا ذکر ہے ایک بیوی صاحبہ سے آپکی نسبت کوئی بے ادبی اور گستاخی سرزد ہو گئی تھی۔ آپنے اہل علم کیطرف رُخ کرکے فرمایا کہ اس مسئلے کی تحقیق کرنی چاہیے اگر ہتک حرمت اور قدر میں کی وجہ سے ایمان میں کوئی خلل یا فتور پڑ گیا ہو تو ہم دوبارہ نکاح کر لیں۔ ایک شخص نے عرض کیا

حکمش چنین است فرمودند ما داخل علما نیستیم در کتاب ببینید که اگر مومنے ہتک حرمت مومنے کند چہ لازم میشود و حکم آن چیست و سر مو از جادۂ مستقیم و طریق قوم شریعت تجاوز نمیکردند و عمل بروایات مفتی بہ مینمودند و از امورے کہ مظان شبہتے دران گنجایش میداشت بقول و فعل اجتناب میکردند و آنقدر نظرہاے دقیق درین باب داشتند کہ عقل حیران میشد مثلاً اگر کارے میکردند دران کار رعایت حقوق شرعیہ کما ینبغی مینمودند گاہے اطلاع بر اسرار آن عمل نمیشد بعد ازانکہ کشف حقیقت آن اتفاق سے افتاد ظاہر میشد کہ نہایت مرتبہ رعایت تا ہمین قدر ہست و این چنین میبایست مثلاً روزے نشستہ بودند وقت نماز در رسید مصلا طلبید اشتند شخصے از حاضران کہ رنبد خود را پیش آورد فرمودند کہ بر جامۂ شما نماز گزاردن از ادب دور ہست بر زمین ادا کردند و جامۂ اورا نہ انداختند عاقبت ظاہر شد کہ این شخص بعد از وضو لشف رطوبتے از اعضائے مغتسلہ خود با آن جامہ نموده بود و اگر کسے در ملازمت حضرت ایشان تخفیف مسلمانے میکرد چہ جائے غیبت بمجرد آنکہ

اُسکا حکم قیاس ایسا ہے فرمایا ہم علما مین داخل نہین ہین کتاب مین یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر ایک مومن دوسرے مومن کی ہتک حرمت کرے تو کیا لازم آتا ہے اور اُسکا حکم کیا ہے۔ آپ طریق مستقیم اور راہ شریعت سے سر مو تجاوز نہین کرتے تھے اور مفتی بہ روایتون پر عمل کرتے تھے جن امور مین شبہ کی گنجایش ہوتی تھی اُنسے قولاً و فعلاً پرہیز کرتے تھے۔ اور اس بارہ مین اسقدر تحقیق اور تدقیق کو کام مین لاتے تھے کہ عقل حیران رہجاتی تھی مثلاً اگر آپ کوئی کام کرتے تھے تو اُس مین حقوق شرعیہ کی رعایت کا حقہ بجالاتے تھے۔ کبھی اُس کام کے اسرار پر اطلاع نہین ہوتی تھی مگر اسکے بعد جب اُس عمل کے کشف حقیقت کا اتفاق پڑتا تو ظاہر ہوتا کہ مرتبہ رعایت کی انتہا یہانتک ہی اور یہ ایسا ہونا چاہیئے تہا۔ مثلاً ایک روز بیٹھے ہوئے تھے نماز کا وقت آیا مصلا مانگا۔ حاضرین مین سے ایک شخص نے اپنا پٹکا پیش کیا۔ فرمایا تمہارے کپڑے پر نماز ادا کرنی دور از ادب ہے۔ چنانچہ زمین پر نماز ادا کی اور اُس کا کپڑا نہ بچھایا۔ انجام کار ظاہر ہوا کہ یہ شخص وضو کے بعد اپنے دہوئے ہوئے اعضا کی رطوبت اسی کپڑے سے خشک کیا کرتا تہا۔ اگر آپ کے سامنے کوئی شخص کسی مسلمان کی تخفیف بہی کرتا چہ جائے کہ غیبت تو آپ بمجرد اس کے کہ۔

این معنی ازو سے ہمی فہمیدند تعریف و توصیف آن مسلمان بسیار میکردند چنانچہ آنکس نیز از ارادہ
تخفیف برآمدہ در توصیف مقوی حضرت ایشان میشد از شخصے انواع افعال قبیحہ صادر شدہ بود
چنانچہ پدر و مادرش محضرے بوجوب قتل وے نوشتہ بودند لیکن قاضی حکم بقتل نکردہ بود عزیزے قبائح
ویرا بتعجب و تعیب بحضور حضرت ایشان نقل کرد انواع شفقت و مرحمت بے ہیچ تعیبے دربارہ او فرمودند
ناقل را از مشاہدہ اینحال وجدے در گرفت کہ سبحان اللہ حضرت ایشان مخلوق و مقید اند ہرگاہ از حضرت
ایشان اینہمہ شفقت و مرحمت ظہور میکند حق سبحانہ کہ ارحم الراحمین است وسعت رحمت او تا بچہ حد خواہد
بود و از غلبہ این نظر خندہ کرد و عرض نمود کہ ازینجا معلوم شد کہ گناہے پیدا نخواہد شد کہ کسی مستحق دوزخ
شود با آن عزیز خطاب کردہ فرمودند شما مردم عزیزید تمارا بیائح وے در تعجب می آرد و ما کہ اورا در تقابل
نفس خود پنداریم جائے تعجب نیست شخصے نقل کرد کہ صوفیان حضرت ایشان کار کم میکنند و شفقت
در مشغولی ندارند فرمودند بیچارہا چہ کنند ما ہم ہیچ مشقتے درین امر نکردہ ایم چنانچہ ما مفت یافتہ ایم

اُسکی بات سے یہ مفہوم سمجھیں اُس مسلمان کی تعریف و توصیف بیان کرنے لگتے۔ یہانتک کہ وہ شخص خود ہی ارادہ
تخفیف سے پہلو تہی کرکے اُسکی تعریف و توصیف مین آپکا معین و مددگار ہوجاتا تھا۔ ایک شخص سے طرح طرح
ناشائستہ افعال سرزد ہوتے تھے لوگون نے اُسکے وجوب قتل پر ایک محضر تیار کیا۔ اور سب نے اپنی اپنی گواہیاں ثبت
کین۔ یہان تک کہ اُسکے ماں باپ نے بھی۔ لیکن قاضی وقت نے ہنوز اُسکے قتل کا حکم نہین لگایا تھا ایک عزیز
نے اُسکے ان برے افعال کو نہایت تعجب اور اظہار عیب کے پیرائے مین حضور کے سامنے نقل کیا آپنے اُسکے بارہ
مین بے کسی تعجب کے طرح طرح کی شفقت اور مہربانیون کا اظہار فرمایا۔ ناقل کو اس حال کے مشاہدے ایک عجیب طرح
کے وجد نے بے حال کردیا۔ اُسنے باواز بلند کہا سبحان اللہ خواجہ خدا کی مخلوق اور مقید ہین جب آپسے اس درجہ
شفقت و مہربانی ظہور کرتی ہے تو حق تعالی کی وسعت رحمت جو تمام رحم کرنیوالون سے بڑھکر رحم کرنے والا ہے کس درجہ
ظہور کریگی۔ یہ کہکر اُسنے خواجہ کے غلبہ نظر سے خندہ کیا اور عرض کیا کہ یہان معلوم ہوا کہ کوئی ایسا پیدا ہی نہین
کیا گیا جس کی نسبت کوئی شخص مستحق دوزخ ہو۔ خواجہ نے اُس عزیز کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ تم پاک اور عزت دار
آدمی ہو اس وجہ سے تمہین اُسکے افعال ناشائستہ دیکھکر بیشک تعجب آیا ہوگا۔ اور چونکہ ہم اعمال کو دیکھتے ہیں کہ جب ہم اُسکو
اپنے نفس کے مقابلہ مین دیکھتے ہین تو کچھ تعجب نہین آتا۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت کے معتقدین کام بہت

اینها هم هیچ نه اهند صفت یابند اگر از مریدے قبیحه مشاهده میکردند یا می شنیدند تهمت بر خود
می بستند و میفرمودند که اثر بد صفتهائے ماست هرگاه در ما بد بها باشد این فقیران چه کنند هر چه
در ماست در ایشان پرتوے اندازد وقتے میان شیخ تاج که از خلفائے حضرت ایشان اند و در
سنبهل توطن دارند در باب یکے از سنبهلیان که خالی از جذبه جنونی نبود شکایت گونه نوشته اند
که اهل سنبهل از مشاهده احوال و اوضاع وے زبان طعن دراز میکنند حضرت ایشان در جواب نوشتند
میان شیخ تاج چنین نوشته که دماغ خشکی شما را که در باب شیخ ابابکر نموده بود خواندیم این نوع چیز با مناسب
مقام شفقت و کارشناسی نیست اولیا از کبائر محفوظ نیستند نامراد بیچاره که روزے چند سلوک
طریق تصفیه کرده باشد از کجا محفوظ و معصوم شد تا خلاف چشمداشت ازو ظاهر نشود خصوصاً که در اصل
دیوانه و منحرف العقل باشد استقامت صفات ازو نباید چشمداشت اگرچه بولایت برسد خدا داند
که در آنوقت چه نامعقول معقولش شده باشد و صورت صواب را از نظرش پوشیده باشد کارخانه

یہ لوگ بھی صفت حاصل کر لینگے۔ آپ کسی مرید سے کوئی ناشایستہ فعل دیکھ پاتے یا سن لیتے تو اسکا الزام مریدین پر نہین
بلکہ اپنی ذات پر لگاتے اور فرماتے کہ یہ ہماری ہی بدکرداریون کا اثر ہے جب ہم مین ہی بری صفتین موجود ہین تو یہ غریب
فقیر اچھی صفتین کہان سے پیدا کر سکتے ہین۔ جو بات ہم مین ہو اُسیکا پرتو ان پر پڑتا ہو۔ ایک دفعہ میان شیخ تاج نے جو آپکے
ممتاز خلیفہ تھے اور سنبھل مین توطن رکھتے تھے ایک سنبھلی کی جو جذبہ اور جنون سے خالی نہ تھا ایک طرح کی شکایت لکھی
کہ سنبھل کے باشندے اسکے احوال اور اطوار دیکھنے سے زبانِ طعن دراز کرتے ہین۔ آپنے میان شیخ تاج کے عریضہ کے
جواب مین لکھا کہ تم نے جو شیخ ابوبکر کے بارے مین اپنی دماغ خشکی اور خیال مجنونانہ ظاہر کیا اُسے ہمنے پڑھا۔ اسطرح کی باتین
مقام شفقت اور کارشناسی کے مناسب نہین ہین اولیاء اللہ کبیرہ گناہون سے محفوظ و معصوم نہین ہین اور جب ایسے
یہ بیچارہ نامراد جسنے چند روز سلوک طریق مین بسر کر کے کچھ تصفیہ حاصل کر لیا ہو وہ کیونکہ محفوظ و معصوم رہ سکتا ہو
تاکہ خلاف امید کوئی بات اُس سے ظاہر ہی نہو خاصکر وہ شخص جو اصل مین دیوانہ اور منحرف العقل ہو ایسے شخص سے استقامت
صفات کی امید ہرگز نہ رکھنی چاہیئے گو مرتبہ ولایت تک ہی کیون نہ پہنچ جاسکے۔ واللہ اعلم اسوقت اُسے
کیا بات پیش آتی ہے کہ نامعقول اور غیر معقول بات اُسکے تصور مین معقول و مفہوم ہوجاتی۔ اور صواب
کی صورت اُسکی نظرون سے پوشیدہ ہوجاتی ہے دیوانون کا کارخانہ

دیوانہا ویلیاست نمی بینید کہ تکالیف شرعیہ مربوط بالعقل است بالجملہ ہمہ را در مرتبہ اش معذور می باید داشت
و نظر بر فاعل حقیقی سے باید گماشت بل معیّت وجود را باید دید و ادب شناخت این است نفوس مختلف اند
بعضے امارہ۔ بعضے مطمئنہ۔ و بعضے درمیان کہ لوّامہ میگویند آن ہمہ اگر از ذوی العقول باشند مطمئنہ
نفوس اولیاست ارباب نفوس امارہ را نیز معذور می باید داشت بل بنظر لطف دید در ہر کارے
سط بلعہ باستے جمیل لکار باید برد و طعن از اہل سنبل را نیز انکار نباید کرد بل بنظر رحم در ایشان
باید دید کہ از استقامہ عقل سر آمدہ اند و شیوہ نفوس را فراموش کردہ۔ از عاجزے یک گناہ بکنند حکم
بہ بطلان او چرا کنند و مجموع امور را بر تلبیس چرا حکم فرمایند۔ الحمد للہ والمنۃ کہ ملامت نصیب اولیاست ما خود
در ظہور این امور طریقے دیگر داریم۔ ہرگاہ ملامتے میرسد در خود مے نگریم و یک بدصفتے در خود مے یابیم و
این اشارات را موعظت غیبی میدانیم چنانکہ درین مادہ نیز در خود نفاقہا و تلبیسات یافتیم و التجا
بحضرت کریم آوردیم کہ انشاء اللہ تعالی مرتفع شود یارے بگوئید کہ از ملامت سنبولیان چہ ضرر لاحق خواہد شد

ایک اور ہی کارخانہ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تکالیف شرعیہ عقل کے ساتھ وابستہ ہیں۔ دیوانے لوگ مکلف بشرع
نہیں ہیں۔ الغرض ہر ایک شخص کو اُسکے مرتبہ میں معذور رکھنا اور فاعل حقیقی پر نظر کرنا چاہیئے بلکہ معیّت
وجود کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا مناسب ہے ادب شناسی یہ ہے اور ایسے پر آدمی کو عمل کرنا چاہیئے۔ آدمیوں کے نفوس
مختلف ہیں بعض امارہ۔ بعضے مطمئنہ۔ بعضے لوامہ مطمئنہ نفوس اولیاء اللہ کے نفوس ہیں اور نفوس امارہ
اور لوامہ دنیاداروں کے جو لوگ نفوس امارہ رکھتے ہیں اونکو بھی معذور رکھنا چاہیئے بلکہ لطف و عنایت کی
نظر سے دیکھنا اور انکے ہر ایک کام میں قیاس نیک کرنا چاہیئے۔ اور سنبلیوں کے طعن کا بھی انکار نکرنا چاہیئے بلکہ مہربانی
کی نظر سے انہیں دیکھنا مناسب ہے کیونکہ وہ استقامۃ عقل سے خارج ہیں اور انہوں نے شیوۂ نفوس کو فراموش کردیا ہے اگر کوئی
عاجز ایک گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اُسکے تمام کاموں کے بطلان کا کیوں حکم کیا جائے اور سب امور کو تلبیس پر کیوں محمول
کیا جائے۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ ملامت و طعن اولیاء اللہ کا حصہ ہے ہم خود ان باتوں کے ظاہر ہونے میں دوسرا طریقہ رکھتے
ہیں جب کوئی ملامت کرتا ہے تو ہم اپنے آپ کو دیکھتے اور کوئی نہ کوئی بُرائی اپنے میں پاتے ہیں پھر ہم اس سے ناراض نہیں
ہوتے بلکہ اُسے موعظۂ غیبی جانتے ہیں چنانچہ اس خاص موقع میں بھی ہم نے اپنے میں نفاق و تلبیس پاکر خدائے کریم کی
بارگاہ میں التجا کی امید ہے کہ خدا اُسے ہم سے دور کردے۔ بھلا یہ تو کہو کہ سنبلیوں کی ملامت اور طعن آمیز باتوں سے ہمیں

عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائی توجہ وطرف خواہد شد یا رد درگاہ خداوندی خواہد شد چہ خواہد شد ؎
معشوق تر و برسر عالم خاک ۞ انتہی کلامہ قدس سرہ۔

روزی عزیزے او مخلصان شکایت حال خود را در ملازمت حضرت ایشان برد کہ مرا حالی پیش آمدہ ہر چند
میدانم کہ دیگران بہ ازین احوال دارند ولیکن نفس من بدان مغرور شدہ است با وجود آنکہ استغفار میکنیم
آن عجب و غرور از من نمیرود و یکے از صوفیان در ملازمت عالی نشستہ بود فرمودند این مرد نیز بطور
شما گرفتار ہمین حال است از وی علاج جوئید پس آن عزیز عرض کرد کہ ہر دو بیمار علاجے کہ ایشان ہمین
خواہند کرد چہ خواہد بود فرمودند شما مردم عزیزید حاصل ہا دارید لاجرم چیزہا در خود مے بینید
یا کہ ہیچ نداریم ہیچ ہمے بینیم بچہ چیزہا مارا عجب شود آن عزیز گوید کہ از استماع این سخن نزدیک
بود کہ تار و پود ہستی من بگسلد تا بعجب و خود بینی چہ رسد دیگر ہرگز گرفتار بازان گونہ عجب نشدم۔

؎ ساقیان لہجہ او چون شراب اندر دہند ۞ ہوش گوید گوش را ہان ساغری کن ساغری ۞

کیا ہماری عبادت قبول نہوگی یا توجہ کی صفائی برطرف ہو جائیگی یا بارگاہ خداوندی مین ہمارے کام مردود ٹھیرین گے یا کیا
ہوگا ؎ معشوق ترا او برسر عالم خاک ۞ یہان تک حضور خواجہ کا کلام پورا ہوگیا۔

ایکدن کا ذکر ہے کہ خواجہ کے مخلصون مین سے ایک عزیز نے اپنے حال کی شکایت آپ سے بیان کی کہ مجھے ایک عجیب
وغریب حال پیش آیا ہے ہر چند کہ مجھے یقین ہے کہ اورون کو اس سے بہتر و برتر احوال پیش آتے ہین لیکن
میرا نفس اس سے یہان تک مغرور ہوا ہے کہ با وجودیکہ بار بار استغفار کرتا ہون لیکن عجب و غرور مجھسے
دور نہیں ہوتا۔ اس موقع پر ایک اور صوفی بھی ملازمت عالی مین حاضر تھا خواجہ نے اُسکی طرف اشارہ
کرکے فرمایا کہ یہ شخص بھی تمہاری طرح ایسے ہی حال مین گرفتار ہے اس سے اپنا علاج دریافت کرو
اُس عزیز نے عرض کیا کہ جب ہم دونون بیمار ہین اور ایک ہی طرح کے مرض مین گرفتار رہین تو مجھے اس کا
علاج کس طرح سود مند ہو سکتا ہے۔ خواجہ نے فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ تم دونون عزت و بزرگی رکھتے ہیو
اور ساتھ ہی کمال بھی پس وجہ ہے کہ اسطرح کی باتین اپنے مین دیکھتے ہو چونکہ ہم کسی طرح کا کمال
نہین رکھتے اپنے مین کچھ دیکھتے ہی نہین پھر ہمین کس چیز پر عجب و غرور حاصل ہونے لگا۔ وہ عزیز کہتا ہے کہ
جونہی یہ بات خواجہ کی زبان مبارک سے نکلکر میرے کان مین پہنچی عجب و خود بینی تو الگ رہی قریب تھا کہ میری ہستی کا تانا بانا ٹوٹجائے

روزے یکی از متفقهان بیخبر که خود بشرع و عادات مقید نبود بر حضرت ایشان زبان اعتراض دراز کرد بعضے وضعہاے ناصواب و بیجا بر اوضاع و لباس مرضیہ میکرد و حضرت ایشان تحسینش میکردند میفرمودند که مثل شما در عالم کم کسے یافته میشود میباید کسے شما را همیشه باخود میداشته باشد چه خوب کسے بود که ما درین مدت مدید با مثل شماے ملاقات نشد و هر چند تواضع میکردند او در اعتراضات قوی تر میشد اصلاً بوے اظهار گرانی نه کردند و بجز خلقی کار نفرمودند با وجودے که ریش تراشی بود و مردے نبود که در هیچ فرقه اعتبارے داشته باشد عزیزے از دانشوران عهد بوے گفت که از خدا بیخبر تو چه دانی که علم شرائع چیست برو و بکتاب رجوع کن یعنی هرگز از اولیا خلاف کتاب نیاید خصوصاً از مثل حضرت ایشان که از ارباب صحو اند نه اصحاب سکر. فرمودند درین جهت زنان وجود اینچنین مردم غنیمت است همدرین محل طعامے در میان آمد اورا باخود شریک کردند و انواع شفقت و مهربانی فرمودند چون تمام خالی شدند اعتراضات اورا از روے کتابها معنی بیجواب شوند بعد از ان تا الحال عمر و آن متفقه پیدا نشد گویند از شهر برآمد روش حضرت ایشان شما در ایام

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک بیخبر فقیہ جو خود شرعی باتون کا پابند نہ تہا حضور خواجہ پر لگا اعتراض کرنے اور آپکے پسندیدہ لباس اطوار پر نامعقول و بیجا طعن کرنے، اُدہر سے اعتراضات بیجا کی بوچہاڑ تہی، اور حضور خواجہ تہے کہ اُسکی تحسین و تصویب فرما رہے تہے اور ارشاد فرماتے تہے کہ آپ جیسا عالم دنیا مین بہت کم پایا جا سکتا ہے، وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جو تم جیسے شخص کو ہمیشہ اپنے ساتھہ رکہتا ہے اتنی مدت مین ہمکو تو تم جیسے عالم سے ملاقات ہوئی نہین الغرض آپ جسقدر عجز و تواضع ظاہر کرتے تہے اُسیقدر وہ اعتراضات مین چیرہ دستی کرتا تہا مگر اُسے خواجہ کے تحمل و برداشت کا ایک اعلے درجہ کا نمونہ سمجہنا چاہیئے کہ آپنے غافل اور بیخبر فقیہ کی ان منہ زوریون کے مقابل مین ذرا گرانی ظاہر نہین فرمائی اور کسیطرح کی بجز خلق کا برتاؤ نہین کیا. باوجودیکہ اُسکی داڑہی منڈہی ہوئی تہی اور کسی فرقہ کے نزدیک اُسکی عزت و اعتبار نہ تہا اُس زمانہ کے دانشورون مین سے ایک عزیز نے اُسکی طرف رو سخن کرکے کہا کہ او غافل او خدا سے بیخبر تو کیا جانے کہ علم شرائع کیا ہے جا اور کتاب اللہ کیطرف رجوع کر کیونکہ اولیاء اللہ سے کتاب اللہ کے برخلاف کوئی بات صادر نہین ہوتی خصوصاً حضرت خواجہ جیسے شخص سے جو اصحاب سکر سے نہین بلکہ ارباب صحو مین سے ہین. آپنے فرمایا کہ اس زمانہ مین ایسے شخص کا وجود نہایت غنیمت ہے. اسی اثنا مین دسترخوان بچہایا گیا اور کہانا حاضر کیا گیا آپنے اُسے اپنے ساتھہ کہانے مین شریک کیا اور طرح طرح کی شفقت اور مہربانی ظاہر فرمائی. سبکا سب جب فارغ ہوئے تو اُسکے اعتراضون کے معنی پر کتابون سے

که خادمان او را صحت می نامیدند این بود که بعد از نماز خفتن که از مسجد تشریف می بردند قدرے مراقب
می نشستند چون ضعف اعضا بیشتر میشد پاے دراز میکردند همین که چشم بخواب گرم میشد و خادمان
در خواب میشدند بر میخاستند و بمتوضا میرفتند و تجدید وضو میساختند و شکر وضو میگزاردند
و می نشستند باز چون اعضا ضعف کرده دراز میشدند همچنین پنج مرتبه گاهے شش مرتبه بیدار
میشدند و تجدید وضو کرده بخواب میرفتند و احتیاط بلیغ میکردند که از خادمان کسے بیدار نشود و
شبها باوجود آنکه دو خانه داشتند بیرون میبودند و اگر میل غسلے پیدا میشد در خانه که نوبت آن میبود
می در آمدند و همانجا غسل کرده بیرون تشریف می آوردند و خواب میکردند و اهلخانهاے حضرت
ایشان حقوق خود را تمام و تمام بحضرت نیز بخشیده بودند باوجود آنقدر رعایت قسم میکردند که سر موے
فرو گذاشت نمیشد چنانچه در ایام غلبه ضعف و بیماری نیز از خانه که بخانه دیگر انتقال قریب مسافت داشت بخانه
دیگر آمدند که مسافت هر دو خانه از انجا برابر است و آن خانه وسط حقیقی است و در جائیکه شب میبودند

اور اس زمانے کو آپکے خدام زمانۂ صحت کہتے تھے اُن راتون مین آپکا طریق وروِیہ یہ تہا کہ نماز عشا کے بعد
مسجد سے باہر تشریف لیجاتے. تہوڑی دیر مراقب بیٹھتے اور جب اعضا پر ضعف غالب ہوتا تو لیٹ جاتے
ابہی آنکھ لگنے ہی کی نوبت پہنچتی اور تمام خادم سوتے ہوتے کہ آپ اُٹھ کھڑے ہوتے اور سقایہ کے پاس جاکر تجدید
وضو کرتے اسکے بعد شکرانہ وضو ادا فرماتے اور مراقب بیٹھ جاتے پہر جب اعضا مین ضعف محسوس ہوتا لیٹ
جاتے. الغرض اسیطرح پانچ دفعہ اور کبہی چہ دفعہ بیدار ہوتے اور تجدید وضو کرکے سو جاتے اور اس بات مین حد سے زیادہ
احتیاط کرتے کہ خادمون مین سے کوئی شخص بیدار نہو جاوے. اگرچہ آپکے دو گہر تہے مگر راتین ہمیشہ باہر ہی
بسر کرتے تھے. لیکن جب آپکو غسل کی خواہش پیدا ہوتی تو جس گہر کی نوبت ہوتی وہان تشریف لیجاتے
اور وہین غسل کرکے باہر تشریف لاتے. اور تہوڑی دیر سو رہتے. اگرچہ آپ کی بی بیون نے اپنے تمام حقوق بہا
بخشتے کہ باری بہی آپکو بخشدی تہی. مگر تاہم آپ اُنکے حقوق اور باری کی اسقدر رعایت کرتے کہ سر مو فرو گذاشت
نہین ہوتی تہی. چنانچہ جس زمانہ مین کہ بیماری اور ضعف کا از حد غلبہ تہا اور آپسے بمشکل چلا جاتا تہا آپ اپنا ہمیشہ
کا حجرہ چہوڑکر دوسرے حجرے مین تشریف لے آئے تہے. جہان سے دونون گہرونکی مسافت برابر تہی اور اب گویا آپکا حجرہ
دونون گہرونکا وسط حقیقی تہا. آپ کا قاعدہ تہا کہ جس گہر مین شب گزارتے تہے وہ

سنت نماز فجر را در ہمانجا گزاردہ بمسجد جماعت تشریف مے آوردند و در اوقات دیگر ورائے نماز شام
بعد از وضو شکر وضو گزاردہ بمسجد مے آمدند و اکثرے از ارباب حاجت درین راہ عرض مہمات خود میکردند
قدرے می ایستادند و حاجات ہرکدام را می شنیدند و بہرکس جوابے شافی بمہربانی میگفتند آنگاہ بمسجد
مے در آمدند اگر در وقت النساعی میبود تحیت مسجد نیز ادا میکردند والا بر فرائض و سنن موکدہ اکتفا
میفرمودند ہم چنین در وقت بر آمدن از مسجد ہرگز از اہل حاجت اغماض عین نمیکردند بلکہ بہ بشاشت
وجہ با ایشان سخن میفرمودند و در جائی خود تشریف میبردند چون ازین شیمہ کریمہ فتحاب عظیم یافتہ بودند
خیلکی در باب مہم سازی خلق اللہ متوجہ بودند آخر این معنی ہا بنا بر نسیتی کم پذیرفتہ بود و از حضرت
ایشان فوائد ظاہر و باطن بمردم میرسید و تادیب مریدان جز از راہ باطن نمیکردند مثل
سلب حال و در قلق انداختن لیکن نسبت بآن شخص این معنی باعث چندین تنبیہ و فتوح
پیشد یکے از مخلصان را بنا بر مصلحت وے در قلق انداختند و این مرد لاہوری بود و از لاہور بصحبت یکے از

وہیں فجر کی سنتیں ادا کرکے مسجد جماعت میں تشریف لاتے تھے۔ نماز مغرب کے علاوہ دوسری تمام اوقات میں آپ گھر میں
وضو کرتے اور شکرانہ وضو ادا کرکے مسجد میں جلوہ آرا ہوتے گھر سے مسجد تک جو راہ پڑتی اُس میں اکثر حاجتمند لوگ کھڑے
ہوکر اپنی حاجتیں عرض کرتے۔ آپ تھوڑی دیر توقف فرماتے اور ہر حاجتمند کی حاجت بغور سُنتے اور نہ صرف سنتے بلکہ
ہر شخص کو جواب شافی دیتے اور نہایت مہربانی سے دیتے۔ اِن سے فارغ ہوتے تو مسجد میں آتے اور اگر وقت میں گنجائش ہوتی
تحیت مسجد بھی ادا فرماتے ورنہ فرائض اور سنن موکدہ پر بس کرتے۔ اسیطرح جب مسجد سے واپس جاتے تو اہل حاجات
کا ہجوم ہوتا۔ آپ کسی سے اغماض نہ کرتے بلکہ خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے اپنی جگہ
تشریف لیجاتے۔ چونکہ لوگ آپکی اس بزرگ خصلت سے بڑی بڑی فتوحات حاصل کرتے تھے اور خلق اللہ کو بے انتہا
فائدہ پہنچتا تھا لہذا آپ خلق اللہ کی کارسازی کی طرف بے حد متوجہ تھے لیکن آخر میں یہ توجہ کسی مصلحت و حکمت کی وجہ سے
کم ہوگئی تھی۔ حضرت خواجہ سے بہت سے ظاہر و باطن فائدے آدمیوں کو پہنچتے تھے اور آپ مریدوں کی تادیب بجز راہ باطن کے
اور کسیطرح نہ کرتے تھے جیسے سلب حال اور قلق و اضطراب میں ڈالنا۔ لیکن جس مرید کے ساتھ آپ ایسا برتاؤ کرتے تھے اُسکے
لئے آپکا یہ برتاؤ تنبیہ اور فتوح کا باعث ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنے ایک مخلص کو اسکی درستی حال اور مصلحت
کے لئے قلق و اضطراب میں ڈال دیا۔ یہ شخص لاہور کا رہنے والا تھا۔ اور ایک شیخ وقت کی صحبت میں لاہور سے

شیخان وقت تا دہلی آمده بود چون ملازمت کرد فرمود نا رچرا ہمراه آن شیخ پیشتر نرفتی طرفہ حالے بران نامراد گزشت که تمام شب در رنگ ماہی که بر تابه باشد بیقرار بود و نعره ہا میزد و گریہا دردناک میکرد۔ چنانچہ خواب بچشم اکثر یاران از ناله او آشنا نتوانست شد و از غایت گریہ نماز خفتن و بامداد را آنچنانکه باید نتوانست گزارد۔ عشره اخیر رمضان بود یاران بعد از نماز بامداد حلقه کرده متوجہ بحضرت حق سبحانه نشسته بودند که آن نامراد درین جمع در آمد و گفت اے مسلمانان برائے خدا دردے دارم بشنوید اگرچہ ہیچکس متوجہ بسخن وے نشد چہ تمام شب گوشہا را پر ساخته بود۔ ہر کدام مذوق خود فرو رفته بودند گریان گریا بنیاد کرد که من پیوسته طالب درویشان و معتقد و خادم ایشان بودم۔ شبے بخواب دیدم که ابلق سوار میگزرد و مردم در دنبال او میروند و میگویند که این قطب وقت است من نیز بر سر راه وے دویده ایستادم آن سوار بمن گفت که نوکر من میشوی۔ قبول کردم و گامے چند در جلوے او دویدم۔ عاقبت بر یک کوہے بر آمد و از چشم من غائب شد و بعد ازین واقعہ

دہلی مین آیا تہا حضرت خواجہ کی ملازمت مین حاضر ہوا تو فرمایا تم اپنے پہلے شیخ کے ساتھہ کیون نہین چلے گئے اس فرمانیسے اس نامراد پر ایک عجیب و غریب حالت گزری۔ تمام رات اُس مچھلی کیطرح بیقرار رہا جو زندہ گرم توے پر رکھہ دیجائے جگر سوز نعرے مارتا تہا اور دردناک رونا روتا تہا غرضکہ اسکی گریہ و زاری اور آہ و فغان سے اکثر یارونکی آنکہہ خواب سے آشنا نہو سکی اور عشا اور صبح کی نماز کوئی شخص حضور قلب سے ادا نہین کر سکا۔ یہ زمانہ رمضان کا اخیر دہا تہا اور یار لوگ نماز فجر کے بعد حلقہ کیے ہوئے جناب الٰہی مین متوجہ اور مراقب بیٹھے تہے کہ وہ نامراد اس جماعت مین آیا اور پُر نم آنکہون سے آنسوؤن کی ندیان بہاکر کہنے لگا مسلمانو! خدا کے لیئے میرے درد دل کی حکایت ذرا متوجہ ہوکر سنو۔ اگرچہ کوئی شخص اُسکی اس بات کی طرف متوجہ نہین ہوا کیونکہ تمام رات کے شور و شغب نے انکے کانون کو پُر اور لبریز کر دیا تہا او اب ہر ایک اپنے ذوق و وجد مین غرق تہا مگر خود اسنے روتے ہوئے اپنی حکایت اسطرح شروع کی۔ مَین ہمیشہ سے درویشون کا طالب اُنکا معتقد اور خادم رہا ہون ایک رات مین نے خواب مین دیکہا کہ ایک شخص ابلق گہوڑے پر سوار ہے اور گہوڑا دوڑائے چلا جاتا ہے بہت سے آدمی اُسکے پیچھے پیچھے دوڑ رہے اور کہتے جاتے ہین کہ یہ اپنے وقت کا قطب ہے مین بہی اُسطرف دوڑا اور راہ مین ایک جگہ ٹہیر گیا اُس سوار نے مجہسے کہا کہ تو میری نوکری کو منظور کرتا ہے مین نے اُسکا نوکر ہونا قبول کیا اور چند قدم اُسکے جلو مین دوڑا آخرکار وہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور دیکہتے دیکہتے میری نظرون سے اوجہل ہوگیا۔ اس واقعہ کو

پنج شش سال گذشته بود و انتظار من بآخر آمده که بتقریبے حضرت ایشان از آن کوچه که نزدیک
بخانهٔ من بود بهمان نسق که در خواب دیده بودم گذشتند بمجرد آنکه چشم من بر جمال حضرت ایشان
افتاد شناختم و دنبال رفتم و این واقعه خود را گفته مشغولی گرفتم اکنون پنج شش سال است
که سیراب محبت ایشانم الحال میفرمایند که همراه آن شیخ چرا نرفتی اے مسلمانان برائے خدا
بگوئید که من چه کار کنم۔ چون سخن بآخر آمد باہل حلقه وجدے درگرفت که سر از پا گم کردند و بعضے قلقها
نمودند ازین جماعت که قریب بهفتاد کس بودند یک کس هوشیار نماند و از سنگ مسجد بعضے مجروح
شدند و غریو در تمام قلعهٔ فیروز آباد برخاست و تماشائیان هجوم آوردند چون این غوغا بسمع شریف
رسید بمسجد تشریف آوردند و فرمودند که تا یکدگر را گرفته شدند و مستی ایشان فرونشست بعد ازان آن
لاهوری آتش زن را طلبیده از قلق برآوردند غرضکه تمام مظهر رحمت بودند و میفرمودند که از ما
یکسے بضرر نمیرسد الا منافع۔ والحق فوائدیکه درین دو سه سال از آنحضرت بمستفیدان رسیده

پانچ چھ سال گزر چکے تھے اور میں انتظار کی حد کو پہنچ چکا تھا کہ کسی تقریب سے حضور خواجہ اُس کوچہ سے جو میرے گھر کے
متصل ہی تھا اُسی ہیئت سے گزرے جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ جونہی میری آنکھ حضرت کے جمال مبارک پر پڑی فوراً
پہچان گیا اور آپکے پیچھے لگ لیا اور اپنا تمام واقعہ عرض کر کے مشغولی اختیار کی۔ پانچ چھ سال گزر گئے کہ میں حضور
کی محبت سے سیراب ہوں اور اب فرماتے ہیں کہ تو اپنے پہلے شیخ کے ساتھ کیوں نہیں چلا گیا۔ مسلمانو خدا
کے لیئے تم ہی بتاؤ کہ اب میں کیا کروں"۔ لاہوری جب اپنا سارا واقعہ بیان کر چکا تو اہل حلقہ پر ایک ایسا وجد طاری
ہوا کہ بالکل بیہوش ہو گئے۔ اور سر و پا کی کچھ خبر نہیں رہی۔ اس جماعت میں جو قریباً ستر آدمی تھے ایک شخص بھی ہوشیار
نہیں رہا اور بعض تو مسجد کے پتھروں سے سخت مجروح و زخمی ہو گئے۔ تمام قلعہ فیروز آباد میں ایک شور بپا تھا اور تماشائی جوق
جوق چلے آتے تھے۔ جب اس شور و غل کی آواز حضور کے کان مبارک میں پہنچی تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا
کہ ایک کو دوسرا تھامنا ضرور ہے۔ ایسا کرنے سے انکی مستی اور جوش فرو ہو گیا۔ ازاں بعد آپنے آتش زن لاہوری کو
بلایا اور اُس کا قلق و اضطراب دور کر دیا۔ الحاصل حضور خواجہ سراپا رحمت اور مظہر احسان تھے۔ آپ اکثر فرمایا
کرتے تھے کہ ہم سے کسی کو بجز منافع کے نقصان نہیں پہنچا۔ حق بات یہ ہے کہ جس قدر فوائد دو
تین سال میں حضرت سے مستفیدوں کو پہنچے

درزمان پیش بسالہا نمیرسید و تفصیل آن از حد بیان بیرونست ؎

یکے نان خواہم بہ پہنائے فلک | تا بگویم وصف آن رشک ملک
ثنائے او بدل ما فرونیاید زانکہ | عروس سخت شگرفست و حجلہ نازیبا

و مہربانی بر مشرب حضرت ایشان آنقدر غالب بود کہ اگر گربہ بر دامن نزہت نشیمن بخواب میرفت مرگز بیدارش نمیکردند و منتظر بیدار بودن وے میبودند و تا زمانے کہ او بخواب بودے حرکتے نفرمودندے و خود را بطور او گزاشتندے۔ و اکثر اوقات باین تقریب سرہا میخوردند و لحاف از زیر گربہ بے کشیدند و ہر قسم آشنائی کہ سابقاً با آشنایان داشتند تا آخر با آنہا ہمان طریق سلوک بجا آوردند چنانچہ اکثرے از آشنایان سابق حضرت ایشان را از خود ہیچ وجہ تمیز نمیدانستند۔ عزیزے در ملازمت حضرت ایشان نقل کرد کہ بعضے کوتاہ بینان تیرہ منش میگویند کہ مدار شیخت حضرت ایشان بر آشنائی یگانہ آفاقی مرجع انامی نواب قدسی القاب شیخ فرید است سلمہ اللہ تعالے

پیشتر کے سالہا سال مین بھی نہین پہنچے تھے اور اُنکی تفصیل حدبیان سے خارج ہے ؎

یکے نان خواہم بہ پہنائے فلک | تا بگویم وصف آن رشک ملک
ثنائے او بدل ما فرونیاید زانکہ | عروس سخت شگرف ہست و حجلہ نازیبا

آپکے مشرب پر اسقدر مہربانی غالب تھی کہ اگر دامن مبارک پر بلی سو جاتی تو کبھی اُسے بیدار نہ کرتے بلکہ اُسکے جاگنے کے منتظر رہتے اور جبتک وہ سوتی رہتی خود حرکت نہ فرماتے اور اپنے تئین اُسکے اختیار مین چھوڑ دیتے اکثر ایسا ہوتا کہ بلی لحاف پر سو جاتی آپ اُسکے نیچے سو لحاف نہ نکالتے اور پہرون جاڑا کھایا کرتے۔ آپ جن لوگون سے ابتدا سے دوستی رکھتے تھے اُنسے آخر تک وہی دوستی کا طریقہ نباہتے اور ویسے ہی سلوک کرتے تھے چنانچہ آپکے سابق کے اکثر دوست ایسے تھے جو آپ کو اپنے سے کسی طرح ممتاز نہین جانتے تھے اور اسی طرح گھلے ملے رہتے تھے جیسے برابر کے دوست رہتے ہین۔

ایک روز ایک عزیز نے ملازمت عالی مین عرض کیا کہ بعض تیرہ درون کوتاہ بین کہتے ہین کہ حضور کی شیخت کا دارومدار یگانہ آفاقی مرجع انامی نواب قدسی القاب شیخ فرید سلمہ اللہ تعالے کی دوستی و آشنائی پر ہے۔

و ہمیشہ در رقعات کہ بشیخ مینویسند عنوان آن قبلہ گاہی سلامت میباشد۔ از فقرا این قسم
خوش آمد چہ زیبا است۔ در جواب این سخن فرمودند کہ شیخ را بر ما حق ہا است بوسیلۂ وجود ایشان
درین راہ کشایشہا دیدہ ایم و الحال ہم وجہی شرعی برائے قطع طریق آشنائی نمی یابیم و الا
چنان میکردیم و این نوشتن را علت ہمان است کہ ہر نوعے کہ از ابتدا سلوک کسے کردہ بود
تغیر نمیدادند و ہم حقوق سیادت و بلند منشی شیخ سلمہ اللہ تعالے و او صلہ الی ما یتمناہ رخصت
بتغیر این عنوان نمیداد۔ روزے ضعف والدۂ ماجدۂ خود دیدہ امر طعام پختن را کہ بتکفل ایشان بود
ببعضے از صوفیان فرمودند۔ والدۂ حضرت ایشان چند گاہ بگریہ زاری گزرانیدند کہ از من کدام
جرمیہ بوجود آمد کہ حق سبحانہ ما را ازین سعادت باز داشت عمل خیرے کہ از دست من می آمد ہمین بود
کہ برائے حضرت ایشان طعامے می پختم آنرا ہم از من باز گرفتند مدتہا برین حال بودند و از
نہایت دانائی و زیرکی و غلبہ نسبت اخلاص مریدی کہ مرکوز جوہر شریف ایشان است متنوا نستند۔

آپ جسقدر خطوط شیخ کو لکھتے ہیں اُنکا عنوان ہوتا ہے "قبلہ گاہی سلامت"! بھلا فقیر ونکو اس طرح کی
خوشامد کب زیبا ہے۔ آپنے اسکے جواب میں فرمایا کہ شیخ کے ہم پر بہت کچھ حقوق ہیں۔ اُنکے وجود کے وسیلہ سے
ہمنے اس راہ میں بہت سی کشایشیں دیکھی ہیں اور اب ہم طریق آشنائی کے قطع کی کوئی شرعی وجہ نہیں
پاتے ہیں ورنہ ایسا کرتے اور خط کے عنوان میں جو آپ قبلہ گاہی سلامت لکھتے تھے اسکی یہ وجہ ہے کہ ابتدا
میں جسکے ساتھ آپنے کسی طرح کا سلوک کیا ہو اُسے نہیں بدلتے تھے بعہد احقوق سیادت اور شیخ سلمہ اللہ تعالیٰ
کی بلند حوصلگی ہمسایات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم اس عنوان کو بدل دین۔ ایک دن آپنے اپنی والدہ محترمہ
کے بڑھاپے اور ضعف کو مشاہدہ فرماکر کھانا پکانے کی خدمت جو ابھی تک والدہ صاحبہ کی سپرد گی میں تھی بعضے
صوفیوں کے حوالہ کی۔ والدہ معظمہ چند روز تک روتی اور فرماتی رہین کہ نہ معلوم مین کس گناہ کی مرتکب ہوئی ہون
جس کے عوض خدا تعالے نے مجکو اس سعادت سے محروم رکھا جو عمل خیر میرے ہاتھ سے سرزد ہوتا تھا وہ صرف
ایک یہی عمل تہا کہ مین خواجہ کے لیئے کھانا پکاتی تھی۔ اب خدا نے وہ بھی مجھسے چھنوا دیا۔ غرضکہ ایک مدت
اسیطرح گزر گئی۔ اور والدہ صاحبہ انتہا درجہ کی دانائی اور عقلمندی اور اخلاص اور مریدی کی نسبت کے غلبہ
کی وجہ سے جو آپ کی ذات شریف مین مرکوز تھی۔

اظہار این معنی کرد بعد ازانکہ این سخن بحضرت ایشان رسید امر طعام پختنی بتصدی ایشان گذاشتند
باطن سعادت موطن ایشان ازان قلق و اضطراب فراہم آمد و به بی بی بانو کہ زن محمد صادق
کہ خسر پورہ حضرت ایشان باشند و زن شیخ محمد صدیق کشمیری کہ بی بی آغا باشند برائے خمیر
نمودن و مدد در بعضے امور گذاشتند و نفی اختیار حضرت ایشان آنقدر بود کہ باوجود ضعف و دوام
بیماری مقید اختیار طعامے نبودند۔ و اگر نا ملائم طبع میبود اظہار این معنی نمیکردند و بدن شریف و عنصر
لطیف از عدم ترتیب و بے توجہی بطعام و دوام مشغولی بحضرت حق سبحانہ بنہایت نحیف بود لیکن
رونق چہرہ و طراوت روے باانہمہ نحافت کہ بالاتر ازان صورت نہ بندد روز افزون ؎

خطِ سبز و لب لعل و رخ زیبا داری   آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

و ہنگام طغیان قلق گاہے باوجود چندین ظہور و مقتدائیت در کوچہا و بازارہا تنہا بطرفہ بے تعینی
میگشتند۔ و در سایہہاے دیوار بر خاک می نشستند و مضمون حدیث کُن فِی الدُّنیَا کَاَنَّکَ غَرِیبٌ اَوْ کَعَابِرِ سَبِیلٍ

اس واقعہ کا اظہار نہ کر سکین۔ ایک عرصہ کے بعد جب خود ہی حضرت کے کان مبارک مین یہ آواز پڑی
تو کھانا پکانے کی خدمت پھر والدہ صاحبہ کے حوالے کی اور اس قلق و اضطراب کو اُن کے باطن سعادت
موطن سے دور کر دیا۔ بی بی بانو کو جو آپکے سالے محمد صادق کی زوجہ محترمہ تھین اور شیخ محمد صدیق
کشمیری کی بیوی کو جن کا نام بی بی آغا تھا آٹا گوندھنے اور بعض دوسرے کامون مین والدہ صاحبہ کا ہاتھ
بٹانے اور مدد کرنے کیلئے مقرر کیا۔ آپ مین نفی اختیار اسقدر موجود تھی کہ باوجود ضعف اور مسلسل بیماری
کے کسی ایک کھانے کی مقید نہ تھے۔ اگر کھانا طبیعت کے نامناسب ہوتا تو اس بات کا اظہار نفرماتے۔ کھانے
کی جانب بے رغبتی اور عدم ترتیب اور بارگاہ الٰہی مین ہمیشہ مشغول رہنے کی وجہ سے آپکا جسم شریف اور عنصر لطیف
نہایت لاغر اور ضعیف ہو گیا تھا۔ لیکن باوجود اُس ضعف و لاغری کے کہ اس سے زیادہ خیال مین نہین آ سکتی
چہرے کی رونق اور تر و تازگی روز افزون تھی ؎ خطِ سبز و لب لعل و رخ زیبا داری ٭ آنچہ خوبان ہمہ دارند
تو تنہا داری ٭ جب کبھی آپکے قلق مین جوش و خروش ہوتا تھا تو گاہے گاہے باوجود اُس بزرگی اور
مقتدائیت کے جو آپ رکھتے تھے۔ تنہا کوچون اور بازارون مین گشت لگاتے پھرتے اور دیوار کے سایہ مین فرش
زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ سے حدیث کُن فِی الدُّنیَا کَاَنَّکَ غَرِیبٌ اَوْ کَعَابِرِ سَبِیلٍ کا مضمون پورے طور پر

لائح میشد حضور و شهود حق از سراپاے گرامی میبارید و محقق میشد که جمیع اعضا جدا جدا بصفت خاص متوجه حضرت حق سبحانه اند و استفاضهٔ خاص میکنند و پیوسته باوجود چندین فتوح و کشاد که آناً فاناً میدیدند همیشه در انتظار و تفکر و حزن میبودند

دریکدم اگر هزار دریا بکشی کم باید کرد و خشک لب باید بود

وقتے بیکے از مخلصان بتقریبے بیفرمودند که اگرچه ما ریاضات شاقه چنانچه ارباب سلوک میکشند نکشیده ایم لیکن انتظارها و قلقها کشیده ایم که چندین ریاضات و محن در ضمن آن میبود و از ابتدا تا انتها از انتظار نه آسودند چون اطوار حضرت ایشان و معموری اوقات پاک بتمام و کمال بیان کردن در طاقت بشر نیست چه حقیقت بگفت نیاید و لذتے که روح از دریافت معانی و بسط حال یابد ببیان ازادائے آن عاجز است. لاجرم آنچه اندیشه و ادراک نویسنده از مشاہدهٔ اوقات استغراق سمات حضرت ایشان دریافت اگر هزار کتب پُر از د و عمر هم بالفرض مساعدت کند تحریر آن

آپکے چہرے مبارک سے ہمیشہ حضور اور شہود حق کے آثار پڑے برستے تھے اور ثابت ہوتا تھا کہ سارے اعضا الگ الگ ایک صفت خاص کے ساتھ خدا تعالی کیطرف متوجہ ہین اور استفاضۂ خاص حاصل کرتے ہین ہرچند کہ بہت سی فتوحات آناً فاناً پے در پے حاصل ہوتے دیکھتے تھے مگر آپ ہمیشہ انتظار اور تفکر اور حزن وغم مین مبتلا رہتے تھے ؎ دریکدم اگر ہزار دریا بکشی ✦ کم باید کرد و خشک لب باید بود ✦ ایک موقع پر کسی تقریب مین آپنے اپنے ایک مخلص عقیدتمند سے فرمایا کہ اگرچہ ہم نے ریاضات شاقہ کی اتنی تکلیفین نہین جھیلی ہین جتنی کہ ارباب سلوک جھیلتے ہین۔ لیکن ہمین انتظار و اور قلقون کی وہ تکلیف برداشت کرنی پڑی ہے کہ ارباب سلوک کی اسقدر ریاضتین اور محنتین اسکے مقابلہ مین زیادہ نہین تو برابر ضرور ہین۔ الغرض ابتدا سے لیکر انتہا تک آپ کبھی انتظار سے آسودہ اور فارغ البال ہوکر نہین بیٹھے کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ چونکہ خواجہ کے اخلاق و عادات اور اوقات پاک کی معموری کی بابت تمام و کمال بیان کرنا انسان کی طاقت سے خارج ہے کیونکہ حقیقت کو الفاظ کے پیرایہ مین ادا کرنا ناممکن ہے اور روح معانی کے دریافت کرنے اور بسط حال سے جو لذت حاصل ہوتی ہے بیان اسکے ادا کرنیسے محض عاجز و قاصر ہے لہذا اسبات کا صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کاتب الحروف کے اندیشہ اور ادراک نے آپکے مستغرق اوقات کے

صورت نہ بندد وخوش گفت ہرکہ گفت بیت

نبود درکتاب بیان حال ورود ۔ از دل صد کتاب نتوان کرد

فللہ الحمد والمنۃ کہ از دیدار گرامی حضرت ایشان کہ نسخۂ اخلاق انبیاء واولیاء بودند یقینے واعتقادے برین طائفہ بطریق مشاہدہ پیداشد ۔ قبل ازین ہرگاہ کتب احوال مشائخ مطالعہ کردہ میشد بخاطر ناتجربہ کار میرسید کہ مریدان سخن بسط دادہ اند والا از قیاس عقل بیرون است اکنون مفہوم شد کہ حق سبحانہ بعضے از بشر را بجائے میرساند کہ اگر افلاطون وبوعلی دقیق النظران عالم آگاہ گردند بنادانی مقر آیند ۔

فصل ثانی دربیان مسترشدان طریقہ

عادت شریف حضرت ایشان در تربیت طالبان این بود کہ ہرگاہ طالبے می آمد کہ اظہار طلب

کیفیتون کو ضبط تحریر مین نہ لاسکے ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎ نبود درکتاب حال ورود ۔ از دل صد کتاب نتوان کرد ۔ خدا کا شکر واحسان ہے کہ خواجہ کے دیدار مبارک سے کہ انبیا اور اولیا کے اخلاق کے پورے فوٹو اور دیباچہ تھے ۔ کاتب حروف کو اس گروہ کی نسبت اعتقاد ویقین بطریق مشاہدہ پیدا ہوگیا ۔ ورنہ اس سے پیشتر جب احوال مشائخ کی کتابین مطالعہ مین آتی تھین تو اس ناتجربہ کار کے دل مین خیال پیدا ہوتا تھا کہ یہ مریدون کی ملمع سازی اور مبالغہ آمیزی ہے ورنہ قیاس اور عقل تو اس سے انکار کرسکتے ہین ۔ اب خوب سمجھ گیا کہ خدا تعالی بعض آدمیون کو ایسے رتبہ پر پہنچا دیتا ہے کہ اگر افلاطون اور بوعلی بلکہ دنیا بھر کے باریک بین اس پر آگاہ ہون تو فورًا اپنی نادانی اور جہل کا اعتراف کرین ۔

دوسری فصل طالبان طریقہ کے بیان مین

طالبون کی تعلیم وتربیت مین خواجہ کی عادت اس طرح واقع ہوئی تھی کہ جب کوئی طالب حاضر ہوکر اظہار طلب ۔

مینمود چندگاه دور انداز بهاش میکردند. اگر اہل شہر میبود و اگر مسافر میبود و محتاج نان در ایامے که بامر ارشاد متوجه بودند چندگاه نانش نمیدادند به نیت آنکه مردم برائے نان جمع نشوند و دوکانے راست نسازند و هرگاه کسے از ارباب دنیا برائے فقرا نذرے میفرستاد بمخلصان خود نمیدادند و بفقرا بیگانه را تقدیم میکردند. اگر چیزے باقی ماندے تحقیق میکردند که از مخلصان غرض حقانی داشته آنگاه او را آنچه ضرورت وے بدان کفایت شدے عنایت میکردند و امداد مالی چنانچه بعضے عوام گمان میبردند نسبت بمخلصان بنهایت کم. و میفرمودند که هرکس ما امداد مالی کنیم یقین داند که نسبت با و در محبت فتورے داریم و نظر حضرت ایشان در عدم امداد تنقیح صوفیان و تربیت طالبان بود نه عدم مهربانی بلکه نهایت مهربانی نسبت بگرفتاران آرزو همین است و آخرها که امر مشیخت و ارشاد متروک شده بود فرموده بودند که آیندگان تا سه روز نان بدهند که ضیافت تا سه روز مسنون است و درین میان بعضے سست طالبان نمی ایستادند و دور انداز بهار اتاب

کرتا اگر شہر کا باشندہ ہوتا تو آپ اُسے چند روز تک لینے سے دور رکھتے اور اگر مسافر ہوتا اور ساتھ ہی روٹی کا محتاج. تو اُس زمانہ مین که آپ امر ارشاد کی طرف توجه فرمائین کئی وقت تک اُسے اس غرض سے روٹی نہین دیتے تھے کہ لوگ روٹیون کی خاطر جمع نہون اور دوکانداری نہ جمائین. آپکا قاعدہ تہا کہ جب کوئی دنیادار فقیرون کیلیے نذر و نیاز بہیجتا تو اپنے مخلصون مین سے کسی کو کچھہ نہین دیتے تھے بلکہ بیگانہ فقیرون کو مقدم رکہتے تھے. انکو دے کر اگر کچھہ باقی رہتا تو تحقیق فرماتے کہ مخلصون مین سے کون ایسا شخص ہے جو اس بات مین حقانی غرض رکہتا ہے اور کون اسکے برخلاف ہے. جو مخلص غرض حقانی رکہتا اُسے کچھہ تہوڑا سا بقدر ضرورت عنایت فرماتے. بعض عوام لوگ جو گمان کرتے تھے کہ خواجہ اپنے مخلصونکو مالی امداد پہنچاتے ہین یہ انکی محض غلط فہمی تہی. آپ اپنے مخلص دوستون کو مالی امداد بہت کم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس کسیکو ہماری طرف سے مالی امداد پہنچے وہ یقین کرے کہ ہمکو اسکی محبت بہت کم ہے آپ جو اپنے مخلصونکو مالی امداد دینے مین دریغ کرتے تھے تو آپ صوفیون کا امتحان اور طالبون کی تربیت مد نظر ہوتی تہی نہ عدم مہربانی. بلکہ گرفتاران آرزو کے حق مین یہی ایک بات انتہا درجہ کی مہربانی تہی. آخر زمانہ مین جب کہ آپنے امر مشیخت و ارشاد ترک کر دیا تہا تو خدام کو بتاکید حکم فرمایا تہا کہ آنے والونکو تین روز تک برابر روٹی دیتے رہین کیونکہ تین روز تک مہمانی مسنون ہے

نمے آوردند الا آنہا کہ طلب قوی میداشتند و درین کار بجد تر میشدند با آنہا طریقہ میفرمودند بعد
از مشغول ساختن اگر محتاج روزمرہ میبودند برائے آنہا قوت لایموت تعین میشد و نہایت
آن یک تنکہ دہلی بود و الا یک نیم بہلولی و یک بہلولی از وجہ قرض حسنہ کہ برائے حلیت اقمہ حیلہ
شرعی است و این مخصوص مسافران بود نہ اہل شہر مگر کسی کہ در جوار حضرت ایشان دائم بودے
و احتیاج او معلوم میشد داخل مسافران روزینہ دار میگشت و طریق مشغول ساختن این بود
کہ اول استخارہ اش میفرمودند بعد از ان در خلوتش سے طلبیدند و شغلے از اشغال سلسلۂ عالیہ
نقشبندیہ کہ در رسائل اکابر این سلسلہ مبین است میفرمودند و نسبت بعضے بعضی کیفیات از پیش
خود بران مشغولیہا زائد میکردند چنانچہ در رسالۂ خود کہ در بیان طرق نوشتہ اند ایزاد فرمودہ اند
توجہے در باب وے میکردند و ہمتے مصروف میداشتند. اکثر طالبان در صحبت اول بیخود شدہ
بر جائے خود مے افتادند و در آنہا اثرے از حرکت و شعور نمیبود تا ہر گاہ کہ صلاح حال آنہا میدیدند

نہین لاسکتے تھے مگر جو لوگ قوی طلب رکہتے تھے. اور اس کام مین اپنے استقلال ثابت قدمی ظاہر مین آتی
تھی حضور انکو تلقین طریقہ فرماتے تھے. مشغول کرنیکے بعد اگر روزینہ کے محتاج ہوتے تو انکے لیئے قوت لایموت
مقرر ہوتی جبکی انتہا. ایک تنکہ دہلی کا ہوتی تھی ورنہ ڈیڑھ تنکہ بہلولی اور ایک تنکہ بہلولی قرض حسنہ سے کہ لقمہ کے
حلال ہونے کے لیئے شرعی حیلہ ہو جاتا اور یہ بات شہر والونکے ساتھ نہین بلکہ مسافرون کے ساتھ مخصوص تھی. ہان
جو شخص آپکے پڑوس مین ہمیشہ رہتا اور اُسکا محتاج ہونا معلوم ہو جاتا وہ روزینہ دار مسافرون مین داخل کر لیا
جاتا. طالب کو مشغول کرنے کا طریقہ یہ تہا کہ شروع شروع مین استخارہ کا حکم فرماتے پہر خلوت مین طلب کرتے
اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اشغال مین سے کسی ایسے شغل کی تلقین فرماتے جو اس سلسلہ کے بزرگونکے رسائل مین
بیان کیا گیا ہے. اور بعض لوگون کی نسبت اپنی طرف سے بہی بعض کیفیتین اُن مشغولیون پر اور زیادہ کر دیتے
تھے جیسا کہ آپنے اپنے ایک رسالہ مین جس مین بیان طرق کی تفصیل لکہی ہے ایزاد فرمایا ہے غرض کہ
آپ ایسے شخص کے بارے مین توجہ کرتے اور ہمت مصروف رکہتے تھے. اکثر طالب تو پہلی ہی صحبت
مین بے خود ہو کر اپنی جگہ ٹہیر جاتے تھے اور اُن مین حرکت و شعور کا اثر باقی نہین رہتا تہا پہر جب
تک آپ انکی مصلحت اور صلاحیت دیکہتے تھے.

یاران بے خودی میگذاشتند و این حالت بر بعضے ہا بنوعی میگذشت کہ حاضران آنہا اموات خیال میکردند باز برعکس آن تصرف میکردند بہوش می آمد و قول اَلتَّشْیِیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بوضوح می پیوست بعد از طریان این حالت بیخودی و بے شعوری اکثرے از اخلاق ذمیمہ او مہذب میشد شکستگی در کارخانہ وجود او پیدا مے آمد چنانچہ مردم از چہرہ او بمعانی محصلہ او پے میبردند ابتدا بتغیر او ضاع وے امر نمیفرمودند بعد از چشیدن لذت بیخودی او خود بو ادی موافقت باوضاع مرشد حضرت ایشان مے آمد ہمچنین ہر کہ مرحمت بیشتر می داشتند یا غلطی در استعداد اومیبود بکرات تصرف بروے میکردند و بحالت بیخودیش میبردند و آنقدر قدرت بود کہ اگر کسے را میخواستند در یک روز بسرحد فنا و فناے فنا کہ مقارن رتبہ ولایت است میرسانیدند و نسبت بدو سہ کس ہمعنی دریافتہ شد و ہر کسے را طریقے خاص پیش مے آمد بعضے را کشف و بعضے را ترقیات در مقام قرب و بعضے را تلوین در احوال و باز کشف ہم انواع بود کشف حقائق اشیا و کشف توحید

اسی حالت بے خودی مین چھوڑ رکھتے تھے۔ اور یہ حالت بعضون پر اس طرح گزرتی تھی کہ حاضرین مجلس انہین مُردہ خیال کرتے تھے۔ پھر اسکے برعکس تصرف کرکے انہین ہوش مین لاتے تھے اور اَلتَّشْیِیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ کا مضمون صاف طور پر ظاہر ہوتا تھا۔ اس حالت بے خودی اور بے شعوری کے طاری ہونیکے بعد طالب بہت سے اخلاق ذمیمہ سے پاک و صاف ہوجاتا۔ اور اُسکے کارخانہ وجود مین شکستگی ظاہر ہوتی تھی۔ چنانچہ لوگ اُسکے چہرے سے اسبات کا صاف پتا لگا لیتے تھے کہ مذکور بالا باتین اُسے حاصل ہوگئی ہین۔ آپ شروع شروع مین طالب کو عادات اطوار کے تبدیل کا حکم نہین فرماتے تھے کیونکہ وہ بے خودی کی لذت چکھنے کے بعد خود بخود آپکے زیبا اطوار اور شایستہ عادات کی موافقت کرلیتا تھا۔ علی ہذا القیاس جس شخص کے بارے مین آپ کو زیادہ شفقت و مہربانی مدنظر ہوتی یا اُسکی استعداد مین کسیطرح کی غلطت یا سختی پائی جاتی تو آپ باربار اُسپر تصرف کرتے۔ اور حالت بیخودی مین لیجاتے تھے آپ مین اسقدر قدرت تھی کہ کسیکو چاہتے تو ایکدن صرف ایکدن مین فنا اور فنا فنا کی سرحد تک جو رتبہ ولایت کے قریب ہے پہنچا دیتے تھے چنانچہ دو تین شخصون کی نسبت ایسا دریافت ہو بھی چکا ہے آپکے طالبون مین سے ہر شخص کو ایک طریقہ خاص پیش آتا تھا کسیکو کشف کسیکو مقام قرب مین ترقیات کسیکو احوال مین تلوین۔ پھر کشف کی بھی چند

وکشف قبور. چنانچه این خط حضرت ایشان که درین باب بفرزند و برادر میان شیخ احمد سرهندی
مرقوم شده مؤید آنست ؛

رقعه قرة العینین محمد صادق برخوردار ظاهر باطن گردد. احوال و چنانچه ظاهر است مستوجب حمد است
برهان حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشه نیست ان شاء الله از سکر بصحو و فنا در شعور
اندراج یابد مولانا محمد مسعود از کشف قبور اعتبارے برنگیرند کشوف صوریه محل خطا و لغزش است
سعی کنند که حضور مع الله ظهور یابد و دوام پذیرد جذبهٔ خواجها حضور ایشان دیگر است و دران مواطن از
ماسوی نام و نشانے نیست گاه بالکلیه و اکثر بالاصالة توجهی است از شش جهت معه گاهی جهت
فوق بجهت خصوصیتے که عرش مجید است در وهم مے آید و گاہے همه جهات را یا اکثر را فرو میگیرد
و معنی وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ بظهور میرسد اگر صور معنویه و اشکال صوریه محو نشده اند
و همچون سراب خیال بے اعتبار افتاده در همین وقت نزد دریافت خیالیه صور هُوَ الْاَوَّلُ

ایک قبور کا کشف. چنانچہ ان باتون کی تائید آپکے اُس خط سے خوب ہوتی ہے جو اس بارے مین فرزند
محمد صادق اور برادر میان شیخ احمد سرہندی کو لکھا گیا تھا ؛

رقعہ آنکھون کی ٹھنڈک محمد صادق ظاہر و باطن سے متمتع رہو. جس کا احوال جیسا کچھ ظاہر ہو قابل
شکر ہے. حالت حضوری جو فی الوقت حاصل ہے اسی پر ثابت قدم رہنا چاہیئے. استغراق اور غیبت سے
کچھ باک نہین ہے. انشاء اللہ سکر سے صحو کی طرف عنقریب انتقال ہوگا اور فنا شعور مین اندراج پائیگا
مولانا محمد مسعود کشف قبور کا اعتبار نہین کرتے ہین. کشوف صوریہ خطا اور لغزش کا محل ہے کوشش
کرنی چاہیئے کہ حضور باللہ ظہور پاوے اور دوام قبول کرے. خواجگان طریقہ کا جذبہ اور انکا حضور دوسرا ہے
اس موقع پر ما سواء کا نام نشان تک باقی نہین رہتا ہے کبھی بالکلیہ اور اکثر بالاصالة توجہ شش جہت
سے ہوتی ہے کبھی اوپر کی سمت اُس خصوصیت کی وجہ سے جو عرش مجید کو حاصل ہے اسمین ہی جلوہ آرا
ہوتی ہے اور کبھی تمام سمتون یا اکثر سمتون کو گھیر لیتی ہے اور وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ کے
معنے ظاہر ہوتے ہین. اگرچہ صور معنویہ اور اشکال صوریہ محو نہین ہین اور سراب خیال کی طرح
بے اعتبار پڑے ہوئے ہین. اسیوقت مین صور خیالیہ کے دریافت کرنیکے نزدیک هُوَ الْاَوَّلُ

وَّ الْاٰخِرُ نیز درمیان مے آید و اگر در وقت فرو گرفتن آن توجہ ہمہ جہات را یا اکثر را صور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائی اتم بظہور رسد و معنی لَيْسَ فِي الدَّارِ غَيْرُهٗ دَيَّارٌ در جلوہ آید بہوش باید بود کہ کسوت معنویہ درمیان ہست لااقل صفت حیات و ہستی اکنون یکے دقیقہ دیگر بشناسند کہ در وقت ظہور وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ نیز میتواند بود کہ ہمچنین کسوتے درمیان باشد و میتواند بود کہ بالکلیہ نظر محبتش مجرد شدہ باشد بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و محبت است و تصفیہ سر از ماسوا۔ و آن تحقیقات کہ در سلسلۂ الاحرار نوشتہ شدہ ہست بغایت غامض است درین مبحث آنرا بگذارند مدار بر ادراک متعارف بنہند حضرت خواجہ نقشبند سمہ بعد خواجہ پاک نقش پاک نفس قدس اللہ روحہ الاقدس میفرمودند کہ ہرچہ دیدہ شد و دانستہ شد آنہمہ غیر است بکلمہ لا آنرا نفی باید کرد میان شیخ احمد نیز حال خود را درین صحیفہ مطالعہ نمایند و بدانند کہ تا استغراق در حضور ذاتی و وحدت صرف بظہور نرسد اہل این سلسلہ اسم فنا بر آن نہند

ترجمہ

وَّ الْاٰخِرُ کا مضمون بھی بیچ مین آجاتا ہے اور اگر تمام سمتون یا اکثر سمتون کی طرف توجہ کرنے کے وقت مین صور و اشکال بالکلیہ محو ہو جائین اور پوری پوری صفائی مرتبۂ ظہور کو پہنچ جائے اور لَيْسَ فِي الدَّارِ غَيْرُهٗ دَيَّارٌ کے معنے جلوہ گر ہو جائین تو عقل و ہوش مین رہنا چاہیئے کہ کسوت معنویہ درمیان مین ہے زیادہ نہین تو اتنا تو ضرور ہے کہ حیات اور ہستی کی صفت ہنوز باقی ہے۔ اب ایک نکتہ اور سمجھ لو کہ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ کے ظہور کے وقت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرح کے کسوت درمیان مین موجود ہوا اور یہ بھی ممکن ہو کہ اُسکی نظر محبت بالکلیہ مجرد ہو گئی ہو غرض کہ حقیقت مقصود دریافت اور ادراک مین نہین آتا۔ وہان عشق محبت ہو اور ماسوا سے سر کا تصفیہ سلسلۃ الاحرار مین جو تحقیقات لکھی گئی ہے نہایت عمیق اور غامض ہو اس بحث کو چھوڑو اور مشہور ادراک پر دار مدار رکھو۔ حضرت خواجہ نقشبند مصرعہ خواجۂ پاک نقش و پاک نفس "قدس اللہ روحہ الاقدس فرما گئے ہین کہ جو کچھ دیکھا گیا اور جانا گیا سب غیر ہے اُسکی کلمۂ لا کے ساتھ نفی کرنی چاہیئے۔ میان شیخ احمد بھی اپنے حال کا اس خط مین مطالعہ کرین اور معلوم کرین کہ تاوقتیکہ حضور ذاتی اور وحدت صرف مین استغراق اور استہلاک مرتبۂ ظہور کو نہین پہنچتے اس سلسلہ کے اکابر اُسپر فنا کا اطلاق نہین کرتے۔

وآنکہ ما گفتہ بودیم کہ یک درجہ دیگر درمیان ہست۔ این ہست حقیقت این سخنان بمشافہۃً معلوم میشود باوجود برائے خاطر شما نوشتیم والسلام والاکرام القصہ ہرکدام از طالبان ارادت خود در خلوت رفتہ عرضہ میکرد وحضرت ایشان بحکمت بالغہ الٰہی ودقیقت نظری کہ من عنداللہ یافتہ بودند بمصالحہ احوال واوقات وے امر میفرمودند واگر کسے خوابے یا واقعہ نقل میکرد می شنیدند ودر باب خواب گاہے میفرمودند کہ احتیاج گفتن نیست ہرچہ شدنی است خواہد شد و ہرگز تحسین صاحب حال وواقعہ یا تعبیر خوابے بحضورش نمیکردند۔ مگر کہ حالے عالی وارد شدے در آنوقت اینقدر میفرمودند بکوشش تا از دست نرود وقدم برتر نہی۔ یکے از طالبان ہنگام عرض احوال فرمودند ؎ مرغے غم او بحیلہ شد بامارام ✧ ہشدار کہ مرغ رام را آرام ندہی ✧ یکے از طالبان را بنابر مصلحت وے دور می انداختند ومیفرمودند کہ استعداد وے بسلاسل دیگر مناسب است وے سرگرم تر میشد بعد از چار پنج ماہ بوے فرمودند کہ یکے طالبان خود خواہیم فرمود کہ طریقہ بشما

اور ہم نے جو کہا تھا کہ ایک درجہ دوسرا درمیان مین ہے وہ یہی ہے۔ ان باتون کی حقیقت بالمواجہ معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر ہمنے صرف تمہاری خاطر اتنا لکھدیا ہے والسلام والاکرام"۔ الغرض طالبون مین سے جو شخص بہی خلوت مین حاضر ہوکر اپنی ارادت کی بابت عرض کرتا تھا خواجہ حکمت بالغہ خداوندی اور اُس دقیق نظری اور باریک بینی کی وجہ سے جو خدا کی طرف سے آپ کو حاصل ہوئی تھی ایسی بات کا ارشاد فرماتے جس مین اُسکے اوقات واحوال کی مصلحت ہوتی۔ اگر کوئی شخص آپکے سامنے خواب یا واقعہ نقل کرتا تو اُسے بغور سنتے اور خواب کے بارے مین کبھی فرماتے کہ بیان کرنے کی ضرورت نہین جو کچھ ہونے والا ہے ہوکر رہےگا۔ آپ کسی صاحب حال اور صاحب واقعہ کی ہرگز تعریف وتحسین نکرتے یا خواب کی تعبیر اُسکے سامنے بیان نہین کرتے ہان جب کوئی حال عالی وارد ہوتا اُس وقت اتنا ارشاد فرماتے کہ کوشش کرتا کہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ اور قدم اوپر کے درجہ پر رکھنے کی سعی کر۔ ایک طالب کو جبکہ وہ اپنا حال عرض کر رہا تھا فرمایا ؎ مرغے غم او بحیلہ شد بامارام ✧ ہشدار کہ مرغ رام را آرام ندہی ✧ ایک طالب کو صرف اُسکی مصلحت کی بنا پر اپنے سے دور رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسکی استعداد دوسرے سلسلوں سے مناسبت رکھتی ہے وہ بیچارہ طریق عمل مین زیادہ سرگرم ہوتا اور نہایت مستعدی کے ساتھ کوشش کرتا

بگوید وے باین ہم رضی شدہ از سر وا نشد و امیدوار می بود روزے میان شیخ تاج الدین
کہ از خلفائے حضرت ایشانند از دہلی متوجہ سنبھل کہ وطن اقامت ایشان است میشدند بخانہ
آن مرد یک شب نزولے اتفاق افتادہ بود اہلیہ وے طلبے قوی داشت باجازت شوہرے از شیخ
مشغولی گرفت و بمقتضائے استعداد در مجلس اولے اورا بیخودی رو داد و کیفیتہائے عظیمش
حاصل شد و دران کیفیت اخبار ہفت آسمان گفتن گرفت۔ سرگرمی آمرد بحد افراط انجامید و از شیخ
حرفے از مطلب خود نشنید۔ سراسیمہ متوجہ ملازمت حضرت ایشان شد و در راہ از کثرت شوق
افتان و خیزان و در رنگ مست طی می آمد چنانچہ بندہائے زانو و مرفقش خونی شدہ بود چون نظرش
بر جمال حضرت ایشان افتاد مانند خرمن گل تنگ در کنار گرفت و در صحن خانہ غلطید و میگشت حضرت
ایشان لختے خود را بطور او گذاشتند گاہے بر بالائے وے میشدند و گاہے در تحت وے و می آزارہا
ببدن شریف و عنصر لطیف راہ یافت چہ او مردے از بردستی بود و در کنار گرفتہ بر خاک مے غلطید

تلقین کردیگا وہ اسی پر رضامند ہو جاتا اور سر مو عدول حکمی نہ کرتا۔ اور عرصہ تک امیدوار رہتا۔ ایک دن
میان شیخ تاج الدین جو خواجہ کے ممتاز خلیفہ تھے دہلی سے سنبھل کیطرف جاتے تھے جو اُن کا وطن اقامت تھا
ایک رات اُس شخص کے گھر مین ٹھیرنے کا اتفاق ہوا اُسکی بیوی طلب قوی رکھتی تھی اپنے شوہر کی
اجازت سے شیخ تاج الدین سے مشغولی حاصل کی اور بمقتضائے استعداد پہلی ہی مجلس مین اُسے بیخودی
حاصل ہوئی اور عظیم الشان کیفیتین میسر ہوئین۔ اس کیفیت مین وہ ساتون آسمانون کی خبرین بیان کرنے
لگی شوہر نے اپنی بیوی کی کیفیت دیکھی تو نہایت سرگرمی ظاہر کی اور اُسکی سرگرمی افراط کی حد تک پہنچ
گئی۔ مگر شیخ سے اپنے مطلب کا ایک حرف تک نہین سنا مضطربانہ خواجہ کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوا۔
کثرت شوق کی وجہ سے گرتا پڑتا بیہوش مست کی طرح رستہ طے کرتا تھا۔ چنانچہ اس وجہ سے اُسکے گھٹنے اور کہنیان
زخمی ہوگئی تھین۔ جون ہی اُسکی نظر خواجہ کے جمال جہان آرا پر پڑی۔ پھولون کے ڈھیر کی نہایت تنگی کے
ساتھ بغلگیر ہوا اور گھر کے صحن مین لوٹنے لگا خواجہ نے تھوڑی دیر اپنے تئین اُسکے بس مین چھوڑ دیا۔ پھر تو یہ صورت
ہوئی کہ کبھی آپ اُسکے اوپر ہوتے تھے کبھی نیچے۔ اس سے بدن شریف اور عنصر لطیف کو بہت کچھ تکلیف پہنچی کیونکہ
وہ ایک نہایت تنومند اور زبردست آدمی تھا اور آپ کو گودی مین لیئے ہوئے زمین پر لوٹتا تھا

وازدر ودیوار مضمون این بیت مے تراوید ــ ہزاران دشمنے شد بانسیم کان تن نازک
شود آزردہ گراندر برش بندِ قبا جنبید ٭ عاقبت فرمودند بما ہیچ کارے ٭ داری گفت کارے دارم بغیر
دارم معقصد ومقصود من توئی۔ فرمودند پس مارا خود میکشی فامانہ زکرد آنگاہ فرمودند بجانب
روئے من ببین بمجرد دیدن ازجاے برجست وبرخاک ادب نشست وازین جرأت ندامت
کشید وے گوید کہ آنروز کہ درچشمان حضرت الیشان چیزے دیدم کہ ہنوز لذت آن فراموش نشد
وعبارت واشارت ازشرح آن قاصر است وآگر میخواستند تصرفی کنند یا خارق عادتے
بنمایند بخود نسبت نمیکردند بکتابے یا بقصہ حوالہ میفرمودند۔ مثلاً اگر در بیمارے میخواستند تصرف
کنند واورا ازان بیماری برآورند۔ کتاب طب می طلبیدند۔ وازروے آن دارو ے آن میفرمودند
وہمت بجانب وے میگماشتند بمجرد استعمال آن دارو گاہے پیش از استعمال صحتش میشد
چنانچہ طفلے ازجانب قلعہ فیروزآباد بجانب دریا کہ ارتفاع آن زیادہ از دو قد آدم باشد افتادہ بود

اُسوقت در و دیوار سے ذیل کی بیت کا مضمون پڑا ٹپکتا تہا ــ ہزاران دشمنے شد بانسیم کان تن نازک
شود آزردہ گراندر برش بندِ قبا جنبد ٭ آخرکار حضور نے فرمایا کہ تجھے ہم سے کچھ کام ہی اُس نے کہا مجھے جو کام ہے
وہ آپ ہی سے ہی اور میرا مقصد ومقصود آپ ہی ہین۔ فرمایا جب یہ ہی تو ہمکو کیون مارے ڈالتا ہے مگر اسپر اُسپر
اثر نہین ہوا۔ اُسوقت آپنے فرمایا کہ اچھا میرے مُنہ کو دیکھ۔ حضور کا چہرۂ مبارک دیکھنا تہا کہ نہایت عسرت
کے ساتھ جگہ سے اُٹھا اور زمین ادب پر بیٹھ گیا اور اس جرأت وگستاخی سے سخت شرمندہ ہوا۔ اُس شخص کا
بیان ہی کہ اُس روز مین نے جو چیز حضرت کی آنکھون مین دیکھی اُسکی لذت آج تک فراموش نہین ہوئی اور
اُسکی شرح سے عبارت واشارات دونون عاجز وقاصر ہین۔ آپ جب کوئی تصرف کرنا یا خرق عادت ظاہر
کرنا چاہتے تھے تو اُسے اپنی طرف نسبت نہین کرتے تھے بلکہ کسی کتاب یا قصہ کی طرف منسوب کرتے
تھے مثلاً اگر کسی بیمار مین تصرف کرنا اور اُسے بیماری سے نجات دینا منظور ہوتا تہا تو طب کی کوئی کتاب طلب
فرماکر اُسکے مطابق کوئی دوا بتا دیتے اور بیمار کی جانب ہمت مقرر کرتے وہ دوا کے استعمال کرتے ہی بلکہ کبھی دوا کے
استعمال سے پیشتر مریض کو صحت وتندرستی حاصل ہوجاتی چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ ایک لڑکا فیروزآباد کے قلعہ
کے اوپر سے دریا کی طرف گر پڑا اس طرف سے قلعہ کی اونچائی دو آدمیون کے قد سے زیادہ تھی مگر نیچے لیے گے

وازراہ گوش وبینی وے خون می آمد ونفسش تنگی میکرد مادرش اورا در نظر مبارک درآورد
برین حال شفقت فرمودہ قدرے متوجہ باطن حق موطن خود شدند وکتابے بدست گرفتند
وفرمودند کہ درین کتاب چنین نوشتہ اند کہ او زندہ خواہد ماند آن طفل تا امروز زندہ است از مشاہدۂ
احوال وے ہیچ عاقل بزندہ ماندن او نمیکرد ہمچنین از موالی شہر عزیزی است بسن پنجاہ سالگی
رسیدہ ودرین مدت ہرگز بکارے کہ درمیان مرد وزن میباشد آشنا نشدہ ودرین سن بامر پیر
خود دخترے در نکاح آورد ہرچند تلاش کرد وادویۂ باہ خورد فتح نمیشد قریب یک سال گذشت
وہرچہ از ادویہ مشروع ونامشروع شنید باوجود نہایت تورع بکار برد فائدہ نشد از غایت حیا
قرار بر انتحار نہاد روزے این سخن کسے بسمع شریف حضرت ایشان رسانید کہ وے از شرم میخواہد
از شہر آوارہ شود حضرت ایشان را برحال وے رحم آمد فرمودند بیچارہ بچہ محنت گرفتار شدہ۔ روزے سوارہ براہے میگذشتند ناگاہ
آن مرد دوچار شد چون عالم بود بقصد تعظیم از اسپ فرود آمدند وے با نیازمندی بسیار دست بپای مبارک دراز کرد تنگ دریکنارش

دماغ مین کوئی ایسا صدمہ پہنچا تہا کہ کان اور ناک کی راہ سے برابر خون جاری تہا اور سانس نہایت
تنگی سے ساتھہ آمد ورفت کرتا تھا۔ اُسکی ماں حضور کے سامنے لائی۔ آپنے اُسکے حال پر شفقت ومہربانی فرما کر
اپنے باطن کی طرف توجہ کی اور کتاب ہاتھہ مین لیکر فرمایا کہ اس کتاب مین لکہا ہوا ہے کہ یہ لڑکا بہت روز تک
زندہ رہیگا۔ چنانچہ وہ آج تک زندہ سلامت ہے۔ حالانکہ اُسکی کیفیت دیکھکر کوئی عاقل نہین کہہ سکتا
تہا کہ یہ زندہ رہیگا۔ اسی طرح شہر کے ممتاز اور مشہور لوگون مین ایک عزیز ہے جس کی عمر پچاس سال کو پہنچ
گئی ہے۔ یہ شخص اس مدت مین کبہی اُس کام سے آشنا نہین ہوا تہا جو مرد وعورت مین ہوتا ہے مگر اس عمر کو
پہنچکر اپنے پیر کے حکم سے ایک لڑکی سے نکاح کیا۔ ہرچند معالج کو تلاش کیا اور باہ کی دوائین کہائین لیکن
کشود کار میسر نہین ہوا۔ تقریبًا ایک سال گزر گیا۔ اور مشروع ونامشروع دوائین باوجود نہایت اتقا و
پرہیزگاری کے استعمال مین لایا مگر کچہہ فائدہ نہین ہوا۔ آخرکار انتہا درجہ کی شرم وحیا کی وجہ سے جلا وطنی
کا ارادہ مصمم کر لیا۔ ایکدن کسی نے یہ بات حضرت کے کان مین ڈالدی کہ فلان شخص شرم کے مارے شہر سے آوارہ ہونا چاہتا
ہے آپکو اُسکے حال پر رحم آیا فرمایا بیچارہ کس محنت مین گرفتار ہوا ہے۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ آپ گہوڑے پر سوار ہوئے ایک راستے
مین گزر رہے تھے دفعتہ وہ شخص سامنے پڑگیا چونکہ عالم تہا تعظیم کے قصد سے گہوڑے پر سے نیچے اتر آئے

گرفتند و دو سہ نوبت سینہ بر سینہ او نہادہ بخشش کردہ و آہستہ بگوشش فرمودند کہ امشب ہر دو شما برہنہ شدہ خواب روید قوتے گوید کہ از ہمان لحظہ در خود قوتی مشاہدہ کردم و با اہل خانہ بعد حیا و خجالت گفتم کہ عزیزے چنین فرمودہ است بہ تمسخر و استہزا این مضمون گفتند ؎ این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ بجرد پیشتال امر حضرت ایشان فتح شد و قوتے یافتہ کہ مدتہا کم نشد روزے مرا دانہا کہ تو تماشائی این کارخانۂ بلند قدر بودم و در ملازمت گرامی ہمواکا آمد و رفت میکردم بخاطر آوردم اگر امروز اشرلفے کنند و مرا بخود کشند و داخل خادمان عالی گردم لا اقل سخنے از مرغوبات راہ بفرمایند۔ شب پانزدہم ماہ شعبان بود فرمودند امشب شب برات است در سلسلۂ شما یعنے چشتیہ نمازے کہ درین شب میگزارند چند رکعت است عرضہ کردہ شد صد رکعت و بروایتے دو رکعت ہم آمدہ۔ فرمودند اگر شق آخر است شاید ما ہم توانیم گزارد۔ بعدہ درین محل فرمودند مثل ما بریش گاؤ میماند و آنچنان است کہ شخصے از پسر خود پرسید کہ گاہے ریش گاؤ

لگا لیا اور دو تین دفعہ سینہ مبارک اُسکے سینہ پر رکھکر بڑے زور سے بھینچا اور آہستہ سے اُس کے کان میں فرمایا کہ آج شب کو تم دونون میان بیوی برہنہ سونا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ اُسیدم یعنی اپنے مین قوت رجولیت دیکھی اور اپنی بیوی سے نہایت شرم وحیا کے ساتھ کہا کہ ایک عزیز نے ایسا ایسا فرمایا ہے اُس نے تمسخر واستہزا کے ساتھ یہ مصرعہ پڑہا ؎ این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ غرضکہ حضرت کے حکم بجا لانے کی وجہ سے فوراً کشود کار ہوگیا اور مین نے وہ قوت پائی جو مدتون تک کم نہین ہوئی۔ شروع شروع مین جب کہ مین اس بلند قدر کارخانہ کا تماشائی تھا اور ملازمت گرامی مین ہوسنا کانہ آمد ورفت رکھتا تھا۔ ایک دن میرے خیال مین گزرا کہ اگر حضرت مجھپر آج کوئی تصرف کرین اور اپنی طرف کھینچ لین تو خادمان عالی کے زمرہ مین داخل ہوجاؤن اور نہو تو اتنا تو ضرور ہو کہ ہماری پسندیدہ راہ مین کچھ نہ کچھ ارشاد فرمائین شعبان کی پندرہوین شب تھی کہ آپنے فرمایا آج شب برات ہے تمہارے سلسلہ یعنی سلسلہ چشتیہ مین جو نماز اس رات مین پڑھی جاتی ہو کتنی رکعتین ہین عرض کیا گیا سلو۔ اور ایک روایت مین دو رکعتین بھی آئی ہین فرمایا اگر دوسری شق بھی معتبر ہے تو شاید ہم بھی ادا کر سکین۔ اسی موقع پر فرمایا کہ ہماری مثال ریش گاؤ سے ملتی جلتی ہوئی ہو اور اس معمہ کی طلسم کشائی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے سے پوچھا کہ کبھی تو ریش گاؤ

بوده پسر گفت معنی آن چیست گفت کسی از خانه برآید و بگوید که بے آنکه رنجے بکشم گنجے بیابم
گفت بابا تا بوده ام ریش گاؤ بوده ام ما ہم تا بوده ایم ریش گاؤ بوده ایم یکے از صوفیان نقل کرد
که روزے بخاطر آوردم که مرا خدمتے فرمایند و از بازار چیزے ماکول طلب دارند ناگاه کسے بطلب
من آمد فرمودند برائے ما از بازار تربز بیار عرضه کردم که معرفت تربز چندانی ندارم فرمودند ہر آنچه
که بزعم تو خوب باشد بیار و عادت شریف این بود که ورائے خادمانے که متعین این چنین خدمتہا
بودند بدیگرے نفرمایند خصوصاً بنو در آمدگان این طریق و این مرد دران وقت از جمله نو در آمده
بود و ہم وے نقل کرد که فصل زمستانی بود و پوشش نداشتم الا چادرے بے لحاف که با اہلیه خود شبہا
می پوشیدم و از تنگی معیشت قدرت لحاف ساختن معدوم بود شبے از اہل خانه خود خجالتے
کشیدم که بخاطر اینها رسیده باشد که بطرفه بے حمیتی کار افتاده صباحش که در ملازمت حضرت
ایشان نماز بجماعت میگزاردم در اثنائے نماز نیز خاطر شبینه آمد و التفی کردم بعد از فراغ نماز

ہوا ہے لڑکے نے کہا اسکے معنے کیا ہین جواب دیا کہ ایک شخص گھر سے نکل کر کہتا ہے کہ بدون کسی طرح کے
رنج و مشقت اُٹھانیکے خزانے پر کامیاب ہوجاؤن لڑکے نے کہا بابا اگر یہی بات ہے تو مین جب تک رہا ہون
ریش گاؤ رہا ہون خواجه نے فرمایا ہم بھی جب تک رہے ہین ریش گاؤ رہے ہین۔ صوفیون مین سے ایک نے
بیان کیا کہ ایک روز میرے دل مین خیال آیا کہ کاش حضرت کوئی خدمت میرے سپرد فرمائین اور بازار سے کوئی کھانے
کی چیز مجھسے منگوائین دفعتًہ ایک شخص مجھے بلانے آیا۔ اور مین حاضر ہوا تو فرمایا ہمارے لئیے بازار سے تربوز خرید
لاؤ مین نے عرض کیا کہ مجھے تربوز کی چندان پہچان نہین ہے فرمایا تمہارے خیال مین جو اچھا ہو لے آؤ۔ اور عادت
شریف اس طرح واقع ہوئی تھی کہ آپ اُن خادمون کے علاوہ جو اسطرح کی خدمتون پر متعین تھے کسی دوسرے شخص
سے کچھ فرماتے نہین تھے خصوصًا اُن لوگون سے جو اس طریق مین نئے داخل ہوتے تھے اور یہ شخص اسوقت انہین
لوگون کے زمرہ مین داخل تھا جو نئے نئے ملازمت عالی مین حاضر ہوئے تھے۔ اسی شخص کا بیان ہے کہ جاڑے کا موسم تھا
اور مین بجز ایک چادر کے اوڑھنے کی کوئی چیز نہین رکھتا تھا میرے پاس لحاف وغیرہ نہ تھا صرف ایک چادر تھی جو رات کو
اپنی بیوی کے ساتھ اوڑھتا تھا اور معاش کی تنگی سے لحاف بنانے کی قدرت نہ تھی۔ ایک رات مین نے اپنی بیوی
سے عجب طرح کی شرمندگی اور ندامت اُٹھائی اور اپنے دل مین کہا کہ بیوی کہتی ہوگی کہ عجب بے حمیت سے پالا پڑا ہے اس

چون نظر حضرت ایشان برین افتاد بیکے از مخلصان کہ معاملۂ اخراجات متعلق بایشان بود فرمودند
کہ از یاران ما ہر کسیرا کہ لحافی یا جامہ نباشد یا اہل خانۂ او نداشتہ باشد بہر طورے کہ بگوید ساختہ بدہید و دستہ کس دیگر
نیز ہم احتیاج من ظاہر شد و بما یحتاج رسیدند وسے گوید از ان باز ہمیشہ ترسان بودم کہ مبادا
خاطرے بیاید کہ موجب گرانی خاطر اقدس بوده بر ہم زن مقاصد سعادتمندی گردد و قوت علمی و قدرت
بر اقسام سخن خصوصاً در علم تصوف آنقدر بود کہ فضلائے وقت کہ سالہا درس علوم گفتہ اند
استفادہ ہائے عظیم میکردند روزے عزیزے التماس کرد کہ بر لیسے شرح رباعیات کہ مسمی بسلسلة
الاحرار است و ہمدران ولا بتازگی تسوید فرمودہ بودند تاریخ اتمام گفتہ شود ہمدران مجلس قلم و دوات
طلبیدہ فوراً دو تاریخ برائے آن رسالہ املا فرمودند و دو تاریخ بیاد محرر بود برائے تمثیل ایراد یافت
باقی در آخر رسالۂ سلسلة الاحرار مذکور است یکی از آنہا تحقیق خصوص حکم و دیگر نظم وجیز و مع ذلک بجہت رعایت
ظاہر شریعت ازین تصنیف خود کہ سخن در وحدت وجود و در انجا بخوب ترین تدقیقات مبین است

جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی تو مخلصوں میں سے ایک شخص سے جسکے متعلق خرچ اخراجات کی مد تھی فرمایا کہ ہمارے یاروں سے دریافت
کرو کہ جسکے پاس کپڑا یا لحاف نہو یا اسکی بیوی کے پاس نہو تو وہ جسطرح کہے اُسکی مرضی کے مطابق بنا کر دے دو نیز
اُسکے ساتھ دو تین اور شخص بھی تھے کہ لحاف کی احتیاج ظاہر کی اور ہماری احتیاج فوراً رفع کر دی گئی یہی شخص کہتا ہے
کہ اُس روز سے مین ہمیشہ خائف رہتا تاکہ مبادا کوئی ایسا خطرہ دل مین گزرے جس سے خاطر اقدس پر گرانی پیدا ہو
مقاصد سعادتمندی کو درہم برہم کر ڈالے۔ آپ کو قوت علمی اور طرح طرح کی باتون پر بالخصوص علم تصوف مین اس
درجہ قدرت تھی کہ فضلاے وقت جو دو ایک سال سے درس علوم مین مشغول تھے آپ سے بڑے بڑے فائدے حاصل
کرتے تھے ایک دن ایک عزیز نے التماس کی کہ شرح رباعیات کے لیئے جسکا نام سلسلة الاحرار ہے اور جو اسی زمانہ
مین حضرت نے تصنیف فرمائی ہے تاریخ اتمام کہی جائے۔ آپنے اسی مجلس مین قلم دوات طلب فرماکر
اُسیں تاریخین اس رسالہ کے لیئے لکھ ڈالین۔ کاتب حروف کو صرف دو تاریخین یاد ہین جو تمثیلاً درج کتاب
کیجاتی ہین۔ باقی تاریخین رسالہ سلسلة الاحرار کے آخر مین لکھی ہوئی ہین اُن مین سے ایک تاریخ ہی تحقیق مخصوص حکم
دوسری تاریخ ہی نظم وجیز۔ یہ رسالہ اگرچہ آپ کی تصنیف سے ہے مگر باوجود اسکے آپنے ظاہر شریعت کی رعایت کیوجہ
اپنی اس تصنیف سے کہ وحدت وجود کے بارے مین وہان بہت عمدہ تحقیق اور تدقیق سے کام لیا ہے

ناراض بودند و میفرمودند از ما این تصنیف خوب واقع نشده و میفرمودند که محقق شد که ورلے
طریق توحید رلبے است وسیع وراه توحید نسبت بآن شاهراه کوچه تنگی بیش نیست و این تورق
تاریخ در یک مجلس نوشتن از قدرت اکثر عقول بیرون است خصوصاً با عدم ممارست و کمی ورزش
بلکه خارق عادت است و چه احتیاج باثبات خارق که وجه حضرت ایشان تمام خارق عادت بود
از اینجا نسبت سخن شیخ الاسلام پیر هرات قدس الله تعالی سره بیاد آمد که در نفحات درباب یکے
از اکابر این طائفه زیبا گفته که وصف او نه بستایند بکرامات و نه بیارایند باحوال و مقامات کرامت
حال و مقام و وقت درو ست او شجره بود بلی سه در دل هر بنده که حق منزه است بود و داد از پیمبر معجزه است
حضرت ایشان رحمه الله تعالی بتاریخ بست و پنجم ماه جمادی الآخر سنه یکهزار و دوازده ادا خر روز شنبه رخت اقامت
بدار القرار کشیدند و روز یکشنبه بست و ششم در شمال رویه قدمگاه حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم بیرون قلعه
سلطان فیروز که برائے مجاوران قدمگاه ساخته و الی الآن آباد است مدفون شدند محرر سطور در مرثیه حضرت ایشان

این ابیات مرقوم قلم خونین رقم گردانیده

سخت ناراض تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہماری تصنیف عمدہ تصنیف نہیں ہے اور فرماتے تھے کہ یہ بات
پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ طریق توحید کے سوا ایک اور راہ ہے نہایت وسیع جسکے مقابلہ میں توحید کی
راہ ایسی ہے جیسے شاہراہ کے مقابلہ میں ایک تنگ گلی۔ آپ کا ایک مجلس میں یہ تفسیر تاریخ لکھنا اکثر
عقول کی قدرت سے باہر ہے۔ خاصکر عدم ممارست اور کمی ورزش کے ساتھ بلکہ خارق عادت ہے اور آپکی خارق
عادت ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے کیونکہ آپ سراپا خارق عادت تھے اس موقع پر شیخ الاسلام
پیر ہرات قدس الله تعالی سرہ کی ایک بات یاد آئی کہ اپنے نفحات میں اس گروہ کے ایک بزرگ کے بارے میں کیا
اچھا کہا ہے کہ اسکی کرامات کے ساتھ تعریف کریں اور احوال مقامات کے ساتھ آراستہ کریں کیا بہت
اور حال اور مقام اور وقت انکے ہاتھ میں بمنزلہ شجرہ کے ہے کیا نہیں۔ ﮦ در دل ہر بندہ کہ حق منزہ است
وے داد از پیمبر معجزہ است حضور خواجہ رحمہ الله تعالی نے جمادی الآخر کی پچیسویں تاریخ سنہ ۱۰۱۲ ہجری میں
ہفتہ کی شام کو وفات پائی۔ اور چھبیسویں تاریخ اتوار کے روز سلطان فیروز کے قلعہ کے باہر جو قدم شریف
کے مجاور رہنے کے لیے بنایا گیا تھا اور اب تک آباد ہے جناب رسول خدا صلی الله علیہ وسلم کے قدم شریف کی شمالی
جانب میں مدفون ہوئے کاتب حروف نے آپکے مرثیہ میں قلم خونی رقم سے ذیل کی چند بیتین لکھیں ہیں

مرثیهٔ منظوم

دل برگرفت از این چمن آن تازه نوبهار — زین غم بخون دیده نشستم چو لاله زار
کو عمر که داد خود بستاند ز عیش من — تا پیش ازین بچهره ببندم بخون نگار
این یک دو روزه عمر ما دسے برین منه — وین غلط فریب جهان دل برین منه
بر حال خویش گریه کند مرغ این چمن — بر عمر خویش خنده زند کبک کوهسار
از بهر بیست قافله نیمه نماند — هشیار و هان و هان نظرے بر فضا گمار
خوش خوان سرود هاست فرین که چون جرس — هر صبح و شام مرثیه خوانست روزگار
بر خون خلق چرخ دهن باز کرده است — عبرت بگیر ازین سبع آدمی شکار

کان قطب فلک بدل عرش جا گرفت
خلوت گزید با حق و جام بقا گرفت

امشب که ناله بلبل خامشش تازه کرد — آهنگ گریه بر این مدهوش تازه کرد
هر ناله ماتمی دگر افزود بر دلم — داغی که خفته بود در آغوش تازه کرد
سوز تپش درون که از دم سرد افسرده بود — آتش بسینه در زده آن جوشش تازه کرد
شوریده حکایت آن رخ نهفته گفت — آشفتگی بسینه بلا نوشش تازه کرد
آن خواجه که با دل اغیار هوشمند — آئین شرع و قاعده هوشش تازه کرد
وز بهر حلقه های غلامیش مهر ماه — هر روز سبقهاست بناگوشش تازه کرد
وه یک روزگار بر آمد پیام چرخ — بر ما هزار درد فراموشش تازه کرد

یکره خبر دهید که آن در سفر چه دید
بر اوج نه سپهر برین آن قمر چه دید

آن بادیه نزمانه رخ اندر نقاب کرد — زین شیوه خانمان جهان را خراب کرد
در عمر روزگار ندیدست کس بخواب — زین صعب تر غمی که دل و دیده آب کرد
در کام عیش زهر شکست از فراق او — عشرت بجام و شیشه خود خون ناب کرد

آدم کہ شہسوارِ زمین و زمن نماند
گلدستۂ کہ بود بدستِ چمن نماند

یعقوب وار دیدہ بکوری سپردہ بہ
چون در زمانہ یوسفِ گل پیرہن نماند

آشفتہ گشت خاطرِ مجروح آن چنان
کز جوشِ گریہ ہیچ و دماغ سخن نماند

دل شاد بلبلے کہ بجو صد ترانہ داشت
آن گل چو رخ نہفت زبان در دہن نماند

شد برگ ریز لالہ و گل از خزانِ دہر
در گلشنِ نشاط لبِ نغمہ زن نماند

دیہر از فراق چون شب دیجور تیرہ شد
کان شمع بزم قدس درین انجمن نماند

آن نورِ قدس روشنی از دیدہ برگرفت
خور گو ممان چو شہنشاہ من نماند

دل خون کن زمانہ کہ غم خواجہ باقی است
جانکاہ عاقبت المِ خواجہ باقی است

از حق ہزار مکرمت آفرین برو
شد ختم سرفرازی دنیا و دین برو

چون مادر زمانہ ندارد چو او پسر
زانست گو بہائے زمان و زمین برو

بر بامِ خود کشید ولی فخر چون مسیح
دل بستہ بود چون فلکِ چارمین برو

دانستم آنکہ بود چو من عاشقے زخش
کز بام ریخت زہرۂ گل یاسمین برو

بلبل نہفت در غزلش خنجر و سنان
گل چاک کرد پیرہن نازنین برو

دلہا بخاک او چو مگس بر شکر گرد
صد حسرت است در جگر انگبین برو

بر قدر دردا و نتوانیم گریہ کرد
گویند تا بحشر شہور و سنین برو

آہ این چہ ماتمست کہ خون جگر بسوخت
ہر لحظہ ام بدرد و غم تازہ تر بسوخت

تقریظ

چکیدۂ خامۂ بلاغت شمامہ - فدائے حسن مقالاتِ طریقت - تولائے ذوقِ لذاتِ حقیقت - شیفتۂ حرفِ حکایاتِ اولیائے عظام - دلدادۂ تذکارِ صوفیۂ کرام - زبدۃ الحکماء سید الشعراء وحیدِ زمن ابو احمد حکیم سید محمد حسن صاحب حسن بارہی نقشبند مجددی مظہری دہلوی عم الالوری سلمہ اللہ تعالے

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ اللہ اگلے زمانہ میں طالب صادق جو راہ طلب مولا میں قدم دھرتے اور منزل مقصود کے ذوق و شوق کا دم بھرتے تھے وہ مرشدانِ کامل کی تلاش میں جنگل جنگل خاک اُڑاتے اور عالم غربت کی طرح طرح کی سختیاں اُٹھاتے کہاں کہاں مارے پھرتے تھے۔

اور جب کہیں اپنے مطلوب کا پتہ پاتے اُس کے آستانۂ فیض نشانہ پر حاضر ہوتے اور بعد انقراع آزمائش کے ثابت قدم رہکر اخذ طریقہ کرتے اور بڑی ریاضتوں کی صعوبتیں تحصیل کر اور مجاہدوں کی مشقتیں جھیلکر اور فقر و فاقہ کی بلائیں اُٹھا کر ایک مدت دراز کے بعد اپنی مُراد و مطلوب کو پہونچتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ اُن لوگوں کی طبیعتیں سعادت ازلی سے مالا مال اور اُن کی روحیں ایسی ہی قابل ہوتی تھیں جو اُن شدائد کی متحمل ہو کر اور مصائب استحالی کی برداشت کر کے آخرکار فائز المرام ہوتی تھیں۔

تب ہی اُن لوگوں کا سکّہ آج تک بیٹھا ہوا ہے۔ اور کس عظمت و شان کے ساتھ صفحۂ روزگار پر اُس کا نام نامی یادگار رہا ہے۔
مگر اب زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا اور انقلابی حالتوں نے ایسا رنگ دکھایا ہے کہ اگلی سب باتیں خواب و خیال ہوگئیں۔ بفرض محال اگر کہیں دیکھئے تو طلب افسردہ۔ طالب دل مردہ۔ متقدمین کے ذکر سنکر متعجب اور متحیر کہ یہ ریاضتیں طاقت بشری سے خارج اور یہ مجاہدہ قوت انسانی سے باہر تھا حب خداشناسی کی ایسی سرد بازاری ہوا اور مذاقِ تصوف سے طبیعتیں ایسی بیگانہ تو طلب کیسی اور طالب کہاں اور نتائج ریاضت کا کیا ذکر لیکن بنی نوع انسان کی ہمدردی اور ابنائے جنس کی شریف شفقت نے گوارا نہ کیا کہ اپنے برادرانِ دینی کو اس فیض خاص سے بے بہرہ رکھیں۔

پس ایسی حالت میں یہی بہتر سوجھی کہ اولیائے کرام کے ملفوظات اور اہل اللہ کے حالات شائع کر کے افاضۂ عام کا کام لیجئے۔ سو چنانچہ مقبول بارگاہ۔ عارفِ حق آگاہ۔ شریعت و طریقت پناہ۔ حقیقت و معرفت دستگاہ حضرت **خواجہ باقی باللہ** قدس سرہ العزیز کے ملفوظاتِ شریفہ اور افاداتِ منیفہ کا ترجمہ اُردو میں کر کے طبع کیا جاوے تاکہ خاص و عام اُس سے مستفید ہو کر صفائی باطن اور تزکیۂ نفوس کی دولت سے محروم نہ رہیں۔

لطف بیان جامع حسناتِ روزگار۔ مورد مراحم پروردگار۔ ستودہ شعار۔ نیکوکار۔ **مرزا محمد عبد الغفار بیگ** صاحب سلمہ اللہ الواہب۔ مالک **افضل الاخبار دہلی** کی سعی جمیلہ متکفل اس امر کی ہوئی۔
معیض مطلق اس کے ساعی و مترجم وغیرہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین فقط

قطعۂ تاریخ

طبع زاد شاعر شیرین مقال۔ سخنور نازک خیال۔ مالک صراط مستقیم۔ ناہج منہج قویم۔ راجی رحمت شفاعت حضرت خیر البشر حکیم محمد عمر صاحب فصیح دہلوی ثم الالوری۔

حیات باقیہ خوش طبع گردید ز افضالِ تعالیٰ و تبارک
فصیحا سال از روئے جہاں گفت کشش دستم ملفوظ مبارک
۱۳ ۲۲ ۲